السواد الاعظم

من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ

تالیف

طارق انور مصباحی

ناشر

حافظ ملت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

رانی بنور، ہاویری (کرناٹک)

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

السواد الاعظم

من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ

تالیف

طارق انور مصباحی

ناشر

حافظ ملت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

رانی بنور: ہاویری (کرناٹک)

اسم کتاب: السواد الاعظم

من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامۃ

تالیف: طارق انور مصباحی

(کیرلا: انڈیا)

پروف ریڈنگ: مولانا منیف عالم رضوی

(سیتامڑھی: بہار)

سن اشاعت: ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

ناشر: حافظ ملت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

رانی بنور ضلع ہاویری: کرناٹک

فہرست مضامین

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

تلخیص کتاب

اہل حق کی نشانیاں کیا ہیں؟

چونکہ مذہب اسلام میں تہتر فرقے ہونے والے تھے، اس لیے حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل حق کی متعدد نشانیاں بیان فرمائیں، تاکہ حق کا متلاشی ان علامتوں کی روشنی میں حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔

یہ نشانیاں احادیث مبارکہ میں متفرق طور پر بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے جو مجھے دستیاب ہو سکیں، ان کو جمع کر کے قوم وملت کے سپرد کر رہا ہوں، تاکہ ان سب کے لیے ذریعہ ہدایت اور ہمارے لیے وسیلہ نجات بن جائے: وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

کیا عام مسلمانوں کے لیے دلائل حقانیت بتائے گئے ہیں؟

عام مسلمانوں کو حق و باطل کی پہچان کے لیے متعدد علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں نے از خود ان امور کو عام مسلمانوں کے لیے علامات حقانیت قرار دیدیا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) رقمطراز ہیں۔

''اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے۔ عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں، ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو، وہ حق ہے۔ اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے، مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہونچ سکے''۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۶، ۵۷- رضا اکیڈمی ممبئی)

(۱) ''ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم

مسلمین جس عقیدہ پر ہو، وہ حق ہے۔اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں‘‘۔

امام اہل سنت کے مذکورہ بالا قول سے بالکل واضح ہوگیا کہ جماعت حقہ کا سواد اعظم (کثیر التعداد) ہونا عام مسلمانوں کے لیے معیار حقانیت ہے،اور اہل علم کے لیے دلیل حقانیت قرآن وحدیث کے موافق ہونا ہے۔اسی کوامام اہل سنت نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

(۲)’’اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے‘‘۔

اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی متعدد علامتیں ہیں اور ان تمام علامتوں کا مذہب اہل سنت و جماعت میں پایا جانا ضروری ہے۔کوئی ایک علامت بھی مفقود نہیں ہوسکتی ،نہ کسی دوسری جماعت میں پائی جاسکتی ہے،کیونکہ یہ علامتیں خاصہ کی منزل میں ہیں اور شئ کا خاصہ اس کے علاوہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔سواد اعظم ہونا بھی اہل سنت و جماعت کا خاصہ ہے،اور ایسا عظیم خاصہ ہے کہ سواد اعظم جس عقیدہ پر ہو، وہ عقیدہ حق ہوگا۔

حقانیت کی ظاہری علامتیں

حقانیت کی حقیقی علامت ’’ما انا علیہ واصحابی‘‘ ہے،لیکن اس حقیقت کا ادراک ارباب علم وفضل کے ساتھ خاص ہے۔قلت علم کے سبب عام مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون سا عقیدہ قرآن وحدیث کے موافق ہے،اورکون سا عقیدہ قرآن وحدیث کے برخلاف ہے۔اس لیے ان علامتوں اورنشانیوں کی تلاش ضروری ہے،جن کی روشنی میں عوام مسلمین کے لیے حق و باطل کا فرق چمکتے سورج کی طرح روشن ومنور ہوجائے۔اس رسالہ میں انہی علامتوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔پانچ ظاہری علامتوں کاانکشاف مجھے ہوا، جودرج ذیل ہیں۔

(۱) جماعت حق کا عہد رسالت سے متصل ہونا۔

(۲) جماعت حق کا ہر عہد میں زیادہ تعداد میں ہونا۔

(۳) جماعت حق کا خوارج کی بہ نسبت قلیل العبادت ہونا۔

(۴) اہل حق کا عشق مصطفوی کو معیار نجات اعتقاد کرنا۔

(۵) جماعت حق کی حفاظت کے لیے ہر صدی میں مجدد آنا۔

مذکورہ بالا پانچوں نشانیوں کا ثبوت جن احادیث مقدسہ سے ہوتا ہے، وہ احادیث طیبہ اوران کے تراجم تحریر کیے جاتے ہیں۔ تفصیلی بحث میں ان پانچوں احادیث مبارکہ کی تشریح بھی درج ہے۔عوام مسلمین کے لیے ان تشریحات کا خلاصہ بھی رقم کر دیا گیا ہے، تاکہ حق کی تلاش آسان سے آسان تر ہو جائے۔ارباب علم وفضل تفصیلی مباحث کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱) جماعت حق کا عہد رسالت سے متصل ہونا

﴿عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَاتِىَ اَمْرُاللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ﴾

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب الامارۃ)

﴿ت﴾ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، وہ انہیں نقصان نہ پہونچا سکے گا جو انہیں چھوڑ دے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آ جائے، اور وہ اسی طرح رہیں گے۔

توضیح: ہر زمانے میں اہل سنت وجماعت کا وجود رہے گا۔حدیث نبوی میں ''لاتزال'' کا لفظ بتارہا ہے کہ اہل حق زمانہ رسالت سے قیامت تک رہیں گے، اور کسی زمانہ میں انقطاع نہیں ہوگا، اور جتنی جماعتیں عہد رسالت کے بعد پیدا ہوئیں، وہ سب عہد رسالت سے منقطع ہیں، لہٰذا ان کے حق ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں آتا۔ یہ اہل سنت کی حقانیت کی ایسی علامت ہے جو عوام و خواص سب کے لیے ظاہر ہے۔ایمان جس کے لیے مقدر ہوگا، وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا، اور جس کی تقدیر میں ضلالت وگمرہی ہے، وہ کبھی راہ راست پر نہ آ سکے گا۔

(۲) جماعت حق کا ہر عہد میں کثیر التعداد ہونا

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ هٰذِهِ

اَلْاُمَّۃَ عَلَی الضَّلَالَۃِ اَبَدًا–وَقَالَ:یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ،فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ، فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ﴾ (المستدرک للحاکم ج۱ص۱۹۹-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ حضور اقدس تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی گمرہی پر جمع نہ فرمائے گا اور فرمایا اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے، پس (اہل اسلام کے) سواد اعظم کی پیروی کرو، اس لیے کہ جو اس (سواد اعظم) سے جدا ہوا، وہ جدا ہو کر جہنم میں گیا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے لفظ ''شذ'' کی تشریح میں تحریر فرمایا۔

﴿الشذوذ،الانفراد والتفرد عن الجمهور﴾

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص۲۵۶-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

﴿ت﴾ شذوذ، جمہور امت (کے عقائد) سے جدا ہونا اور الگ ہونا ہے۔

توضیح: جمہور کا معنی ہے ''معظم کل شیئ'' (المنجد ص۱۰۲) یعنی ہر چیز کا بڑا حصہ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو سواد اعظم سے جدا ہوگا، وہ قلیل التعداد ہوگا، کیونکہ جب سواد اعظم کے مفہوم میں جمہور آ گیا اور جمہور بڑے حصے کو کہا جاتا ہے تو اب جو حصہ باقی ہوگا، وہ یقیناً چھوٹا ہوگا، پس سواد اعظم کا مقابل یعنی سواد اعظم سے جدا ہونے والا طبقہ یقیناً چھوٹا ہوگا اور انسانی جماعتوں کا بڑی چھوٹی ہونا افراد کی تعداد ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے، پس جس جماعت میں افراد زیادہ ہوں، وہ بڑی جماعت ہوگی، اور جس میں افراد کم ہوں، وہ چھوٹی جماعت ہوگی۔

(۳) جماعت حق کا خوارج سے قلیل العبادت ہونا

﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْسِمُ قِسْمًا،اَتَاہُ ذُوالْخُوَیْصِرَۃِ وَھُوَرَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِعْدِلْ،فَقَالَ:وَیْلَکَ وَمَنْ یَعْدِلْ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ،قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَمْ اَکُنْ اَعْدِلُ–فَقَالَ عُمَرُ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِئْذَنْ لِیْ فَاَضْرِبَ عُنُقَہٗ،فَقَالَ:دَعْہُ فَاِنَّ لَہٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَہٗ مَعَ صَلَاتِھِمْ وَصِیَامَہٗ مَعَ صِیَامِھِمْ یَقْرَؤُوْنَ

الْقُرْاٰنَ لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ یُنْظَرُ اِلٰی نَصْلِہٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ،ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی رِصَافِہٖ فَمَا یُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ،ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی نَضِیِّہٖ وَھُوَ قِدْحُہٗ فَلَایُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ،ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی قُذُذِہٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ–اٰیَتُھُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَیْہِ مِثْلُ ثَدْیِ الْمَرْاَۃِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَۃِ تَدَرْدَرُ–وَیَخْرُجُوْنَ عَلٰی حِیْنِ فُرْقَۃٍ مِنَ النَّاسِ–قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ: فَاَشْھَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَشْھَدُ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَاتَلَھُمْ وَاَنَا مَعَہٗ فَاَمَرَ بِذٰلِکَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِیَ بِہٖ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْہِ عَلٰی نَعْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ نَعَتَہٗ۞

(صحیح البخاری ج ۱ باب علامات النبوۃ فی الاسلام–صحیح مسلم ج ۲ باب ذکر الخوارج وصفاتہ)

﴿ت﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: ہم لوگ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ قبیلہ بنی تمیم کا ذوالخویصرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افسوس تجھ پر، میں ہی انصاف نہ کروں گا تو انصاف کرنے والا کون ہے؟ اگر میں انصاف نہیں کرتا تو تو خائب وخاسر ہو چکا ہوتا، پس حضرت عمر فاروق نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں، تاکہ میں اس کی گردن ماردوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے بہت سے ساتھی ہیں، جن کی نمازوں اور روزوں کے بالمقابل تم اپنی نماز اور روزے کو بہت کم سمجھوگے۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پیکان کو دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہ پایا جائے گا، پھر اس کے پٹھا کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پھر اس کے (پیکان و پرکا) درمیانی حصہ دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پھر اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ وہ گوبر اور خون سے گذر چکا ہوگا۔ ان کی

نشانی ایک آدمی ہے کہ اس کا ایک بازو عورت کی چھاتی کی طرح ہوگا، یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہوگا، حرکت کرتا رہے گا، اور یہ لوگ مومنین کی تفریق کے وقت نکلیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری نے کہا۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ فرمایا، اور میں ان کے ساتھ تھا تو انہوں نے اس آدمی کے بارے میں حکم دیا، پس اسے تلاش کر کے لایا گیا، یہاں تک کہ میں نے اسے اسی صفت پر پایا جو صفت حضور اقدس عالم ما یکون وما کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔

توضیح: یہاں عبادت سے مراد عبادات نافلہ ہیں، کیونکہ خوارج کا ابتدائی ظہور عہد مرتضوی میں ہوا، اور اس عہد کے مومنین سے متعلق یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فرائض وواجبات میں کوتاہی کرتے تھے، اور جب عہد اول میں مفہوم واضح ہوگیا تو ازمنہ مابعد میں اس مفہوم متعین میں بلادلیل تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، نیز اہل حق کی علامت ترک فرائض وواجبات بتائی جائے، یہ قرین قیاس نہیں، پس حدیث مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ جماعت حقہ میں اگر سو رکعت نوافل پڑھنے والے ہوں تو خوارج میں اس سے زائد دوسو، تین سو رکعت نوافل پڑھنے والے پائے جائیں گے۔ اگر اہل حق میں زاہدین وعابدین کی تعداد مثلاً دس ہوں تو خوارج میں تعداد زہاد اہل حق سے زائد ہوں۔ ”عاملۃ ناصبۃ-تصلی نارًا حامیۃ“ کی بشارت ایسے ہی عابدین کے لیے ہے کہ وہ عبادت بہت کریں گے، اور بداعتقادی کے سبب جہنم کے مستحق قرار پائیں گے، پس تمام مسلمانوں کو سب سے پہلے عقائد کی درستگی اور صحت کی فکر ہونی چاہئے، اور فرض عبادتوں کی پابندی کرنی لازم ہے۔ فرض نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کو چھوڑنا حرام اور گناہ کا کام ہے۔ سنت اور نفل عبادتیں ترک کرنا گناہ نہیں، لیکن ثواب سے محرومی ضرور ہے۔

خوارج کی کثرت عبادت سے عبادات نافلہ کی کثرت مراد ہے، کیونکہ فرائض میں کثرت وقلت کا مفہوم جاری نہیں ہوتا۔ فرائض متعین ہیں، خواہ نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوٰۃ۔ فرض نماز کی رکعات متعین، فرض روزہ کے ایام متعین، فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ کی مقدار متعین، فرض حج کی

تعداد متعین ہے۔ان فرض امور میں کمی وبیشی کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔

فرائض کی عدم ادائیگی یعنی ترک فرائض مذہب حق کی علامت نہیں ہوسکتی، کیونکہ ترک فرائض بجائے حرام ہے،اور حرام شی،اہل حق کی حقانیت کی نشانی وعلامت نہیں ہوسکتی۔ہاں، یہ ممکن ہے کہ اس امر حرام کا ارتکاب اہل حق کے بعض افراد کرتے ہوں۔اس وجہ سے وہ گنہ گار ہوں گے،اوراس گناہ سے توبہ کرنی ہوگی۔قضانماز وروزے ادا کرنے ہوں گے۔

(۴)عشق نبوی کو معیار نجات اعتقاد کرنا

﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ–اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَۃِ فَقَالَ:مَتٰی السَّاعُۃُ؟قَالَ:وَمَاذَا اَعْدَدْتَ لَھَا؟قَالَ:لَاشَیْءَ،اِلَّااَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ–فَقَالَ:اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ–قَالَ اَنَسٌ:فَمَا فَرِحْنَا بِشَیْءٍ فَرْحَنَا بِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ–اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ–قَالَ اَنَسٌ:فَاَنَا اُحِبُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ–وَاَرْجُوْاَنْ اَکُوْنَ مَعَھُمْ بِحُبِّیْ اِیَّا ھُمْ،وَاِنْ لَمْ اَعْمَلْ بِمِثْلِ اَعْمَالِھِمْ﴾(صحیح البخاری ج اص۵۲۱)

﴿ت﴾حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدالاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں دریافت کیا،پس اس نے عرض کیا۔قیامت کب ہے؟آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟اس نے جواب دیا۔کچھ نہیں،مگر یہ کہ میں اللہ عزوجل اوراس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:تم (آخرت میں)اس کے ساتھ رہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:پس ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےقول مبارک ’’اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ‘‘ سے اتنا خوش ہوئے کہ اتنا کبھی خوش نہ ہوئے تھے۔حضرت انس نے کہا کہ میں حضرت سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورابوبکروعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اورامید رکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ

رہوں گا میرے ان سے محبت کرنے کی وجہ سے، اگر چہ میں ان کے عمل کے مثل عمل نہ کروں۔

توضیح: جب کوئی انسان اپنے کسی عمل کو بیان کرتا ہے تو اعمال میں سے اس عمل کو ضرور بیان کرتا ہے، جس کی قبولیت کی امید اسے ہو، اور جو اس کا بڑا عمل ہو۔ حدیث مرقومہ بالا سے یہ حقیقت بالکل روشن ہوگئی کہ صحابہ کرام حب نبوی کو اپنا مقبول اور سب سے بڑا عمل شمار کرتے تھے ، اور اپنے اسی عمل کو قابل ذکر سمجھتے تھے، اور مدار نجات اعتقاد کرتے، دیگر اعمال کا ذکر نہ فرماتے۔ اب جس کے پاس حب نبوی کی دولت نہ ہو، اس کی اپنی نظر بھی اپنی عبادتوں پر جا رکتی ہے۔ خواہ وہ عبادات مقبول ہوں یا مردود، لیکن وہ محض اپنی عبادت کو دیکھ کر اترانے لگتا ہے۔ انجام کی اسے خبر بھی نہیں ہوتی، اور شیطان اسے اس کی عبادتوں کے سبب دیگر مومنین سے افضل بتانا شروع کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ خود بھی ’’ہمچنیں دیگرے نیست‘‘ کے زعم باطل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام راتوں کو عبادت الٰہی میں گذار دیتے، لیکن ان عبادتوں کا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے، جبکہ خوارج اپنی عبادتوں کے سبب غرور میں مبتلا ہو گئے۔

(۵) ہر صدی میں مجدد کی آمد

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ فِيْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَاسِ كُلِّ مِأَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا﴾

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم-معرفۃ الآ ثار والسنن للبیہقی ج ا ص ۲۰۸-المستدرک علی الصحیحین ج ۲ کتاب الفتن والملاحم-المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۴۶۷)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے اخیر میں ایسے کو مبعوث فرمائے گا جو اس امت کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

توضیح: حدیث مذکورہ میں صریح لفظوں میں بتایا گیا کہ ہر صدی میں مجددین کی آمد ہوگی، یعنی جب تک اسلام رہے گا، تب تک ہر صدی میں مجدد کا وجود ہر صدی میں ہوتا رہے گا۔ بدمذہب جماعتیں اسلام کی ہر صدی میں موجود نہیں رہیں۔ بعض ایک صدی تک، بعض دو، تین صدیوں

تک رہیں، پھر معدوم ہوگئیں ۔اب کتابوں میں ان جماعتوں کے صرف نام ملتے ہیں۔ان جماعتوں کے حق ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ، کیونکہ جماعت حق کی یہ علامت ہے کہ ہرصدی میں اس جماعت کومجدد عطا کیا جائے گا،اور جس جماعت کا وجود ہرصدی میں نہ ہو،اس جماعت میں ہرصدی میں مجدد آنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

اسی طرح عہد حاضر کی نوزائیدہ جماعتوں کے حق ہونے کا بھی کوئی راستہ موجود نہیں ، کیونکہ حق جماعت کی اصلاح کے لیے ہرصدی میں مجددین کی آمد ہوگی،اور جو جماعت ہرصدی میں موجود نہ ہو، وہ جماعت حق نہیں ہوسکتی ، بلکہ وہ اسلام کا ایک نیا فرقہ ہوگا۔اس حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اہل حق ہرصدی میں ہوں گے۔کوئی صدی اہل حق سے خالی نہیں ہوگی۔ اسی طرح ہرعہد میں اہل حق ہوں گے۔حدیث ''لاتزال طائفۃ من امتی-الخ'' سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔یہ سب نشانیاں جماعت حق کی بتادی گئیں،تاکہ امت کوآسانی ہو۔

حدیث مذکورہ بالا سے یہ حقیقت بھی ظاہرہوجاتی ہے کہ بقائے اسلام تک ہرصدی میں جماعت حق کا وجود ہوگا،اوراللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے ہرصدی میں علماوفقہا کے علاوہ چند مخصوص افراد کوخاص صفات کے ساتھ پیدافرماتا رہے گا،جو مذہب حق میں جنم لینے والی کسی بھی برائی کو دور کردے گا،اورحق وباطل کوواضح کردے گا، پھر جولوگ برائی پر مصر رہیں ،وہ قانون اسلام کے سبب اہل حق سے خارج قرار پائیں گے۔

ہرعہد میں اسی طرح اہل باطل کواہل حق سے جدا ہونا پڑا۔وہ اپنے باطل عقائد پر قائم رہے ،اوراپنے باطل اعتقادات کی تاویلیں کرتے رہے۔جب اہل حق نے دیکھا کہ اب یہ لوگ حق کی طرف آنے والے نہیں تو ان کے بطلان کا فیصلہ کردیا اور باطل جماعتوں نے خودکواہل حق سے جدا کرلیا اوراہل حق کے دلائل کوقبول نہ کیا۔اسی مفہوم کو حدیث نبوی میں ''من شذ شذ فی النار'' سے تعبیر فرمایا گیا،یعنی باطل معتقدات پراصرار کے سبب یہ لوگ خود ہی اہل حق سے جدا ہو جائیں گے۔ایسا نہیں کہ کوئی عالم یا مجدد ان کواسلام سے خارج کردے گا، بلکہ اصرار کے سبب اسلامی قانون کے اعتبار سے وہ اہل باطل قرار پاتے ہیں۔علمائے دین صرف اسلامی احکام کو

ظاہر کرتے ہیں۔ظاہر کرنا الگ بات ہے،اور خارج کرنا الگ بات ہے۔

اہل باطل کے اصرار کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قوم مسلم کے کچھ افراد ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہونے کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔مامون رشید نے تلوار کے زور سے لوگوں کو مذہب معتزلہ کی طرف لایا،کبھی دنیاوی عہدوں کا لالچ دیا جاتا ہے،جیسے یزید نے فوجیوں اور سالاروں کو میدان کربلا بھیجنے کے لیے حکومت ودولت کا لالچ دیا اور بات نہ ماننے پر عہدوں سے برطرف کرنے کی دھمکی دی گئی۔آج بھی دنیاوی منفعت دکھا کر لوگوں کو باطل مذہب کی طرف لایا جاتا ہے۔یہ ایسی حقیقت ہے،جس کی توضیح کی ضرورت نہیں،بلکہ احساس کرنے کی ضرورت ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا ،نہ بن، اپنا تو بن

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ::نحمدک یا اللہ وبک نستعین ::والصلوٰۃ والسلام علٰی حبیبک سید الانبیاء والمرسلین::علیھم وعلی آلہ واصحابہ الٰی یوم الدین::

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضور اقدس سرور دوجہاں، عالم ما یکون وما کاں، رحمت دو عالم، تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین اسلام اور قرآن عطا فرما کر ارشاد فرمایا۔

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

(سورہ سبا: آیت ۲۸)

〈ت〉اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا، مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے ،خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔(کنز الایمان)

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا::وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾(سورہ احزاب: آیت ۴۵، ۴۶)

〈ت〉اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔(کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔اس وقت شیطان فرشتوں کا سردار تھا۔شیطان نے سجدہ نہیں کیا، بلکہ حکم الٰہی کے برخلاف اپنی دلیل پیش کرنے لگا، اور حکم خداوندی کو غلط ٹھہرانے کی کوشش کی۔اس سے چمکتے سورج کی طرح روشن ہوجاتا ہے کہ شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ وہ اپنے خودساختہ اصول ونظریات پر قائم رہنا چاہتا تھا۔شیطان نے حکم ربانی کے بالمقابل اپنی رائے کو قابل عمل سمجھا،اور یہ نہ سمجھ سکا کہ رب تعالیٰ جسے اچھا فرمادے،وہ اچھا ہے۔جسے برا فرمادے،وہ برا ہے۔شرعی امور میں اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ارشادات طیبہ ہی قانون وضابطہ اور اصل ومبنیٰ ہیں ۔دوسروں کے افکار کا اعتبار نہیں۔سر تسلیم خم کردینا ہی طاعت وفرماں برداری ہے۔

شیطان نے رب تعالیٰ سے سن کر بھی حق کو حق نہ مانا،اور مردود بارگاہ ہوا۔آج بھی بعض لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کے لیے دلائل کا سہارا لیتے ہیں۔وہ آج تک یہ نہ سمجھ سکے کہ صریح احکام کے بالمقابل خودساختہ دلائل ناقابل تسلیم قرار پاتے ہیں۔ایسے مقامات پر صریح احکام پر عمل کیا جاتا ہے۔کیا رب تعالیٰ نے صریح لفظوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم نہیں دیا؟ باادب بن جاؤ،سعادت مندیاں تمہاری جانب لپک کر آئیں گی۔شیطان کی طرح خداورسول کے بالمقابل جرأت نہ دکھاؤ۔ایمان کامل کے لیے عقل وعشق دونوں کی ضرورت ہے۔عقل محض بھی کافی نہیں،عشق بے قید بھی ضرررساں۔

شیطان نے کفر کا راستہ اختیار کیا۔سجدۂ آدم کے وقت بھی اپنی غلطی سے توبہ نہ کیا،حالانکہ جب رب تعالیٰ نے اسے مردود بارگاہ فرمادیا تو یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ عزازیل کا خیال غلط تھا، اب اسے توبہ کرلینی چاہئے تھی،پھر ایک طویل مدت بعد حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔اس کے سبب شیطان کو توبہ کی اجازت ملی،پھر بھی وہ توبہ نہ کیا، بلکہ آج تک وہ لوگوں کو کفر وضلالت اور ذنوب ومعاصی میں مبتلا کررہا ہے۔اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ بہت سے گمراہ جان بوجھ کر گمرہی میں مبتلا رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمرہی کی جانب کھینچتے رہتے ہیں۔اے مسلمانو!ایسے گمراہ گروں سے بچنے کی کوشش کرو۔

امام بدرالدین محمد بن عبداللہ شبلی دمشقی حنفی (۷۱۲ھ-۷۶۹ھ) نے لکھا:﴿قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌعَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ:قَالَ لَمَّا رَسَّتِ السَّفِيْنَةُ سَفِيْنَةُ نُوْحٍ،اِذْ هُوَبِاِبْلِيْس عَلٰى كَوْثَلِ السَّفِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ نُوْحٌ:وَيْلَکَ! قَدْ غَرِقَ اَهْلُ الْاَرْضِ مِنْ اَجْلِکَ،قَدْ اَهْلَكْتَهُمْ، قَالَ لَهٗ اِبْلِيْسُ:فَمَا اَصْنَعُ؟قَالَ لَهٗ:تَتُوْبُ؟قَالَ:فَسَلْ رَبَّکَ عَزَّ وَجَلَّ،هَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَةٍ؟فَدَعَا نُوْحٌ رَبَّهٗ،فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ تَوْبَتَهٗ اَنْ يَسْجُدَ لِقَبْرِ اٰدَمَ،فَقَالَ لَهٗ نُوْحٌ: قَدْ جُعِلَتْ لَکَ تَوْبَةٌ—قَالَ:وَمَا هِیَ؟ قَالَ:اَنْ تَسْجُدَ لِقَبْرِ اٰدَمَ—قَالَ:تَرَكْتُهٗ حَيًّا وَاَسْجُدُ لَهٗ مَيْتاً﴾(آکام المرجان فی احکام الجان ص۲۳۳-دارالفکر العربی بیروت)

〈ت〉 حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیٰ رسولنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی چل پڑی تو جبھی حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کی پتوار پر ابلیس کو دیکھا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ہلاکت ہو تیری، اہل زمین تمہاری وجہ سے ڈوب گئے۔تم نے انہیں ہلاک کردیا ہے۔شیطان نے ان سے کہا۔میں کیا کروں؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تم توبہ کروگے؟ شیطان نے کہا۔آپ اپنے رب سے دریافت فرما لیں کہ کیا میرے لیے توبہ ہے؟ پس حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی کہ عزازیل کی توبہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کا سجدہ کرے، پس حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابلیس سے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے توبہ بنادیا ہے۔شیطان نے کہا، وہ کیا ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کا سجدہ کرنا ہے۔شیطان نے کہا۔میں انہیں زندہ رہتے ہوئے ترک کردیا اور میں انھیں بعد وفات سجدہ کروں؟

شیطان نے توبہ سے انکار کردیا اور کہا کہ جب میں نے زندگی میں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو اب بعد وفات کیوں سجدہ کروں؟ مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہوگیا کہ شیطان نے جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔جس حکم کو وہ اپنے زعم باطل کے سبب غلط سمجھتا تھا، رب تعالیٰ کے بار بار فرمانے پر بھی وہ اسے تسلیم نہ کرسکا۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جان بوجھ کر کفر وضلالت پر اصرار کے سبب رب تعالیٰ کی جانب سے توفیق کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے، اور مجرم کفر وضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے۔وہ اپنی حالت سے واقف ہوتا ہے، اور وہ دوسروں کو بھی گمراہ بنانے کی کوشش میں مبتلا رہتا ہے۔توفیق الٰہی عظیم نعمت ہے۔

مدینہ منورہ کے منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے تھے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے، جہاد کرتے۔صحابہ کرام کے ساتھ رہتے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ، اخلاق عالیہ، معجزات قاہرہ کا مشاہدہ کرتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ان کی نظروں کے سامنے مثل آئینہ تھی، پھر بھی وہ صادق

الا یمان نہ ہو سکے۔ یقیناً یہ لوگ جان بوجھ کر کفر میں مبتلا رہے۔

جو لوگ حق کو جان کر بھی کفر وضلالت اختیار کریں، جو حقائق سے آشنا ہو کر بھی کفر وضلالت میں مبتلا رہیں، ایسوں کی ہدایت کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟ مشرکین مکہ نے بھی بے شمار معجزات دیکھے، پھر بھی ایمان نہ لائے۔ بعض مشرکین مکہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا یقین تھا، مگر وہ ایمان نہ لائے۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ اگر ہم ایمان قبول کر لیتے ہیں تو ساری فضیلت بنی ہاشم کے پاس چلی جائے گی، پھر دوسروں کے لیے کیا باقی رہے گا۔

مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ورسول ہونے کا یقین تھا، اسی طرح بہت سے یہود ونصاریٰ، اور قیصر بادشاہ روم کو بھی یقین تھا۔ قیصر روم ایمان لانا چاہتا تھا، لیکن امرا وحکام کی مخالفت کے خوف سے ایمان نہ لا سکا۔ اسی طرح بہت سے اسباب ہیں، جن کی بنیاد پر لوگ حق کو حق سمجھ کر بھی قبول نہیں کرتے۔ فرق باطلہ کے اکابرین کے ساتھ بھی اسی قسم کے بعض اسباب واعذار تھے کہ وہ باطل کو باطل سمجھ کر بھی مذہب حق کی طرف نہ آ سکے۔ ایسے حالات میں عام مسلمانوں کا طبقہ شک وشبہہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

میں نے اس رسالہ میں ان علامات کو جمع کر دیا ہے، جس کی روشنی میں حق وباطل کا پہچاننا عام مسلمانوں کے لیے آسان ہو جائے گا۔ ایمان لانے والے سعادت مند لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی ایک معجزہ یا کسی ایک صفت کو دیکھ کر ایمان قبول کر لیے، جبکہ مشرکین مکہ ومنافقین مدینہ بہت کچھ دیکھ سن کر بھی کفر وشرک میں مبتلا رہے۔

ہم نے اس رسالہ میں مذہب حق کی پانچ نشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ مسلک حق پر استحکام اور جماعت حق کی جانب عقل وشعور اور فکر وقلب کے میلان کے لیے یہ پانچ علامتیں کافی ہیں۔ جو ازلی بدبخت ہو، وہ رب تعالیٰ سے حق سن کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا ہے، وہ غیروں کی بات کیونکر تسلیم کر سکتا ہے؟ بے مثل وبے نظیر رسول وپیغمبر کی صحبت پا کر، اور ان کی زبان مبارک سے کلمات حق سن کر بھی کفر وضلالت میں مبتلا رہتا ہے، وہ دوسروں کی بات سن کر کیسے راہ حق کی طرف آ سکتا ہے؟ انہوں نے کفر وگمرہی پر اصرار کر کے کفر وضلالت کو اپنا مقدر بنا لیا ہے۔ یہ لوگ توفیق الٰہی

سے دائمی محروم قرار پائے۔ ایسے بدترین گمرہوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ اللہ ورسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حکم ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بدوں کی صحبت میں رہا۔ وہ اپنا دین وایمان کھو بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے: آمین

(۱)﴿عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَکُونُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ کَذَّابُونَ یَاتُونَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَائُکُمْ -فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّونَکُمْ وَلَا یُفْتِنُونَکُمْ﴾ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰)

﴿ت﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں بڑے دھوکہ باز، بڑے جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے مومن آبا واجداد نے، پس تم ان سے بچو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کردیں۔

(۲)﴿عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: سَیَکُونُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ اُنَاسٌ یُحَدِّثُونَکُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَائُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ﴾
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰)

﴿ت﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے، وہ لوگ تمہیں ایسی باتیں بتائیں گے جو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آبا واجداد نے، پس تم اپنے آپ کو ان لوگوں سے بچانا۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا﴿اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ: کَلَّا بَلْ-رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ (سورہ مطففین: آیت ۱۳،۱۴)

﴿ت﴾ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں، کہے، اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ (کنزالایمان)

رین ایک قسم کا خطرناک قلبی مرض ہے۔ کسی گناہ پر اصرار کے سبب پیدا ہوتا ہے، پھر بندہ توبہ کی جانب مائل نہیں ہوتا۔ اس کا دل اس گناہ کا عادی ہوجاتا ہے۔

﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِیْئَۃً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِہٖ نُکْتَۃٌ سَوْدَاءُ فَاِذَا ھُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صَقَلَ قَلْبُہٗ وَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْھَا حَتّٰی تَعْلُوْ قَلْبَہٗ وَھُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ : کَلَّا بَلْ -رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ (سنن ترمذی: باب التفسیر سورہ مطففین)

(ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک کالا نکتہ ہو جاتا ہے، پھر جب وہ باز آ جاتا ہے، اور مغفرت طلب کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل چمک جاتا ہے، اور اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے تو نکتہ بڑھا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے دل کو گھیر لیتا ہے، اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے''۔

دل کا کالا پن گناہ کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اگر بڑا گناہ ہے تو دل میں بڑی سیاہی پیدا ہوتی ہے۔ چھوٹے گناہ میں چھوٹی سیاہی۔ جب مکمل دل سیاہ ہو جاتا ہے تو واپس آنا مشکل ہوتا ہے۔

﴿اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَۃِ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا اِسْوَدَّ سُدُسُ قَلْبِہٖ وَاِنْ قَتَلَ اِثْنَیْنِ اِسْوَدَّ ثُلُثُ قَلْبِہٖ وَاِنْ قَتَلَ ثَلَاثَۃً رِیْنَ عَلٰی قَلْبِہٖ فَلَمْ یُبَالِ مَا قَتَلَ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ: بَلْ -رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج۸ص۴۴۶-دارالفکر بیروت)

(ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ جس نے کسی مومن کو قتل کیا، اس کے دل کا چھٹا حصہ سیاہ ہو جاتا ہے، اور اگر دو مومن کا قتل کیا تو اس کی دل کی تہائی سیاہ ہو جاتی ہے، اور اگر تین مومن کا قتل کیا تو اس کا دل زنگ زدہ ہو جاتا ہے، پھر وہ پرواہ نہیں کرتا ہے جو اس نے قتل کیا، پس یہی ہے رب تعالیٰ کا فرمان:: ''بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے''۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے ۱۱۴۳ھ میں وہابی مذہب کا اعلان کیا۔ اس کے بعد وہابیوں نے عرب دنیا میں سنی علما وعوام کا بکثرت قتل کیا۔ خلافت عثمانیہ کی تباہی میں بھی وہابیوں کا بڑا کردار تھا۔ سب سے قابل افسوسناک بات یہ ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی شان اقدس میں تنقیص و بے ادبی کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جو قوم اپنے رسول کے بارے میں ذرہ برابر بے ادبی برداشت نہیں کرتی تھی، وہ لوگ خود بے ادبی میں کس طرح مبتلا ہو گئے؟ کیا دنیاوی دولت وثروت نے ان کی عقلوں کو ناکارہ بنا دیا تھا؟

ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے بھی ویسی کھلی گستاخی نہ کی تھی، جیسی بے ادبیاں نجدی نے کی، پھر یہ سلسلہ آگے بڑھ کر اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ) تک پہنچا۔ بعد والوں نے اپنے متقدمین سے بڑھ کر اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان مبارک میں ایسی جرائتیں کیں کہ انسانی عقلیں حیران ہیں۔ یہ لوگ عالم وفاضل کہلاتے تھے۔ قرآن وحدیث، تفسیر وعقائد اور علوم اسلامیہ سے واقف تھے۔ کیا ان لوگوں کی فطرت شیطان کی طرح تھی کہ حق کو جان بوجھ کر ترک کر دیا؟ یا بے ادبی پر اصرار کے سبب توبہ کی توفیق نہ مل سکی؟

اے مسلمانو! ہر جاہل انسان بھی اپنے باپ دادا کی عزت وتکریم کرتا ہے۔ ایک ناخواندہ آدمی بھی اپنے بزرگوں کا احترام کرتا ہے۔ ہر معاشرہ میں بڑوں کی بے ادبی جرم عظیم شمار کی جاتی ہے۔ خاندان کے بزرگوں، گاؤں، محلّہ کے بڑوں کا احترام کرنا انسانی رواج ہے، اور کسی آسمانی یا غیر آسمانی مذہب نے بھی اس روایت کو نہ روکا۔ مذہب اسلام نے بھی منع نہ کیا، پھر وہ بے مثل و بے نظیر ذات مقدس جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا مظہر اتم اور نمونہ بنایا ہو۔ جو پیغمبر، رب تعالیٰ کے دربار میں تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے پیارے ہوں، بھلا ان کی تعظیم وتوقیر کیونکر واجب نہیں ہوگی، اور ان کی بے ادبی کیسے جرم عظیم نہیں ہوگی؟

مسلمانو! اپنے آپ میں غور کرو۔ اگر کوئی تمہاری بے ادبی و بے عزتی کر ڈالے تو کیا تم اس کو پسند کرو گے؟ ہرگز نہیں۔ تم بھی اور تمہارے احباب واقارب بھی اس سے ناراض ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر تم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کی تو اللہ ورسول تم سے راضی ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ جو کام کرنے سے تمہاری دنیا وآخرت تباہ ہو جائے، تم کیوں اس کام کو کرنا چاہتے ہو؟ یا ایسے غلط لوگوں کا ساتھ کیوں دینا چاہتے ہو؟ کیا اللہ تعالیٰ ہر عظیم سے عظیم تر نہیں؟ پھر کیوں عظیم ترین سے روگردانی کر کے کسی خود ساختہ عظیم کے چکر میں پھنسے ہو؟

ابولہب جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا تھا، اسلام کے اعلان اول کے لیے قبائل قریش کو جبل بوقبیس کے دامن میں جمع فرمایا تھا۔ انھیں تمام معبودان باطل کو چھوڑ کر ایک معبود حقیقی کی عبادت کا پیغام سنایا۔ یہ سن کر ابولہب نے صرف اتنا کہا تھا۔ ''**تَبًّا لَّکَ سَائِرَ الْیَوْمِ، اَ لِھٰذَا جَمَعْتَنَا**'' (آپ کے لیے سارا دن تباہی ہو، کیا آپ نے اسی لیے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا)

رب تعالیٰ نے ابولہب کے قول کے جواب میں ایک مکمل سورت نازل فرمادی، جس کا نام سورہ لہب ہے۔ رب تعالیٰ نے ابولہب کا یہ جملہ نظر انداز نہیں فرمایا، حالانکہ اس میں صریح بے ادبی بھی نہیں، بلکہ گھر کے بزرگ لوگ اپنے چھوٹوں کو اس قسم کی بات عموماً بول دیا کرتے ہیں۔ ابولہب بھی چچا تھا۔ اسلام کے پیغام اول کے وقت مذکورہ جملہ پر وعید الٰہی نازل ہوئی، پھر تکمیل اسلام کے بعد صریح بے ادبیوں پر رب تعالیٰ کا رد عمل کیا ہوگا؟

تعظیم وتوقیر اور توہین و بے ادبی ان امور میں سے ہیں کہ عقل انسانی بھی ان امور میں بہت حد تک ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ کسی قول وفعل سے قبل غور کرلیا جائے۔ اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذرہ برابر بے ادبی ایمان کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔ خدانخواستہ اگر کبھی بھول چوک سے کوئی ناپسندیدہ قول یا فعل صادر ہوجائے تو حکم شرع معلوم ہوتے ہی فوراً توبہ کر لیں۔ رب تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ ہاں، کوشش یہی ہونی چاہئے کہ خود کو قابو میں رکھیں، تاکہ ایسی نوبت ہی نہ آئے۔ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ﴾ (سورہ بقرہ: آیت ۲۲۲)

〈ت〉 بیشک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو۔ (کنزالایمان)

تصور نبوی کے ساتھ درود پاک کا ورد ایمان کی حفاظت کا ایک مجرب نسخہ ہے۔ جو کوئی بھی صحت عقائد وعمل اور تعظیم وادب کے ساتھ مسلسل تصور مصطفوی میں مستغرق رہا، دلائل الخیرات شریف، درود تاج یا کسی درود پاک کو روز وشب کا وظیفہ بنالیا، بفضلہ تعالیٰ وہ دربار رسالت میں قبولیت پالیا۔ آثارِ قبولیت وہ خود محسوس کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو دنیا میں مجھ پر

سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے۔قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربت اسی کو میسر ہوگی ، جو مومن ہوگا۔اس طرح درود پاک کا ورد دنیا میں ایمان کی سلامتی اور حشر کے دن حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربت کا ذریعہ ہوگی۔قریب رہنے والا شفاعت سے بھی جلد سرفراز ہوگا۔حاصل کلام یہ کہ درود پاک دنیا وآخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔

﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اِنَّ اَقْرَبَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ اَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا﴾ (شعب الایمان للبیہقی ج۳ ص۱۱۱)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہر مقام پر تم لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا ، جو دنیا میں تم میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے بحالت قیام تحفہ صلوٰۃ وسلام بدرگاہ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش کرنے کو ایک عظیم مقبول عمل بتایا اور تحریر فرمایا۔

''خداوندا! ہیچ عمل ندارم کہ شایستہ درگاہ تو بود۔ ہمہ بعلت نقصان معلول وبمفسدات نیت مشمول ، جز یک عمل کہ ہر چند نسبت بایں جانب حقیر باشد ولیکن بذات پاک تو کہ بس عظیم وخطیر است۔ گرچہ اعمال بندگان ہمہ بہ نقصان وتقصیر موصوف است۔اما زبان ادب است ، تقصیر بآں عمل راضی نیست۔آں عمل کدام است؟ قیام بندگان درحضرت حبیب تو با تحفہ صلوٰۃ وسلام برآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنعت تضرع وانکسار وافتقار۔خداوندا! کدام موقف ومحل باشد کہ افاضہ خیر ونزول رحمت دروے زیادہ ازایں جاباشد؟ خداوندا! یقین صادق است کہ ایں عمل مقبول درگاہ تو خواہد بود ، ورد وبطلان رابداں راہ نہ باشد ومن جاء ہذا الباب لاتخشی علیہ الاسترداد ابدا''۔(اخبار الاخیار باب مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات ص۳۲۰:نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

﴿ت﴾ یا اللہ! میرے پاس کوئی عمل ایسا نہیں ، جو تیرے دربار کے لائق ہو۔تمام اعمال خامی اور فساد نیت پر مشتمل ہیں ، سوائے ایک عمل کے کہ گرچہ اس کی نسبت مجھ حقیر کی جانب ہے ، لیکن تیری ذات پاک کی رحمت کے سبب وہ شاندار اور عظیم ہے۔گرچہ بندوں کے تمام اعمال خامی وکمی سے

متصف ہوتے ہیں، لیکن زبان ادب ہے کہ اس عمل کو کسی سے متصف کرنے پر راضی نہیں۔ وہ کونسا عمل ہے؟ وہ تیرے بندوں کا تیرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تحفہ درود وسلام پیش کرنا ہے، انتہائی گریہ وزاری، عجز وانکساری اور محتاجگی ونیازمندی کے ساتھ۔ یا اللہ! وہ کون سا مقام ومکاں ہوگا کہ وہاں خیر وبرکت کی عطا اور رحمت کا نزول اس مقام سے زیادہ ہو؟ یا خدا! سچا یقین ہے کہ یہ عمل تیری بارگاہ میں قبول ہوگا، اور ردوعدم قبولیت کو اس جانب راہ نہ ملے گی، اور جو اس دروازہ سے آیا، کبھی بھی اس کی دعا کے رد ہونے کا خوف نہیں۔

حضور اقدس نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اعظم میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین انتہائی باادب تھے۔ یہی نفوس قدسیہ منازل عشق ومحبت، بلکہ جملہ ابواب اسلام ومسائل شریعت میں اہل اسلام کے قائد ورہنما ہیں۔ اتباع صحابہ کے سبب مذہب اہل سنت وجماعت کے خمیر میں عشق مصطفوی ومحبت نبوی جزو لاینفک کی مثل شامل وداخل ہے۔

ہماری پڑوسی جماعتیں اپنے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اپنے اکابرین کو حجاب بنا چکی ہیں۔ وہ پیر پرستی یا اکابر پرستی کے مرض مہلک میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے مشائخ واکابرین کی طرفداری میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت کا لحاظ نہیں کرتے۔ ان کے شیوخ واساتذہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبیاں اور بے توقیریاں صادر ہوئیں۔ حرمین طیبین اور عرب وعجم کے علمائے کرام ومشائخ عظام نے انہیں مرتد وخارج اسلام قرار دیا، پھر بھی ان کے متبعین نے ان بے ادبوں سے رشتہ ناطہ نہیں توڑا۔ شاید کہ ان کے مطلوب ومقصود یہ مشائخ واکابرین ہی ہوں۔

یا اللہ! ہم تمام مسلمانوں کو اپنے دین حق پر قائم ودائم فرما۔ ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما، جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضامندی ہو۔ ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرما۔

آمین یا ربنا آمین بحرمۃ النبی الامین وصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

☆☆☆☆☆

الحمد للّٰہ الذی ابدع الافلاک والارضین::والصلوٰۃ والسلام علٰی من کان نبیا وآدم بین الماء والطین::وعلٰی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الٰی یوم الدین::

باب اول

اسلام کا چودہ سو سالہ سفر

سال ۵۷۰ء میں حضور اقدس خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ چالیس سال بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا پیغام آیا۔ اب اعلان نبوت کے بعد دربار الٰہی میں قابل قبول مذہب صرف اور صرف دین اسلام ہے۔ یہودی اور عیسائی مذاہب گرچہ قدیم آسمانی مذاہب میں سے ہیں، لیکن اب اسلام کی آمد اور حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد وہ تمام مذاہب منسوخ ہوگئے۔ ان آسمانی مذاہب کی آخری مدت مذہب اسلام کی آمد تک تھی۔

اب جو دین اسلام پر ہے، وہی صراط مستقیم پر ہے۔ جو انس وجن مذہب اسلام سے منحرف ہے، وہ صراط مستقیم پر نہیں۔ اس کے لیے آخرت میں نجات نہیں۔ اخروی نجات کے لیے مذہب اسلام سے وابستہ ہونا ضروری ہے، اور دین اسلام کے تمام عقائد کو قبول کرنا ضروری ہے۔ ایسا نہیں کہ بعض عقائد کو قبول کریں اور بعض کا انکار کریں، اور مومن ہونے کا بھی دعویٰ کریں۔

(۱)﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾(سورہ آل عمران: آیت ۱۹)

﴿ت﴾ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (کنز الایمان)

(۲)﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَہُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾

(سورہ آل عمران: آیت ۸۵)

﴿ت﴾ اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا، وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت

میں زیاں کاروں میں سے ہے۔ (کنزالایمان)

(۳)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾ (سورہ بقرہ: آیت ۲۰۸)

﴿ت﴾ اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (کنزالایمان)

منافقین

جب تک حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں جلوہ افروز رہے، تب تک تمام اہل اسلام خالص مومن تھے۔ جب اعلان اسلام کے تیرہ سال بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرما ہوئے تو مدینہ مقدسہ میں مسلمانوں کی دو جماعت ہوگئی۔

(۱) ایک جماعت خالص مومنین کی یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۲) دوسری جماعت عبداللہ بن ابی بن سلول کی تھی، جنہیں منافقین کہا جاتا تھا۔

منافقین کی ذریت آج بھی مختلف شکلوں میں باقی ہے، اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے تباہ کن جراثیم کی مانند ہیں۔ جب منافقین حضور اقدس خاتم پیغمبراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر بھی حقیقی ایمان سے شرفیاب نہ ہوسکے تو ان کے وارثین ومتبعین، علمائے کرام کی دعوت وتبلیغ سے کیسے راہ حق کی جانب آسکتے ہیں؟ پس اے مسلمانو! اپنے ایمان وعمل کی حفاظت کرو، تمہارے ایمان وعمل کے بارے میں تم سے سوال ہوگا، نہ کہ دوسروں سے۔

مذہب اسلام میں فرقوں کا ظہور

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بہت سے لوگوں نے زکوٰۃ کا انکار کردیا۔ ان منکرین زکوٰۃ کو ''مرتدین'' کہا جاتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جہاد فرمایا۔ منافقین کے بعد مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی فرقہ بندیوں نے اہل

اسلام کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیا۔خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر زمانہ میں یمن کا ایک یہودی عبد اللہ بن سبا (م ۴۰ھ) بظاہر مسلمان بن کر مسلمانوں کے درمیان فتنہ پردازی میں مشغول ہوا،اور اسی کی فتنہ سامانیوں کے سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین اختلاف میں بھی ابن سبا کا اہم کردار تھا۔یہودی قوم کو آمد اسلام سے قبل ہی سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت میں مبتلا تھی۔آج تک قوم یہود کسی نہ کسی شکل میں اسلام و مسلمین کی بربادی و تباہی کے لیے سازشوں میں مصروف ہے۔

روافض کا وجود

عبد اللہ بن سبا کے پھیلائے ہوئے افکار و نظریات کے اثرات بد کے سبب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں روافض کا وجود ہوا۔عبد اللہ بن سبا یہودی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا نظریہ قائم کر دیا تھا۔حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے معتقدین کو آگ میں جلا دیا۔رفتہ رفتہ روافض (شیعہ فرقہ) مختلف گروہ میں تقسیم ہو گئے۔یہ لوگ عہد علوی سے آج تک موجود ہیں۔ایک طویل مدت سے ملک ایران میں شیعوں کی اکثریت ہے۔

خوارج کا آغاز

(۱) خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں سال ۳۷ھ میں خوارج کا فتنہ شروع ہوا۔شیث بن ربعی تمیمی،خوارج کا امیر العساکر اور عبد اللہ بن الکواء یشکری،امیر الصلاۃ مقرر ہوا۔(تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۶ ص ۵۰-ج ۶ ص ۳۵)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان خارجیوں سے جنگ فرمایا۔(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴)

(۳) رفتہ رفتہ خوارج کا نام و نشان مٹ گیا،لیکن خوارج سے متعلق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ خوارج ہوں گے،پھر ختم ہوں گے،پھر ہوں گے،پھر ختم ہوں گے،

یہاں تک کہ ان کا آخری حصہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔(سنن النسائی ج۲ص ۱۵۶)

(۴)اب تک خوارج مختلف شکلوں میں رونما ہو چکے ہیں۔ممکن ہے کہ ’’وہابیت‘‘ خوارج کی آخری شکل ہو، کیونکہ نجد سے ظاہر ہونے والے فتنوں کا خصوصی ذکر احادیث نبویہ میں وارد ہوا۔ سلفیان عرب رب تعالیٰ کو جسم وجسمانیات سے متصف ،عرش پر بیٹھا ہوا تسلیم کرتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ دجال کو خدا مان سکتے ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معتزلہ

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں معتزلہ کا وجود ہوا۔خلافت عباسیہ کے زمانہ میں معتزلہ نے بعض عباسی خلفا کو اپنا ہم عقیدہ بنالیا اور علمائے اہل سنت وجماعت پر بڑا ظلم ڈھایا۔علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے تحریر فرمایا کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۱ھ-۱۱۰ھ) کا شاگرد، واصل بن عطا (۸۰ھ-۱۳۱ھ) بعض اسلامی عقائد میں اپنے استاذ حضرت حسن بصری کی مخالفت کر کے ان سے جدا ہو گیا۔واصل بن عطا کے متبعین کا نام ’’معتزلہ‘‘ رکھا گیا۔(شرح العقائد النسفیہ ص۲۶-جامعہ اشرفیہ مبارکپور)

خوارج کا وجود عہد بہ عہد

چوتھی صدی ہجری میں بعض گمراہ حنابلہ نے خارجیت کی راہ اختیار کی۔ان میں ایک معروف فرد، قاضی ابو یعلیٰ (م۴۵۷ھ) تھا۔احناف وموالک ،شوافع وحنابلہ کی اجتماعی جدوجہد اور کاوش وجانفشانی سے یہ فتنہ بھی ملک عدم کو پہونچا۔ساتویں صدی ہجری میں وہابیوں کے جد اعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے خارجیت کو از سر نو زندہ کر دیا۔ابن تیمیہ کے بعض تلامذہ اس کے ہم خیال ہو گئے مثلاً ابن عبد الہادی (۷۰۵ھ-۷۴۴ھ)،ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ -۷۵۱ھ)،ابن کثیر دمشقی (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) وغیرہم۔ابن تیمیہ کا فتنہ بھی رفتہ رفتہ ختم ہو گیا، پھر ایک طویل مدت تک جمود طاری رہا، تا آنکہ ابن عبد الوہاب نجدی کا ظہور ہوا۔

وہابی فرقہ

بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے خارجیت کی تشکیل جدید کی۔ابن تیمیہ حرانی ،ابن قیم جوزیہ، داؤد ظاہری (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ) وابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا۔اس طرح وہابیت، ماقبل کے گمراہ افکار ونظریات کا معجون مرکب بن گئی۔نجدی نے نجد میں سال ۱۱۴۳ھ میں وہابی مذہب کا اعلان کیا۔پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں وہابیوں ودیگر عرب حکمرانوں کی غداری کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کو شکست ہوئی ،اور عرب میں سعودی حکومت یعنی وہابی حکومت کا قیام ہوا۔

وہابیت ہندوستان میں

اپنے وجود کے ۹۷: ستانوے سال بعد یعنی ۱۲۴۰ھ میں وہابیت ہند میں داخل ہوئی۔ ہند میں تحریک وہابیت کا داعی اول اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) ہوا۔ اسماعیل دہلوی کے متبعین میں سے بعض مقلد اور بعض غیر مقلد ہوئے۔مقلد وہابی کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔''تبلیغی جماعت'' دیوبندیت کی تبلیغ کرنے والی جماعت ہے۔غیر مقلدین کو اہل حدیث اور سلفی کہا جاتا ہے۔اسماعیل دہلوی کی فتنہ پروری اور انگریزوں کی سازش کے سبب ہندوستان میں مذہبی افراتفری کا دور شروع ہوا۔دیوبندی، اہل حدیث، اہل قرآن، مودودی، نیچری وغیرہا فرقوں نے جنم لیا، اور روز بروز فتنوں کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جارہا ہے۔

تہتر فرقے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ امت مسلمہ تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ بہت سے فرقے ظہور پذیر ہو چکے ہیں، اور جو باقی ہیں، وہ رفتہ رفتہ ظاہر ہوتے جا رہے ہیں۔اہل اسلام کو اپنا ایمان محفوظ رکھنا مشکل ہو چکا ہے۔ ہر فرقہ اپنی حقانیت پر قرآن و

حدیث سے دلیل پیش کرتا ہے۔عام مسلمانوں کو حق و باطل میں فرق کرنا مشکل ہو چکا ہے۔ ہر کوئی قرآن وحدیث کے مطالب سمجھنے کی اہلیت کہاں رکھتا۔اسے جو بتایا جاتا ہے،اسی کو حق سمجھ بیٹھتا ہے۔ایسی صورت حال میں یہ ضروری ہے کہ مذہب حق کی علامتوں اور نشانیوں سے قوم کو آگاہ کیا جائے ،تاکہ حق وباطل کو سمجھنا آسان ہوسکے۔اس رسالہ میں پانچ نشانیوں سے قوم کو آشنا کیا جارہا ہے۔جن کو ایمان اور آخرت کی فکر ہے،وہ پڑھ کر غور وفکر کریں،اور منزل مقصود کا تعین کرلیں: وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

مذہب حق کی علامتیں

عہد حاضر میں ہر جماعت اپنے آپ کو حق جماعت بتاتی ہے۔اس سے عام لوگ فطری طور پر خلجان میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اسلام ایک مکمل دین ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

(سورہ مائدہ: آیت ۳)

﴿ت﴾ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی،اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔(کنزالایمان)

جب یہ دین مکمل ہے تو عوام وخواص ہر ایک طبقہ کے لیے یہ مکمل ہے،اور مذہب حق کو اختیار کرنے کا واجبی حکم عوام وخواص ہر ایک کے لیے ہے،پس لامحالہ ہر عام وخاص کے لیے مذہب حق کی علامتیں اور نشانیاں بتائی گئی ہوں گی،اور یقیناً عوام وخواص سب کے لیے مذہب حق کی نشانیاں بتائی گئی ہیں۔خواص کے لیے قرآن واحادیث میں دلائل موجود ہیں۔اسی مفہوم کو حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ’’ما انا علیہ واصحابی‘‘ سے تعبیر فرمایا کہ علمائے اسلام دلائل کی روشنی میں جس مذہب کو طریق رسول وطریق صحابہ پر پائیں،اسی کو حق تسلیم کریں ۔عام مسلمانوں کے لیے بھی حضور اقدس ہادی عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔بعض علامات محررہ ذیل ہیں۔

(۱) جو مذہب حق ہوگا، وہ عہد رسالت سے سلسلہ وار بلا انقطاع قیامت تک باقی رہے گا۔

(۲) اہل حق تعداد میں سب سے زیادہ ہوں گے، اسی لیے مذہب حق کو سواد اعظم کہا جاتا ہے۔

(۳) مسلک حقہ کے بہ نسبت خوارج واہل باطل کی عبادت زیادہ ہوگی۔

(۴) اہل حق حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور ادب واحترام کریں گے، اور محبت نبوی کو معیار نجات اعتقاد کریں گے۔

(۵) مسلک حق کی حفاظت کے لیے ہر صدی میں رب تعالیٰ مجددین کو بھیجے گا۔

تہتر فرقوں میں سواد اعظم کون؟

اسلام کے تہتر فرقوں میں وہی جماعت صراط مستقیم پر ہے جو سواد اعظم ہے، یعنی اہل اسلام (کلمہ گویان اسلام) کی سب سے بڑی جماعت ہے، اور فرقہ ناجیہ کی چند اہم نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی اس کا سواد اعظم ہونا ہے۔ حدیث نبوی علیٰ صاحبہ التحیۃ والثنا میں وارد ہونے والے لفظ ''السواد الاعظم'' کی مختلف تشریحات متقدمین کی تحریروں میں موجود ہیں۔

چونکہ ہر جماعت اپنے موقف پر قرآن وحدیث پیش کرتی ہے، اس لیے عوام الناس شش وپنج میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک عام مسلمان صحیح یا غلط میں کچھ امتیاز نہیں کر پاتا۔ آخر کار جس کی بات اسے پسند آ جاتی ہے، وہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے، لہٰذا اس رسالہ میں مذہب حق کی وہ علامتیں رقم کی گئی ہیں، جو عام مسلمانوں کی سمجھ میں آ سکیں، اور ان علامتوں کی روشنی میں عوام الناس حق وباطل کا فیصلہ کر سکیں، اور اپنے لیے مذہب حق کا انتخاب ارشادات نبویہ کی روشنی میں کر سکیں۔ دنیا میں آنے کا مقصد آخرت کی تیاری ہے، پس فکر آخرت لازم ہے۔

موت کے بعد ہر ایک کو اپنے ایمان وعمل کا حساب دینا ہے، اور جو کچھ بھی کرنا ہے، وہ دنیا ہی میں ہو سکتا ہے۔ دنیا ''دار العمل'' (عمل کی جگہ) ہے، اور آخرت ''دار الجزا'' (بدلہ کی جگہ) ہے۔ ایمان کے بارے میں قبر ہی میں سوالات ہوتے ہیں۔ اگر صحیح جواب نہ دے سکا تو عذاب قبر جھیلنا ہوگا۔ منکر ونکیر قبر میں آ کر مندرجہ ذیل تین سوال کرتے ہیں۔

(۱)مَنْ رَبُّکَ؟ (تیرا رب کون ہے؟)

(۲)مَا دِیْنُکَ؟ (تیرا دین کیا ہے؟)

(۳)مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ شَانِ ھٰذَا الرَّجُلِ؟

(تم ان شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟)

ایمان کا حساب قبر ہی میں ہوتا ہے، جبکہ عمل کا حساب میدان حشر میں ہوگا، اس لیے ایمان کی درستگی کی فکر اولین مرحلہ میں ہونی چاہئے، پھر زندگی کے تمام اعمال کو بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق بجالانا چاہئے۔

کثرت تعداد معیار حقانیت

مذہب اہل سنت و جماعت ہر عہد میں کثیر التعداد رہا۔ تمام باطل فرقوں کی مجموعی تعداد بھی اہل سنت و جماعت کے برابر نہ ہوسکی، پھر انفرادی طور پر کسی ایک باطل فرقہ کی تعداد اہل سنت و جماعت کے برابر کیونکر ہوسکتی ہے؟ عہد حاضر میں پیدا شدہ مغالطہ قلت توجہ کا نتیجہ ہے۔ مابعد صفحات میں ان مغالطّوں کے جوابات بھی مرقوم ہیں۔

(۱) محدث عبد الغنی بن ابوسعید بن صفی عمری مجددی دہلوی (۱۲۳۵ھ-۱۲۹۶ھ) نے ''انجاح الحاجۃ حاشیۃ علیٰ سنن ابن ماجہ'' میں لکھا:﴿**فعلیکم بالسواد الاعظم ای جملة الناس و معظمهم الذین یجتمعون علیٰ طاعة السلطان وسلوک النهج المستقیم کذا فی المجمع-فهذا الحدیث معیارعظیم لاهل السنة والجماعة شکر الله سعیهم فانهم هم السواد الاعظم وذلک لایحتاج الیٰ برهان فانک لو نظرت الیٰ اهل الاهواء باجمعهم مع انهم اثنان وسبعون فرقة،لایبلغ عددهم عشر اهل السنة**﴾ (شرح ابن ماجہ ج اص ۲۸۳-قدیمی کتب خانہ کراچی)

〈ت〉پس تم پر سواد اعظم کی پیروی لازم ہے، یعنی مسلمانوں کے مجموعی حصہ اور ان کے بڑے طبقہ کی پیروی لازم ہے جو بادشاہ کی طاعت اور صراط مستقیم پر چلنے پر متفق ہوں۔ اسی طرح ''مجمع بحار

الانوار'' میں ہے، پس یہ حدیث اہل سنت و جماعت کے لیے ایک عظیم معیار ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کا بدلہ عطا فرمائے،اس لیے کہ اہل سنت و جماعت ہی سواد اعظم ہیں اور اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں،اس لیے کہ اگر تم تمام اہل بدعت کی طرف دیکھو گے تو باوجودیکہ وہ بہتر فرقہ ہیں،ان کی تعداد اہل سنت و جماعت کی دہائی (دس فیصد) کو نہ پہنچ پائے گی۔

(۲) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) رقمطراز ہیں۔

''اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ و رسول جل و علیٰ و صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب و سنت سے ثابت کرے۔عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں،ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی،لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو،وہ حق ہے،اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے،مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہونچ سکے''۔(فتاوی رضویہ ج ۱۱ص ۵۶،۵۷-رضا اکیڈمی ممبئی)

سنی کون ہے؟

(۱)﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ-ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورہ روم: آیت ۳۰)

﴿ت﴾ تو اپنا منہ سیدھا کر اللہ کی اطاعت کے لیے،اکیلے اسی کے ہو کر،اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا،یہی سیدھا دین ہے،مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔

(کنز الایمان)

(۲)﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ﴾

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ص ۲۰۳)

﴿ت﴾ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے،پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا

دیتے ہیں۔

(۳) ﴿مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ حَتّٰی یُعْرِبَ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ﴾ (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۳۴۱-۱ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۳۵۳- المختارۃ للضیاء المقدسی ج ۲ ص ۲۰۱- معرفۃ الآثار والسنن ج ۱۱ ص ۳۹۱- عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم- حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۶)

﴿ت﴾ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بولنے لگے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

(۴) امام ابوالقاسم لالکائی شافعی (م ۴۱۸ھ) نے لکھا۔

﴿عَنْ جَعْفَرِبْنِ بُرْقَانَ: اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ لِرَجُلٍ، وَسَأَلَهُ عَنِ الْاَھْوَاءِ- فَقَالَ: عَلَیْکَ بِدِیْنِ الصَّبِیِّ الَّذِیْ فِی الْکِتَابِ وَالْاَعْرَابِیِّ- وَالْهُ عَمَّا سِوَاھُمَا﴾

(شرح اصول اعتقاد اہل السنہ ج ۹ ص ۶- دار طیبہ ریاض)

﴿ت﴾ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹۹ھ-۱۰۱ھ) نے اس آدمی سے فرمایا جس نے ان سے بدعتوں کے بارے میں سوال کیا، پس آپ نے فرمایا: تجھے اس بچے کا مذہب اختیار کرنا ہے جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، اور دیہاتی کے مذہب کو اختیار کرو، اور ان دونوں کے علاوہ سے غافل ہو جاؤ۔

(۵) قوام السنہ حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل جوزی اصبہانی (۴۵۷ھ-۵۳۵ھ) نے تحریر فرمایا ﴿عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ لِرَجُلٍ وَسَأَلَهُ عَنِ الْاَھْوَاءِ، فَقَالَ: وَعَلَیْکَ بِدِیْنِ الصَّبِیِّ الَّذِیْ فِی الْکِتَابِ وَالْاَعْرَابِیِّ وَالْهُ عَمَّا سِوَاہُ- قَالَ عَمْرُوبْنُ قَیْسٍ فِیْ تَفْسِیْرِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ فَقَالَ: ھُوَ بِحَمْدِ اللّٰہِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْمَرْأَۃُ وَالصَّبِیُّ وَالْاَعْرَابِیُّ وَالْجَمَاعَۃُ یَعْنِیْ ھٰؤُلَاءِ لَایَعْرِفُوْنَ اِلَّا الْاِسْلَامَ﴾

(الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۳۱)

﴿ت﴾ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی سے فرمایا جس نے ان

سے بدعتوں کے بارے میں سوال کیا، پس آپ نے فرمایا: تجھے اس بچے کا مذہب اختیار کرنا ہے جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، اور اعرابی کے مذہب کو اختیار کرو، اور ان دونوں کے علاوہ سے غافل ہو جاؤ۔ عمرو بن قیس نے ''سواد اعظم'' کی تفسیر میں فرمایا: بحمدہ تعالیٰ سواد اعظم وہ ہے جس پر عورت، بچہ، اعرابی اور جماعت مسلمین ہیں، یعنی یہ لوگ صرف اسلام کو جانتے ہیں۔

توضیح: بچہ، عورت اور دیہات کے رہنے والے مسلمانوں کو صرف اجمالی طور پر اسلام کی معرفت ہوتی ہے۔ نہ یہ لوگ گمرہوں کے عقائد سے واقف ہوتے ہیں، نہ ہی ان عقائد کو مانتے ہیں، پس ایسے لوگ اہل سنت و جماعت میں شمار کیے جائیں گے۔ اسی طرح وہ لوگ اہل سنت میں شمار ہوں گے، جو گمرہوں کے عقائد جانتے ہیں، لیکن ان عقائد کو مانتے نہیں، جیسے اہل سنت و جماعت کا تعلیم یافتہ طبقہ، پس ان دونوں طبقوں کا شمار اہل سنت و جماعت میں ہوگا، یعنی ایک وہ طبقہ جو خلاف اسلام و خلاف اہل سنت عقائد و نظریات سے واقف ہی نہیں، جیسے مسلمان بچہ، مسلمان عورت اور دیہاتی مسلمان یا لاعلم مسلمان، دوسرا وہ طبقہ جو خلاف اسلام اور خلاف اہل سنت عقائد سے واقف ہے، لیکن ان عقائد کو مانتا نہیں، جیسے تعلیم یافتہ سنی مسلمان۔

کافروں میں اس کا شمار ہوگا جو خلاف اسلام کوئی عقیدہ رکھتا ہو، اور گمرہوں میں اس کا شمار ہوگا جو خلاف اہل سنت کوئی عقیدہ رکھتا ہو۔ اگر بچہ یا عورت یا دیہاتی خلاف اسلام کوئی عقیدہ رکھے تو اہل اسلام میں اس کا شمار بھی نہ ہوگا، اور اگر خلاف اہل سنت کوئی عقیدہ رکھے تو اس کا شمار اہل سنت میں نہ ہوگا۔ مذہب اسلام کے خلاف کوئی ایک عقیدہ رکھے تو اسلام سے خارج ہو جائے گا، اسی طرح مذہب اہل سنت کے خلاف کوئی ایک عقیدہ بھی رکھے تو مذہب اہل سنت و جماعت سے خارج ہو جائے گا۔

عقائد دو حصوں میں منقسم ہیں (۱) ضروریات اسلام (۲) ضروریات اہل سنت و جماعت۔ ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ ضروریات اہل سنت میں سے کسی کا انکار سنیت سے خارج کر دیتا ہے۔ تفصیل ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ'' میں ہے۔ بعض امور کی وضاحت کے لیے ''البرکات النبویہ'' کی بعض عبارتیں مرقومہ ذیل ہیں۔

الایمان الاجمالی والایمان التفصیلی

الایمان الاجمالی کافٍ للدخول فی الاسلام،وَلکن یجب ان یؤمن بالتفاصیل بعد عِلْمِهَا—وَاِنْ اَنْکَرَ التفاصیل بعد العلم بها فهو خارج عن الاسلام و غیر مؤمن.

قال التفتازانی فی حد الایمان:''التصدیق بجمیع ما جاء به النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اجمالًا کافٍ فی صحة الایمان—وانما یحتاج الٰی بیان الحق فی التفاصیل عند ملاحظتها—وَاِنْ کَانَتْ عَمَّا لَاخِلَافَ فِیْ تَکْفِیْرِ الْمُخَالِف فیها—کحدوث العالم—فَکَمْ مِنْ مؤمن لَمْ یعرف معنی الحادث والقدیم اصلًا و لم یخطر بباله حدیث حشر الاجساد قطعًا،لکن اذا لاحظ ذلک،فلو لم یصدق، کان کافرًا''(شرح المقاصدج۲ص۲۷۰)

قال السید السند الشریف الجرجانی فی تعریف الایمان:''التصدیق للرسول فیما علم مجیئه صلی اللّٰہ علیه وسلم به ضرورةً—تَفْصِیْلًا فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلًا—و اِجْمَالًا فِیْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا—فَهُوَ فِی الشَّرْعِ تصدیقٌ خاصٌّ''

(شرح مواقف ص۷۱۸)

قال التفتازانی:''(الکفر عدم الایمان عَمَّا من شانه)—وهذا معنٰی عدم تصدیق النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی بعض ما عُلِمَ مجیئه بالضرورة،وَالظَّاهِرُ اَنَّ هذا اَعَمُّ مِنْ تَکْذِیبه صلی اللّٰہ علیه وسلم فی شیءٍ مِمَّا عُلِمَ مَجِیْئُه به عَلٰی مَا ذَکَرَہُ الامام الغزالی—لِشُمُوْلِه الکافر الخالی عن التصدیق والتکذیب''.

(شرح مقاصدج۲ص۲۶۷)

قال الهیتمی:(۱)''اَنَّ الشَّرط فی ابتداء الایمان،اِنَّمَا هو التصدیق بجمیع المعلوم بالضرورة اجمالًا—فَیَکْفِیْ ذلک—ولا یشترط التصدیق بالامور

التفصيلية الضرورية–اِلَّا لِمَنْ عَلِمَهَا تفصيلاً–فَيُكَلَّفُ بِالتَّصديق والاذعان بها –فَاِنْ صَدَّقَ وَاَذْعَنَ،اِسْتَمَرَّ عَلٰى اِيْمَانِه–وَاِلَّا كَفَرَ مِنْ حِيْنَئِذٍ".

(۲)"ومِنْهَا قول المحقق الكمال بن ابى شريف فى شرحه مسايرة شيخه المحقق الكمال بن الهمام:"جمهور الاشاعرة وبه قال الماتريدى–ان الايمان هو التصديق بالقلب فقط اى قبوله واذعانه لِمَا عُلِمَ بالضرورة من دين محمد صلى اللّٰه عليه وسلم بحيث تَعْلَمُهُ الْعَامَّةُ من غير نظرواستدلال كالوحدانية و النبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزكاة والحج وحرمة الخمرونحوها –ويكفى الاجمال فِيْمَا يُلَاحِظُ اِجْمَالًا كَالْاِيْمَان بالملائكة والكتب و الرسل –ويشترط التفصيل فِيْمَا يُلَاحِظُ تَفْصِيْلًا كجبرئيل وميكائيل وموسٰى وعيسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَام والتوراة والانجيل–حَتّٰى مَنْ لَمْ يُصَدِّقْ بواحدٍ مِنْهَا كَفَرَ"– اِنْتَهٰى،فافهم هذا–اِنَّ ما علم من الدين بالضرورة–اِنْ شعر به من جَهِلَه – اِشْتَرَطَ تَصْدِيْقُه بِه اِجْمَالًا،اِنْ شَعُرَ بِه اِجْمَالًا،كالملائكة والكتب والرسل– وَتَفْصِيْلًا اِنْ شَعُرَ بِه تَفْصِيْلًا كجبرئيل و موسٰى والتوراة–وَاَنَّه لا يشترط فى صحة الايمان–اَنْ يُصَدِّقَ بالاشياء الْمُفَصَّلَةِ اِلَّااِذَا شَعُرَ بِهَا مُفَصَّلَةً".

(الفتاوى الحديثيه ص١٤٠-دارالفكر بيروت)

(۳)"ومنها قولهما ما حا صله–اَنَّ الَّذى يجب الايمان به هو ما جاء به محمد صلى اللّٰه عليه وسلم عن اللّٰه عزوجل–فيجب التصديق بكل ما جاء به من اعتقادى وعملى–ومعنى التصديق بالعملى اعتقاد حقية العمل–وتفا صيل هذين كثيرةٌ جِدًّا–اِذْ حَاصِلُ مَا فِى الْكُتُبِ الْكَلَامِيَّةِ هو الاعتقادات–وما فى دواوين السنة هوالاعتقادات والاعمال–فاكتفٰى بالاجمال–وهواَنْ يُقِرَّ بِاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم بشرط مطابقة قلبه واستسلامه بلسانه–واما التفاصيل،فما يعقله المكلف فيها–لَزِمَه اعطا ئُه حَقَّه

–ثُمَّ اِنْ نَفٰی جحودُہ الاستسلامَ– کالمواظبة علٰی ترک سنةٍ استخفافًا بها وقَتْلِ نَبِیٍّ ونحوهما–مما ذکره الحنفیة فی کتبهم وتبعهم علٰی اکثرها ائمتُنا فی الفروع–اَوْوَجَبَ تَکْذِیْبُ النَّبی صلی اللّٰہ علیه وسلم– کجحد المعلوم من الدین بالضرورة،کَانَ جَحْدُہ کُفرًا–وَاِنْ لَمْ ینف جحدُہ ذلک– کان جحدُہ فِسْقًا وَضَلاَلًا'' (الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۰)

قال الهیتمی عن تصدیق المُوْمَنْ به:''ان التصدیق بذلک له جهتان–اِجْمَالِیٌّ و هو مندرج فی التصدیق بالوحدانیة ورسالة محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم–و هذا یکفی ممن لم یخطر بباله شَیْءٌ من التفاصیل المعلومة من الدین بالضرورة –وتفصیلی وهوشرطٌ فِیْمَنْ لحظ شَیْئًا من تلک التفاصیل–فَلَا یَکون مومنًا حَتّٰی یُصَدِّقَ بِمَا لحظه اَوْ عَرَفه مِنْهَا'' (الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۱)

مُتَعَلَّقُ الْاِ یْمَانِ

قال الهیتمی:''ومنها قولهماما حا صله–اَنَّ الَّذی یجب الایمان به هو ما جاء به محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم عن اللّٰہ عزوجل،فیجب التصدیق بکل ما جاء به من اعتقادی وعملی–ومعنی التصدیق بالعملی اعتقاد حقیة العمل–وتفا صیل هذین کثیرةٌ جِدًّا–اِذْ حَاصِلُ مَا فِی الْکُتُبِ الْکَلَامِیَّةِ هوالاعتقادات–وما فی دواوین السنة هو الاعتقادات والاعمال–فاکتفٰی بالاجمال–وهواَنْ یُقِرَّ بِاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بشرط مطابقة قلبه و استسلامه بلسانه–واما التفاصیل،فما یعقله المکلف فیها–لَزِمَه اعطا ئُه حَقَّه –ثُمَّ اِنْ نَفٰی جحودُہ الاستسلامَ– کالمواظبة علٰی ترک سنةٍ استخفافًا بها و قَتْلِ نَبِیٍّ ونحوهما–مما ذکره الحنفیة فی کتبهم وتبعهم علٰی اکثرها ائمتُنا فی الفروع–اَوْوَجَبَ تَکْذِیْبُ النَّبی صلی اللّٰہ علیه وسلم– کجحد المعلوم من

الـديـن بالضرورة، كَانَ جَحْدُه كُفْرًا–وَاِنْ لَمْ ينف جحدُه ذلكـ–كان جحدُه فِسْقًا وَضَلاَلًا'' (الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۰)

قال العلامة البدايونى:''مُتَعَلَّقُ الْاِيْمَانِ اَىْ مَا يَجِبُ الْاِيْمَانُ بِه هُوَ مَاجَاءَ بِه مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ الـلّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم–فَيَجِبُ التَّصْدِيْقُ بِكُلِّ مَا جَاءَ بِه عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى –مِنْ اِعْتِقَـادِىٍّ وَعَمَلِىٍّ–والمراد بالعملى اِعْتِقَادُ حَقِّيَّةِ الْعَمَلِ– وَحَاصِلُ كُلِّ ما فـى الـكـتـب الكلامية ودواوينِ السنة تَفَاصِيْلُ لِهٰذَيْنِ–وَ اِجْمَالُه اَنْ يُقِرَّ بِاَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا الـلّٰـهُ وَبِـاَنّ مُـحَـمَّـدًا رَسُـوْ لُ اللّٰهِ عن مطابقة جنانه واستسلامه –وَمَا وَقَعَ مِنَ التَّفَاصِيْلِ فى ملاحظة الْمُكَلِّفِ بِاَنْ جَذَبَه جَاذِبٌ اِلٰى تَعَقُّلِ ذلكـ الامر التفصيلى وَجَـبَ الْاِيْـمَـانُ بِـه تَـفْـصِيْلًا–فَـاِنْ كَانَ ذٰلِكَ الْاَمْرُ التَّفْصِيْلِىُّ مِمَّا يَنْفِى جَحْدُه الْاِسْلَامَ اَوْ يُـوْجِبُ التَّكْذِيْبَ لِلنَّبِىِّ صلى اللّٰه عليه وسلم فَجَحَدَه الْمُكَلَّفُ حُكِمَ بِاَنَّهٗ كَافِرٌ–وَاِلَّا فُسِّقَ وَضُلِّلَ اَىْ حُكِمَ بِاَنَّه فَاسِقٌ ضَالٌّ''(المعتقد المنتقد ص۲۰۹)

اهل القبلة من هو؟

﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ الـنَّـاسَ حَتّٰـى يـقـولـوا لااله الااللّٰه–فَاِذَا قَالُوْا وَصَلُّوْاصَلاتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَ اَكَلُوْاذَبِيْحَتَنَافَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَائُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّابِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ﴾

(صحیح البخاری ج۱ص۵۶)

قـال ابـن حـجـر الـعسـقـلانـى الشافعى فى شرح هذا الحديث:''وفيه ان امورَ الـنَّـاس مـحـمولةٌ عَلى الظاهر،فَمَنْ اَظْهَرَ شعارَالدِّيْنِ اُجْرِيَتْ عَلَيْه اَحْكَامُ اَهْلِه مالم يظهر منه خلاف ذٰلكـ''(فتح الباری ج۱ص۵۹۲–دارالبیان القاہرۃ)

اصطلاح اهل القبلة ماخوذٌ من هذا الحديث وامثاله–والمراد باهل القبلة–من لا يُـنْـكِـرُ شَيْـئًـامـن ضـروريات الدين–وهومومن–فَاِذَا اَنْكَرَ شَيْئًا ضَرُوْرِيًّا من

ضروريات الدين فهو خارجٌ عن الاسلام وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ–فالتعجب كل التعجب من يحسب اَنَّ كُلَّ من يصلى مُسْتَقْبِلَ القبلة فهو من اهل القبلة–وَ يَلْزَمُ عَلٰى قوله ان اليهودى اِنْ صَلّٰى صَلاةَ الْمسلمين مستقبلَ القبلة فَيَصِيْر من اهل القبلة مع انكار الْاِسْلَام–وَهَلْ هٰذَا اِلَّا ضَلالَةٌ بَيِّنَةٌ–فَالْمُرَادُ باهل القبلة هو المومن–وَهٰهُنَا سَاُقَدِّمُ اِلَيْکَ مفهومَ الايمان والكفر لِيَتَّضِحَ لَکَ الْاَمْرُ.

قال الغزالى فى بحث الاجماع عن المبتدع:"اما اذا كَفَرَ بِبِدْعَتِه فعند ذلک لايعتبر خلافُه وَاِنْ كَانَ يصلى الى القبلة ويَعْتَقِدُ نَفْسَه مسلمًا–لان الامة لَيْسَتْ عبارة عن المصلين الى القبلة،بل عن المؤمنين وهو كافرٌ–وان كان لا يدرى انه كافرٌ"(المستصفى ج ١ ص ١٨٤)

(البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ:الرسالۃ الثانیہ)

حدیث"سواد اعظم"کاتعلق اعتقادیات سے

(۱) ملک المحدثین محمد طاہر صدیقی ہندی فتنی گجراتی حنفی(۹۱۰ھ-۹۸۶ھ) نے لکھا۔

﴿اتبعوا السواد الاعظم–عب–يعبربه عن الجماعة الكثيرة..........هذا فى اصول الدين–واما الفروع فيجوزفيها اتباع كل من المجتهدين﴾

(مجمع بحارالانوارج ۵ ص ۴۸۱)

〈ت〉سواد اعظم کی پیروی کرو۔سواد اعظم سے بڑی جماعت کی تعبیر کی جاتی ہے۔یہ اصول دین سے متعلق ہے،لیکن فروعیات تو اس میں تمام مجتہدین کی پیروی جائز ہے۔

(۱) محدث ملا علی قاری حنفی مکی(۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿(اتبعوا السواد الاعظم)يعبربه عن الجماعة الكثيرة–والمراد ما عليه اكثر المسلمين–قيل:وهذا فى اصول الاعتقاد كاركان الاسلام–واما الفروع كبطلان الوضوء بالمس مثلا فلاحاجة فيه الى الاجماع،بل يجوز اتباع كل

واحد من المجتهدين كالائمة الاربعة–وما وقع من الخلاف بين الماتريدية و الاشعرية فی مسائل فهی ترجع الی الفروع فی الحقیقة فانها ظنیات–فلم تکن من الاعتقادیا ت المبنیة علی الیقینیات،بل قال بعض المحققین ان الخلف بینهما فی الکل لفظی﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج اص۳۸۳-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾فرمان نبوی ’’سواداعظم کی پیروی کرو‘‘-سواداعظم سے بڑی جماعت کوتعبیر کیا جاتا ہے، اورسواداعظم سے وہ طریقہ مراد ہے جس پر اکثر مسلمین ہوں۔کہا گیا کہ سواداعظم کی پیروی کاحکم اصول عقائد یعنی فرائض اسلام کے بارے میں ہے،لیکن فروعیات جیسے عورت کوچھونے سے وضو کاٹوٹ جانا مثلاً تواس میں سواداعظم کےاجماع کی ضرورت نہیں، بلکہ مجتہدین میں سے ہرایک کی پیروی جائز ہے،جیسے ائمہ اربعہ کی پیروی،اور ماتریدیہ اوراشعریہ کے مابین چندمسائل میں جو اختلاف واقع ہوا، وہ مسائل درحقیقت فروعیات کے باب سے ہیں،اس لیے کہ وہ سب ظنی ہیں ،پس وہ ان عقائدمیں سے نہیں ہیں جویقینی دلائل پرمبنی ہیں، بلکہ بعض محققین نے فرمایا کہ تمام مختلف فیہ مسائل میں ماتریدیہ واشعریہ کے مابین لفظی اختلاف ہے۔

(۲)امام احمد رضا قادری نے تحریرفرمایا۔’’اتباع سواداعظم کاحکم اور’’مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ‘‘کی وعید صرف دربارۂ عقائد ہے۔مسائل فرعیہ فقہیہ کواس سے کچھ علاقہ نہیں۔صحابہ کرام سے ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال خلاف جمہور نہ ہوں‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ص۴۸۲-رضا اکیڈمی ممبئ)

توضیح: جب فقہی مسائل کاان احادیث سےکوئی تعلق نہیں تواعمال عباد کا کیسے تعلق ہوسکتا ہے؟ نیز یہی حکم حدیث ’’علیکم بالجماعۃ‘‘ کا بھی ہوگا، اس حدیث کاتعلق بھی عقائد سے ہو گا،یعنی مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت جن عقائد پر ہو،انہی عقائد پرقائم رہو۔مسلمانوں کی بڑی جماعت جن عقائد پرہوگی،وہ عقائدحق ہوں گے،یعنی حق جماعت کثیرالتعداد ہوگی۔

☆☆☆☆☆

باب دوم

علامات حقانیت برائے جماعت حق

اس باب میں مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی علامتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ مسلمانوں سے عرض ہے کہ پڑھیں اور غور کریں، تاکہ مذہب حق کی حقانیت آپ کے لیے روشن ہو جائے۔ دنیا میں آنے کا مقصد آخرت کو سنوارنا ہے۔ آخرت کی ہر نعمت کا مدار و مبنیٰ ایمان ہے۔ اگر ایمان صحیح نہیں ہے تو محض اعمال صالحہ اخروی نجات کے لیے کافی نہیں۔

علامات حقانیت برائے علمائے دین

''کونوا مع الصدقین''

(۱)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾(سورہ توبہ: آیت ۱۱۹)

﴿ت﴾ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ ہو۔(کنزالایمان)

''ما انا علیہ واصحابی''

(۲)﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَیَاتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ كَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَالنَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّهٗ عَلَانِیَةً لَكَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ–وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّامِلَّةً وَاحِدَةً–قَالُوْا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟قَالَ:''مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ''–رواه الترمذی﴾(مشکوۃ المصابیح ص۳۰)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر وہی کیفیت آئے گی جو قوم بنی اسرائیل پر آئی، بالکل برابر برابر، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ بدکاری کیا ہوگا تو میری امت میں کوئی ہوگا جو ایسا کرے گا، اور قوم بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں منقسم ہوگئی، اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوجائے گی، اور وہ تمام جہنمی ہوں گے، مگر ایک فرقہ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ جنتی فرقہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

توضیح: ''ماانا علیہ واصحابی'' کا ادراک، علم وفضل پر موقوف ہے۔ یہ ادراک صرف علمائے کرام کو حاصل ہوسکتا ہے۔ ارباب علم ودانش کسی بھی مسئلہ کو قرآن حدیث کی روشنی میں جانچ سکتے ہیں کہ صحیح ہے یا غلط؟ لیکن یہ کام عوام مسلمین کی قوت سے باہر ہے، بلکہ عام مسلمان جب ہر طبقہ و فرقہ کے لوگوں سے اپنے دعویٰ پر قرآن وحدیث سنتا ہے تو وہ الجھن میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ کون سا فرقہ حق ہے اور کون سا باطل؟ انجام کار عوام الناس کچھ بھی صحیح فیصلہ نہیں کر پاتے، حالانکہ انہیں بھی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، اور اپنے ایمان وعمل کا حساب دینا ہے، لہٰذا عوام مسلمین کے لیے حقانیت کا جو معیار بتایا گیا ہے، اس سے قوم کو روشناس کرایا جائے، تاکہ عام مسلمان بھی بطریق احسن اپنے ایمان وعقیدہ کا تحفظ کرسکے۔ یہ رسالہ اسی باب کی ایک حسین کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے: آمین بحرمۃ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علامات حقانیت برائے عامۃ المسلمین

عہد رسالت میں منافقین کے خاتمہ کے بعد جس طرح تمام مومنین مذہب حق پر قائم تھے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد بھی بدمذہبیت ختم ہوجائے گی، اور تمام مومنین مذہب اہل سنت پر ہوں گے۔ اہل حق کی پانچ ظاہری علامتیں اس رسالہ میں زیر بحث ہیں۔ قارئین اپنی آخرت کو مدنظر رکھ کر رسالہ کو بغور پڑھیں، ان شاء اللہ تعالیٰ حق وباطل روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا: وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

(۱) مذہب حق کا عہد رسالت سے اتصال۔

(۲) اہل حق کی کثرت تعداد بہ نسبت فرق ضالہ۔

(۳) اہل حق کی قلت عبادت بہ نسبت خوارج۔

(۴) اہل حق کا عشق مصطفوی کو معیار نجات اعتقاد کرنا۔

(۵) مسلک حق کے تحفظ کے لیے ہر صدی میں مجددین کی آمد۔

☆☆☆☆☆

علامت اول

عہد رسالت سے اتصال

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ::ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ﴾(سورہ توبہ: آیت۳۲،۳۳)

﴿ت﴾ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں،اور اللہ نہ مانے گا،مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔ پڑے برامانیں کافر۔وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے،پڑے برامانیں کافر۔(کنزالایمان)

(۱)﴿عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ حَتّٰی یَاتِیَ اَمْرُاللّٰہِ وَھُمْ کَذٰلِکَ﴾
(صحیح مسلم ج۲: کتاب الامارۃ)

﴿ت﴾ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا،وہ انہیں نقصان نہ پہونچاسکے گا جو انہیں چھوڑ دے،یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے،اور وہ اسی طرح رہیں گے۔

توضیح: ہرزمانے میں اہل سنت وجماعت کا وجود رہے گا۔حدیث نبوی میں ’’لاتزال‘‘ کا لفظ بتارہا ہے کہ اہل حق زمانہ رسالت سے قیامت تک رہیں گے،اور کسی زمانہ میں انقطاع نہیں ہوگا، اور جتنی جماعتیں عہد رسالت کے بعد پیدا ہوئیں،وہ سب عہد رسالت سے منقطع ہیں،لہٰذا ان کے حق ہونے کا کوئی سوال پیدانہیں آتا۔یہ اہل سنت کی حقانیت کی ایسی علامت ہے جوعوام و خواص سب کے لیے ظاہر ہے۔ایمان جس کے لیے مقدر ہوگا،وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا،اور جس کی تقدیر میں ضلالت وگمرہی ہے،وہ کبھی راہ راست پر نہ آسکے گا۔

(۲)﴿عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ—وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ (صحیح مسلم ج ۲ کتاب الامارۃ)

〈ت〉 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا۔حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے، اور مسلمانوں کا ایک طبقہ ہمیشہ حق کے لیے جنگ کرتا رہے گا، قیامت تک اپنے مخالفین پر غالب رہے گا۔

(۳)﴿عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَبْرَحُ عِصَابَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يُبَالُوْنَ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَخْرُجَ الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ فَيُقَاتِلُوْنَهٗ﴾ (سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۱۴۵-الدار السّلفیہ: الہند)

〈ت〉 حضرت محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، وہ اپنے مخالفین کی پرواہ نہیں کرے گی، یہاں تک کہ مسیح دجال نکلے، پس وہ لوگ دجال سے جنگ کریں گے۔

توضیح: مذکورہ بالا تینوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ امت مسلمہ کا ایک طبقہ قیامت تک مذہب حق پر قائم رہے گا، اس کے مخالفین اس کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے، یہاں تک کہ دجال کا ظہور ہو گا، اور یہ حضرات دجال کے ساتھ جنگ کریں گے، اور دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کے عہد میں صرف اہل سنت و جماعت ہی ہوں گے۔کوئی بد مذہب نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں ''طائفہ'' اور ''عصابہ'' کا لفظ وارد ہوا ہے، اوران دونوں لفظوں کا اطلاق ایک فرد پر نہیں ہوتا، بلکہ ایک جماعت پر ہوتا ہے۔اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سواد اعظم کی تشریح میں حضرت عبداللہ بن مسعود، ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہما و دیگر حضرات کا قول تقدیر و تمثیل کے طور پر وارد ہوا ہے۔ان حضرات کے اقوال کو حقیقت واقعیہ پر محمول کرنا صحیح نہیں ۔باب سوم و باب چہارم میں ان اقوال کی تشریح و تفصیل مذکور ہے۔

مخارج حدیث

یہی حدیث بعض لفظوں کی تبدیلی کے ساتھ حدیث کی درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔

(۱) صحیح البخاری ج ۱ص ۱۶، ج ۲ص ۱۰۸۷ (۲) صحیح مسلم ج ۱ص ۸۷ (۳) جامع الترمذی ج ۲ ص ۴۶ (۴) مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۸۳ (۵) سنن ابی داؤد باب دوام الجہاد (۶) المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۸۱ (۷) سنن ابن ماجہ (۸) مسند احمد بن حنبل (۹) صحیح ابن حبان (۱۰) مسند البزار (۱۱) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۲) مسند ابویعلیٰ (۱۳) السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۴) مستخرج لابی عوانہ (۱۵) المنتقٰی لابن جارود (۱۶) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۷) المعجم الاوسط للطبرانی (۱۹) الاحکام الشرعیۃ للاشبیلی (۲۰) الامامۃ لابی نعیم الاصفہانی (۲۱) الایمان لابن مندہ (۲۲) تہذیب الآثار للطبری (۲۳) سنن الدارمی (۲۴) سیرۃ ابن اسحاق (۲۵) شرح السنۃ للبغوی (۲۶) مصنف ابن ابی شیبہ (۲۷) معجم ابن الاعرابی (۲۸) معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی (۲۹) معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصفہانی۔

دنیا میں صرف اہل سنت و جماعت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں تمام انسان مومن اور مذہب اہل سنت وجماعت پر ہوں گے۔صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۷ھ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کے حالات بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔"تمام جہاں میں دین ایک ،دین اسلام ہوگا،اور مذہب ایک، مذہب اہل سنت"۔(بہار شریعت حصہ اول ص ۶۰)

مذہب اسلام کے قدیم طبقات میں سے صرف دو طبقہ ابھی موجود ہیں (۱) اہل سنت و جماعت (۲) شیعہ۔ان دو جماعتوں کے علاوہ تمام جماعتوں کا وجود ماضی قریب میں ہوا، جیسے ابن عبدالوہاب نجدی سے وہابیت جاری ہوئی،ابوالاعلیٰ مودودی سے مودودیت کا وجود ہوا، سرسید سے نیچریت کا آغاز ہوا۔اب سنی اور شیعہ یعنی یہی دونوں طبقات قابل تحقیق ہوں گے۔

شیعہ مذہب کے حق ہونے کی گنجائش نہیں، کیونکہ شیعہ جماعت بھی عہد رسالت سے منقطع ہے۔ اسی طرح عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں بھی شیعوں کا نام ونشان نہ تھا، پس شیعہ مذہب بھی عہد رسالت سے منقطع ہونے کے سبب اہل حق نہیں۔ اب باقی رہا مذہب اہل سنت و جماعت، یہی جماعت عہد رسالت سے متصل ہے، اور یہی جماعت حق ہے۔ حقانیت کی یہ ایسی علامت ہے جسے ہر عالم وجاہل سمجھ سکتا ہے۔ اب جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے گا، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور صراط مستقیم کی طرف پلٹ آئے گا۔ ایمان اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے۔ خوش نصیبوں کو ہی یہ نعمت ملتی ہے: وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

علامت دوم

اہل سنت کی کثرت تعداد

فقہ اسلامی کے چار دلائل ہیں۔

(۱) کتاب اللہ تعالیٰ (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۱) اجماع (۴) قیاس

اسی طرح عقائد اسلامیہ کے بھی چار دلائل ہیں۔

(۱) عقل صحیح (۲) کتاب اللہ (۳) حدیث متواتر (۴) سواد اعظم۔

اس رسالہ میں ''سواد اعظم'' کے مفہوم کا تعین کیا گیا ہے۔اس تشریح سے مذہب اہل سنت وجماعت کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے، نیز اہل سنت وجماعت کی بعض دیگر نشانیاں بھی شامل رسالہ ہیں۔اس طرح یہ رسالہ مذہب حق کے متلاشیوں کے لیے ایک مینارۂ نور ہے۔اس کی روشنی میں گم گشتگان راہ اپنی منزل کا تعین کرسکیں گے۔اس باب کے چند اہم اجزا مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سواد اعظم اہل سنت وجماعت ہے۔

(۲) سواد اعظم سے بہ نسبت دیگر فرق اسلامیہ کثیر التعداد ہونا مراد ہے۔

(۳) سواد اعظم کا گمرہی پر اجتماع محال ہے۔

(۴) مسلمانوں کا سب سے بڑا طبقہ جس عقیدہ پر ہو، وہ عقیدہ حق ہے۔

(۵) سواد اعظم سے متعلق قول نعیم بن حماد کی تاویل وتوضیح۔

توضیح: اسلام آخری مذہب تھا۔اس میں تہتر فرقے ہونے والے تھے،لہٰذا سب سے اہم یہ تھا کہ ان تہتر میں اہل حق کی نشاندہی کی جائے۔حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل حق کی متعدد علامتیں بیان فرمائیں۔اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بد مذہب جماعتوں کی نشانیاں بھی بتائیں۔اس رسالہ میں اہل حق کی پانچ اہم نشانیوں پر کلام ہوگا۔وہ

نشانیاں احادیث مصطفویہ سے ماخوذ ہیں۔

(۱) اہل حق کا عہد رسالت سے اتصال اور قرب قیامت تک باقی رہنا۔

(۲) اہل حق کی کثرت تعداد بہ نسبت فرق ضالہ۔

(۳) اہل حق کی قلت عبادت بہ نسبت خوارج۔

(۴) اہل حق کا عشق مصطفوی کو مدار نجات اعتقاد کرنا۔

(۵) اہل حق میں ہر صدی میں مجددین کی آمد۔

یہ نشانیاں مشہور ومعروف ہیں، لیکن ''علامت دوم'' پر بعض مغالطے وارد کیے جاتے ہیں، جن پر اختصار کے ساتھ کلام کیا جاتا ہے، تاکہ شکوک رفع ہو جائیں۔ اس کے بعد لفظ سواد اعظم پر کلام ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رسالہ اہل سنت و جماعت کی خوشی ومسرت کا سبب ہوگا، اور اہل علم بہت سے فائدہ بخش نکات پاسکیں گے: وما توفیقی الا باللہ العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم

مغالطہ اول

سوال: کربلا میں یزیدی بائیس ہزار تھے، اور حسینی صرف بہتر تھے، یعنی اہل حق کی تعداد کم تھی۔ اگر کثرت تعداد کا لحاظ کیا جائے تو یزیدی اہل حق ہو جائیں گے؟

جواب: یہ ایک غلط فہمی ہے۔ اس زمانہ کے تمام اہل حق کی تعداد کا لحاظ کیا جائے گا۔ کسی ایک مقام کے اہل حق کی تعداد کو دیکھ کر فیصلہ نہیں ہوگا، ورنہ ایک جماعت کسی مقام پر بڑی جماعت ہوگی اور دوسری جگہ چھوٹی جماعت۔ حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی اہل حق، یزیدیوں سے زائد تھے۔ یہ بھی خیال رہے کہ سواد اعظم سے مراد یہ ہے کہ باعتبار عقائد مسلمانوں کا سب سے بڑا طبقہ عقائد صحیحہ پر قائم رہے گا، اور یزید سے اختلاف فروعی مسائل میں ہے، یا اصولی مسائل میں؟ نیز یہ کہ یزید کا سارا لشکر اور یزید کے سارے حامی، یزید کے خلافِ اسلام عقائد ومسائل سے متفق تھے یا نہیں؟

حقیقت تو یہ ہے کہ کچھ بد طینت لوگ حکومت ودولت کے لالچ میں یزید کی حمایت کررہے

تھے، اورلشکران بدبختوں کے تابع تھا۔ یزید کے جونظریات خلاف اسلام تھے، وہ یزید ہی تک محدود تھے، مثلاً تحلیل محرمات اور تحلیل خمر کا مسئلہ، یا قتل امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواز کا مسئلہ وغیر ہا۔ یزید کے تمام لشکری ان عقائد پر نہ تھے۔فوج کا ایک بڑا طبقہ ناپسندیدگی ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا۔بعض لشکری وسالار جنگ شروع ہوجانے کے بعد یزیدی لشکر سے جدا ہوکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو گئے تھے، جیسے حر بن یزید وغیرہ۔

ممکن ہے کہ یزید کے بعض حاشیہ برداروں نے بھی یزید کا مذہب اختیار کرلیا ہو۔ یزیدی فوج اوراس کے امراوحکام دولت وحکومت کے لالچ میں حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل جیسے جرم عظیم کے ضرور مرتکب ہوئے ہیں، لیکن بلاثبوت کسی کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان عقائد ومسائل میں یزید کے ساتھ تھا۔

یزید پلید نے اپنے خلاف اسلام نظریات کی نہ ہی تبلیغ کی، نہ اس جانب لوگوں کے مائل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ مامون رشید نے ضرور لوگوں کو مذہب معتزلہ کی طرف مسلمانوں کو مائل کرنے کی زبردست کوششیں کی۔ اکبر بادشاہ نے دین الٰہی ایجاد کیا اوراس کی تبلیغ بھی کی، لیکن یزید کا معاملہ ان لوگوں کے برعکس ہے: واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

مغالطہ دوم

سوال: اب اہل سنت وجماعت کی تعداد کم ہورہی ہے تو کیا غیر اہل سنت حق پر ہیں؟

جواب: امام اہل سنت نے فرمایا کہ سواداعظم ہونا علامت حقانیت ہے، اور سواداعظم کا کسی عقیدہ پر اجماع دلیل حقانیت ہے۔ اگرکوئی یہ سمجھتا ہے کہ عہد حاضر میں مثلاً سلفی جماعت دنیا میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے تو اس کے بقول ابھی سواداعظم سلفی جماعت ہوگئی، اور ایک زمانے میں اہل سنت وجماعت سواداعظم، پس کسی زمانے میں اہل سنت حق پر ہوئے، اور کسی زمانے میں سلفی جماعت۔ اسی طرح جن اعتقادات پر تمام سلفی متحد ہیں، وہ عقیدہ درست ہوگیا، کیونکہ سواداعظم کا کسی عقیدہ پر اتحاد دلیل حقانیت ہے، اور امام اہل سنت نے سواداعظم کا مفہوم کثرت تعداد بتایا،

اور کثرت تعداد کو علامت حقانیت بتایا۔ اب موجودہ قائل کے قول کی روشنی میں سلفی جماعت سواد اعظم، اور اہل حق اور سلفیوں کا متفقہ عقیدہ مثلاً رب تعالیٰ کا جلوس علی العرش صحیح قرار پایا۔

درحقیقت قلت تفکر سے اس طرح کا خیال لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ ہماری تعداد کم ہو رہی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت حبیب کبریا، رسول آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک اپنے مفہوم پر حق و درست ہے، اور ہماری فہم کا قصور ہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ سواد اعظم کو جو نقصان پہونچانا چاہے گا، وہ اسے نقصان نہ پہونچا سکے گا، اور سواد اعظم قیامت تک اپنی شان کثرت کے ساتھ موجود رہے گا، پھر متناقض خیال ذہن میں لانا ہی غیر مناسب ہے۔ یاسیت و ناامیدی کی بجائے مزید فروغ سنیت کی کوشش ہو۔ اہل سنت و جماعت کے بالمقابل نہ ماضی میں کوئی جماعت کثیر التعداد تھی، نہ آج ہے۔

مغالطہ سوم

سوال: مسلمانوں میں تہتر فرقے ہوں گے، جیسا کہ احادیث نبویہ میں مذکور ہوا۔ اس طرح ہر تہتر کلمہ گو میں ایک سنی ہوگا، اس طرح لامحالہ سنیوں کی تعداد کم ہوگی، اور بدمذہب کثیر تعداد میں ہوں گے، پس کثرت تعداد علامت حقانیت کیسے ہوسکتی ہے؟

جواب: یہ مفہوم نہ صراحتاً کہیں مذکور ہے، نہ ہی اس مفہوم کی جانب قرآن و حدیث یا اقوال ائمہ میں کوئی اشارہ موجود ہے۔ یہ محض پرواز خیال ہے۔ حدیث میں یہ ضرور ہے کہ اہل اسلام دنیا کے تمام اہل مذاہب کے بالمقابل قلیل التعداد ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ اہل سنت حضرات، بدمذہب کلمہ گویان اسلام کے بالمقابل قلیل التعداد ہوں گے، اور اگر حدیث میں اہل اسلام سے سنی مسلمان مراد لیا جائے تو بھی اہل سنت کا تقابل تمام اقوام عالم سے ہوگا، نہ کہ بدمذہب بہتر فرقوں سے، کیونکہ یہاں تقابل ''کفار'' سے کیا گیا ہے، نہ کہ بدمذہب فرقوں سے۔ حدیث نبوی مندرجہ ذیل ہے۔ حدیث مبارک میں صریح لفظوں میں کفار سے تقابل کیا گیا ہے۔

﴿عَنْ عَمْرِوبْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: اَ مَا تَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ—قَالَ: فَكَبَّرْنَا—ثُمَّ قَالَ: اَ مَا تَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ—قَالَ فَكَبَّرْنَا—ثُمَّ قَالَ: اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَاُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ—مَا الْمُسْلِمُوْنَ فِی الْكُفَّارِ اِلَّا كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِیْ ثَوْرٍ اَسْوَدَ اَوْ كَشَعْرَةٍ سَوْدَاءَ فِیْ ثَوْرٍ اَبْيَضَ﴾

(صحیح مسلم ج اص ۱۱۷-صحیح البخاری ج اباب قصۃ یاجوج وماجوج)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اہل جنت کی چوتھائی ہونے پر راضی نہیں؟ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے (یہ سن کر) ''اللہ اکبر'' کہا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اہل جنت کی تہائی ہونے پر خوش نہیں؟ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے (یہ سن کر) ''اللہ اکبر'' کہا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ تم لوگ اہل جنت کے نصف رہو گے، اور اس بارے میں تمہیں میں بتاتا ہوں۔ مسلمین، کافروں کی بہ نسبت کالے بیل میں سفید بال ہی کی مقدار میں ہیں، یا سفید بیل میں کالے بال کی مقدار میں۔

مغالطہ چہارم

سوال: بعض علما نے حدیث نبوی ﴿اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ﴾ کی تشریح میں لکھا کہ یہ کثرت تعداد عہد صحابہ سے تا امروز کے اعتبار سے ہے، یعنی اہل حق کسی زمانے میں بہ نسبت بد مذہبوں کے قلیل التعداد ہو سکتے ہیں، لیکن عہد صحابہ تا امروز کو شمار کیا جائے تو اہل سنت و جماعت مجموعی طور پر سب سے زیادہ ہوں گے؟

جواب: یہ تشریح بھی قرین قیاس نہیں، مثلاً صدی اول میں ایک لاکھ سنی ہوں، اور شیعہ ایک بھی نہیں۔ صدی دوم و سوم میں دو دو لاکھ شیعہ ہوں، اور سنی ایک ایک لاکھ، تو صدی سوم تک شیعہ چار لاکھ ہوئے اور سنی تین لاکھ ہی ہو سکے۔ اب اگر صدی دوم میں شیعہ، سنی حضرات سے دوگنا ہیں تو

کوئی اعتراض نہیں تو اسی طرح صدی سوم میں دوگنا ہونے پر بھی کوئی اعتراض نہ ہو سکے گا، اس طرح ہر عہد میں سواد اعظم شیعہ جماعت ہوگی، اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اہل سنت و جماعت صرف عہد صحابہ میں سواد اعظم تھے، پھر ہر عہد میں وہ قلیل التعداد جماعت رہی، حالانکہ احادیث کریمہ اس مفہوم کی تائید نہیں کرتی۔

اگر مذکورہ مفہوم بتانا مقصود ہوتا تو ارشاد ہوتا کہ آج یعنی عہد رسالت میں جو سواد اعظم ہے، وہ حق ہے۔ منافقین کے بعد عہد صحابہ میں سواد اعظم کا مفہوم بھی صحیح طور پر منطبق نہیں ہوتا، کیونکہ منافقین کے بعد تمام صحابہ اہل حق تھے، پھر عہد رسالت میں سواد اعظم کا کیا مفہوم ہوگا؟

احادیث طیبہ میں حضرات صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مستقبل میں میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے، اور ان کی بڑی جماعت حق پر ہوگی۔ سواد اعظم اور بڑی جماعت سے متعلق احادیث مبارکہ کے الفاظ پر غور کیا جائے، ان شاء اللہ تعالیٰ معاملہ حل ہو جائے گا۔ اس حدیث کا تعلق افتراق امت کے بعد سے ہے۔

عہد صحابہ میں اہل حق کے سواد اعظم ہونے کا مفہوم منطبق نہیں ہوتا، اس وقت تمام کے تمام مومن ہی تھے، کوئی بد مذہب نہ تھا۔ منافقین کا معاملہ جب تک ظاہر نہ تھا، ان کا شمار مومنین میں تھا، اور جب ظاہر ہو گیا تو انہیں مسلمانوں کی جماعت سے الگ قرار دیدیا گیا۔ مساجد سے بھی نکالا گیا۔ اب وہ خود کو مومن نہیں کہہ سکتے تھے، کیونکہ ان کے بارے میں حکم قرآنی نازل ہو چکا تھا، اور حضور اقدس پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان جلوہ افروز تھے۔ اگر منافقین خود کو مومن کہتے تو فیصلہ آسان تھا۔ ہاں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد یہ فیصلہ مشکل ہو گیا، کیونکہ اب فیصلہ دلائل کی روشنی میں کرنا ہے، اور بد مذہب فرقے ہمارے دلائل کو تسلیم کرنے کی بجائے تاویل کرتے ہیں۔ خود بھی گمرہی میں دھنستے جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی جانب کھینچتے جاتے ہیں۔

خیال رہے کہ جب حقانیت کی ظاہری علامت کثیر التعداد ہونا ٹھہرا تو علامت کسی عہد میں مفقود نہیں ہونی چاہیئے، اور اگر مفقود ہو کر وہی علامت، متضاد جماعت یعنی اہل باطل کے لیے

ثابت ہو جاتی ہے تو پھر یہ علامت، نشان حقانیت ہی نہ رہی، مثلاً انسان کی ظاہری ہیأت مخصوصہ انسان کے ساتھ ہی پائی جانی چاہئے۔ اگر یہی شکل وصورت گھوڑوں میں پائی جائے تو انسان اور گھوڑوں میں تمیز کیسے ہوگی؟

بحث مذکور سے صاف ظاہر ہوگیا کہ شئ کی علامت کا ہر عہد میں شئ کے ساتھ پایا جانا ضروری، اور شئ کے متضاد میں نہ پایا جانا ضروری ہے۔ اب چونکہ بفرمان نبوی اہل حق تہتر جماعتوں میں سے ایک ہی جماعت ہے تو علامت حقانیت میں کوئی جماعت اس کے مساوی، مماثل یا مشابہ بھی نہیں ہوسکتی، پس یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ روشنی سورج میں بھی ہے اور چاند، تاروں و چراغوں میں بھی، کیونکہ نور سے متصف متعدد اشیا ہیں۔ منور و روشن ہونا سورج کا خاصہ نہیں، لیکن حقانیت سے متصف ایک ہی جماعت ہے، پس یہ علامت یعنی اہل حق کا سواد اعظم ہونا درحقیقت خاصہ کی منزل میں ہے، عرض عام نہیں، جیسے مناطقہ کے یہاں ضحک، انسانی خاصہ ہے، کیونکہ غیر انسان میں نہیں پایا جاتا، پس جو صفت ایک نوع کے ساتھ خاص ہو، وہ خاصہ ہے۔ اسی طرح کثیر التعداد ہونا اہل سنت کا خاصہ ہے۔ دیگر جماعت کا اس سے اتصاف کیونکر ہوگا؟

نیز حدیث میں بھی اہل حق کو مطلقاً سواد اعظم کہا گیا۔ اس سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ اہل حق ہر عہد میں کثیر التعداد ہی ہوں گے، اور یہ وصف اس سے منفک نہ ہوگا، پس بلا دلیل، وصف خاص کے انفکاک کا دعویٰ کیسے قابل قبول ہوگا؟ اور یہ ظاہری علامت ہے، کیونکہ قلیل التعداد اور کثیر التعداد ہونا اوصاف باطنیہ میں سے نہیں، لہٰذا اس کا ظاہر وباہر ہونا بھی لازم۔

اگر آج اہل سنت کثیر التعداد ہیں، پھر کل دوسری جماعت کثیر التعداد ہوگئی تو کثیر التعداد ہونا نہ علامت حقانیت ہوگی، اور نہ ہی وصف خاص، بلکہ ایک عام وصف ہوگا جو حق و باطل ہر ایک کے ساتھ پایا جاسکتا ہے، پھر اس کا ذکر بے فائدہ ہوگا، حالانکہ متعدد احادیث مصطفویہ میں سواد اعظم اور جماعت کے اتباع کا حکم آیا، پس جماعت اور سواد اعظم مسلک حق کا نشان امتیاز ہوگا، اور جب حقیقی معنی مراد لینا صحیح ہے تو مجازی معانی کی طرف سرگرداں ہونا اصول وقوانین کے اعتبار سے بھی نامناسب ہوگا: فافہم وتدبر

سواد اعظم: مفہوم وحقائق

ارشاد الٰہی ہے﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِیْرًا﴾(سورہ نساء: آیت ۱۱۵)

﴿ت﴾اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ پر چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔(کنزالایمان)

توضیح: حدیث نبوی﴿اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ﴾سے صاف ظاہر ہے کہ اہل حق ہر زمانے میں بہ نسبت دیگر فرقوں کے کثیر تعداد میں ہوں گے۔ یہ علامت بھی عوام وخواص سب کے لیے ظاہر ہے۔احادیث نبویہ مرقومہ ذیل ہیں۔

(۱)﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَجْمَعُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ عَلَی الضَّلَالَةِ اَبَدًا—وَقَالَ: یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ، فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ، فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ﴾(المستدرک للحاکم ج ا ص ۱۹۹-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی گمرہی پر جمع نہ فرمائے گا، اور فرمایا اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے، پس (اہل اسلام کے) سواد اعظم کی پیروی کرو، اس لیے کہ جو اس (سواد اعظم) سے جدا ہوا، وہ جدا ہو کر جہنم میں گیا۔

(۲) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے لفظ "شذ" کی تشریح میں تحریر فرمایا۔

﴿الشذوذ، الانفراد والتفرد عن الجمہور﴾

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۶-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

﴿ت﴾شذوذ، جمہور امت (کے عقائد) سے جدا ہونا اور الگ ہونا ہے۔

توضیح: جمہور کا معنی ہے "معظم کل شئ" (المنجد ص ۱۰۲) یعنی ہر چیز کا بڑا حصہ۔اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو سواد اعظم سے جدا ہو گا، وہ قلیل التعداد ہو گا، کیونکہ جب سواد اعظم کے مفہوم میں

جمہور آ گیا اور جمہور بڑے حصے کو کہا جاتا ہے تو اب جو حصہ باقی ہوگا، وہ یقیناً چھوٹا ہوگا، پس سواد اعظم کا مقابل یعنی سواد اعظم سے جدا ہونے والا طبقہ یقیناً چھوٹا ہوگا اور انسانی جماعتوں کا بڑی چھوٹی ہونا افراد کی تعداد ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے، پس جس جماعت میں افراد زیادہ ہوں، وہ بڑی جماعت ہوگی، اور جس میں افراد کم ہوں، وہ چھوٹی جماعت ہوگی۔

(۳) ﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ، فَاِذَا رَأَيْتُمْ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ﴾

(سنن ابن ماجہ ص ۲۸۳)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت گمرہی پر جمع نہ ہوگی، پس جب تم زیادہ اختلاف دیکھو تو تمہارے لیے سواد اعظم کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

(۴) ﴿قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ اِفْتَرَقَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ، اَلْيَهُوْدُ مِنْهُمْ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً - كُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ - وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً - كُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ - وَسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَلٰی ثَلٰثٍ وَ سَبْعِيْنَ فِرْقَةً - كُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ - قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ هٰذِهِ الْوَاحِدَةُ؟ قَالَ: اَلسَّوَادُ الْاَعْظَمُ﴾ (نوادر الاصول للحکیم الترمذی الکبیر ج ۲ ص ۲۴۸)

〈ت〉 حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل فرقوں میں منقسم ہوگئے۔ ان میں سے یہود اکہتر فرقوں میں منقسم ہوگئے، ایک کے علاوہ تمام جہنمی ہیں، اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں منقسم ہوگئے، ایک کے علاوہ تمام جہنمی ہیں، اور عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوجائے گی، ایک کے علاوہ تمام جہنمی ہیں۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! یہ ایک کون سا فرقہ ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''سواد اعظم''۔

(۵) ﴿عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَفَرَّقَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً - وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً - وَاُمَّتِیْ تَزِيْدُ عَلَيْهِمْ فِرْقَةً - كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا السَّوَادُ الْاَعْظَمُ﴾

(المعجم الاوسط للطبرانی ج ۷ ص ۱۷۵)

﴿ت﴾ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے، اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے، اور میری امت ان پر ایک فرقہ بڑھ جائے گی۔ سواد اعظم کے علاوہ تمام فرقے جہنمی ہوں گے۔

(۶) حافظ ابوالحسن نورالدین ہیثمی مصری (۷۳۵ھ-۸۰۷ھ) نے مرقومہ بالا روایت کو نقل کیا، اس کے بعد لکھا﴿رواه الطبرانی فی الاوسط والكبير بنحوه-وفيه ابو غالب وثقه ابن معين وغيره-وبقية رجال الاوسط ثقات-وكذلك احدى اسنادى الكبير﴾ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۵۸-مکتبۃ القدسی قاہرہ)

﴿ت﴾ امام طبرانی (۲۶۰ھ-۳۶۰ھ) نے اس حدیث کو "المعجم الاوسط" میں اوراسی طرح "المعجم الکبیر" میں روایت کیا، اوراس (کی سند) میں ابوغالب ہے۔ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ) وغیرہ نے اس کو ثقہ بتایا اور "المعجم الاوسط" کے باقی رواۃ ثقہ ہیں، اوراسی طرح "المعجم الکبیر" کی دوسندوں میں سے ایک سند کے رواۃ ثقہ ہیں۔

توضیح: حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت حقہ کو کبھی سواد اعظم سے تعبیر فرمایا، اور کبھی جماعت کے لفظ سے، اور دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے، یعنی بڑی جماعت۔

(۷)﴿عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ قَیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ﴾ (المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۲۰۳-سنن ابی داؤد ص ۶۵۵-مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱-جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۱۰)

﴿ت﴾ حضوراقدس سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جماعت مسلمین سے ایک بالشت کے برابر جدا ہوا، اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا۔

(۸)﴿عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْقَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ضَلَالَۃٍ، وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ

،وَمَنْ شَذَّ شَذَّ اِلَی النَّارِ﴾ (جامع الترمذی ج۲ص ۳۹)

﴿ت﴾ حضور اقدس افضل الخلائق، شفیع العباد، خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو، یا فرمایا امت محمدیہ کو گمرہی پر جمع نہ فرمائے گا، اور فرمایا کہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے، پس جو (جماعت مسلمین سے) جدا ہوا، وہ جدا ہو کر جہنم کی طرف گیا۔

(۹)﴿عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ، یَاخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ، وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ -وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ-رواہ احمد﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱)

﴿ت﴾ حضرت تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے، جیسے بکریوں کا بھیڑیا کہ وہ جدا ہو جانے والی اور دور رہنے والی اور کنارے رہنے والی بکری کو لے جاتا ہے (ویسے ہی شیطان جماعت مسلمین سے جدا ہونے والے اور دور رہنے والے اور کنارے رہنے والے کو گمراہ کو دیتا ہے) اور گھاٹیوں سے بچو، اور تمہارے لیے جماعت مسلمین اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

(۱۰)﴿رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی نَیْفٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً، اَلنَّاجِیُ مِنْھُمْ وَاحِدٌ، وَالْبَاقِیُ فِی النَّارِ-فَقِیْلَ: وَمَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: اَلْجَمَاعَۃُ-وَرُوِیَ: اَلسَّوَادُ الْاَعْظَمُ-وَرُوِیَ: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ﴾

(تفسیر کبیر للامام الرازی ج۸ص ۱۴۲)

﴿ت﴾ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، ان میں ایک فرقہ نجات پانے والا ہے، اور باقی جہنمی ہیں، پس دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جماعت ہے، اور بعض روایت میں ہے کہ وہ سواد اعظم ہے، اور بعض روایت میں ہے کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہو۔

توضیح: مذکورہ بالا احادیث طیبہ میں جماعت سے مسلمانوں کی بڑی جماعت مراد ہے، اور اگر

مطلقاً جماعت مراد لیا جائے تو پھر جماعت حقہ و جماعت باطلہ میں امتیاز کیسے ہوگا؟ لغوی اعتبار سے سواد اعظم کا اطلاق بھی بڑی جماعت پر ہوتا ہے، اور حق جماعت کی شناخت کا یہ ایک ذریعہ ہے کہ جماعت حق کی تعداد زیادہ ہوگی۔

(۱۱)﴿عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ الْھَوْزَنِیِّ عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ اَنَّہٗ قَامَ فِیْنَا فَقَالَ: اَلَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْنَا فَقَالَ: اَلَا اِنَّ مَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِفْتَرَقُوْا عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً، وَاِنَّ ھٰذِہِ الْمِلَّۃَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلٰثٍ وَ سَبْعِیْنَ- ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ، وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ﴾

(سنن ابی داؤد: باب شرح السنہ)

﴿ت﴾ حضرت ابو عامر ہوزنی سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، پس انہوں نے کہا: آگاہ ہو جاؤ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان قیام فرما ہوئے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے پہلے کے اہل کتاب بہتر فرقوں میں منقسم ہوگئے، اور یہ امت عنقریب تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ بہتر جہنمی ہیں، اور ایک جنتی، اور وہ بڑی جماعت ہے۔

توضیح: ''ہی الجماعۃ'' اور ''السواد الاعظم'' کی علامت عالم وغیر عالم دونوں کے درمیان مشترک ہے، کیونکہ افراد کی قلت وکثرت کا ادراک بدیہیات میں سے ہے، اور جماعت سے مراد ''جماعت عظمیٰ'' ہے۔ اگر مطلقاً جماعت مراد ہو تو اہل حق و اہل باطل کے مابین امتیاز نہ ہو سکے گا، کیونکہ اہل عرب کے یہاں مطلقاً تین فرد کو جماعت کہا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو اور اس سے زائد افراد کو نماز کے لیے جماعت قرار دیا، لیکن یہ مفہوم مذہب حق کی علامت نہیں ہوسکتا، کیونکہ اب تک عموماً گمراہ فرقوں میں تین سے زائد افراد رہے ہیں، حالانکہ صحابہ کرام کے سوال پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور علامت ''ہی الجماعۃ'' فرمایا۔ اسی طرح بعض روایتوں میں ''السواد الاعظم'' کا لفظ وارد ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے بڑی جماعت مراد ہے، اور یہ ایسی علامت ہے جس کو عوام

وخواص ہر ایک سمجھ سکتے ہیں، پس اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا بڑا فضل و کرم ہے کہ ایسی علامت ونشانی بیان فرمائی گئی کہ عوام وخواص حق و باطل کی تمیز کرلیں، اور انہیں کچھ دشواری بھی نہ ہو۔ علمائے اسلام نے سواد اعظم سے کثیر التعداد ہونا ہی مراد لیا ہے۔

(۱۲)﴿عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْاِثْنَانِ فَمَا فَوْقَھُمَا جَمَاعَۃٌ﴾ (سنن دارقطنی ج ا ص ۲۸۰-شرح معانی آثار ج ا ص ۳۰۸- سنن ابن ماجہ باب الاثنان جماعۃ-المعجم الاوسط للطبرانی ج ۶ ص ۳۶۴- المستدرک ج ۴ ص ۳۷۱)

﴿ت﴾ حضور اقدس سرورعرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو اور دو سے جو زائد ہو، وہ جماعت ہے۔

(۱۳)﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْاِثْنَانِ جَمَاعَۃٌ، اَلثَّلَاثَۃُ جَمَاعَۃٌ، وَمَا کَثُرَ فَھُوَ جَمَاعَۃٌ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۶۹)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو آدمی جماعت ہیں، تین آدمی جماعت ہیں، اور جو (تین سے) زائد ہوں، پس وہ جماعت ہیں۔

قدیم وجدید فرقے

واضح رہے کہ ابھی اہل اسلام میں جتنے بھی فرقے ہیں، اس میں سے اکثر جدید فرقے ہیں جو کچھ برسوں پہلے وجود میں آئے۔ صرف دو فرقے طویل مدت سے چلے آرہے ہیں۔ ایک اہل سنت وجماعت اور دوسرا فرقہ شیعہ ہے۔ شیعہ فرقہ اہل حق نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں وجود میں آیا، لہٰذا یہ فرقہ بھی عہد رسالت سے منقطع ہے، اور حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متصل نہیں۔

اب باقی رہا اہل سنت وجماعت تو یہی ایک جماعت ہے جو عہد رسالت سے سلسلہ وار چلی آرہی ہے۔ یہی فرقہ ناجیہ اور جماعت حقہ ہے، اسی کا اتباع مسلمانوں کے لیے لازم ہے۔ یہ ایسی علامت ہے کہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ لوگ جدید فرقوں کو کیسے قبول کر لیتے ہیں؟

فتویٰ امام اہل سنت

ذیل میں امام اہل سنت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے فتویٰ میں صراحت ہے کہ سواد اعظم ''اہل سنت و جماعت'' ہے اور سواد اعظم سے تعداد میں زائد ہونا مراد ہے۔ امام احمد رضا قادری ایک محقق عالم دین تھے۔ ذیل کی تحریر میں خط کشیدہ عبارتوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے تحریر فرمایا۔''جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ عقائد میں چار اصول ہیں۔ کتاب، سنت، سواد اعظم، عقل صحیح، تو جو اُن میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے، دلیل سے جانتا ہے، نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً۔ اہل سنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں تو ان پر حوالہ، دلیل پر حوالہ ہے نہ کہ تقلید، یونہی اقوال ائمہ سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے ولہٰذا ایک دو، دس بیس علمائے کبار ہی سہی، اگر جمہور و سواد اعظم کے خلاف لکھیں گے، اس وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز، نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی، اور وہ عقائد میں جائز نہیں۔

اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ و رسول جل و علیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے۔ عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں، ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو، وہ حق ہے۔ اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں، اور بعد کو اگر چہ پیدا ہوئے، مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہونچ سکے۔

للہ الحمد فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الادلہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں۔ اگر چہ وہ اپنی رائے میں کتاب وسنت سے اس کا خلاف پاتا ہو، یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطا ہے، یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اگر چہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو۔ یونہی اجماع امت تو شئ عظیم ہے۔ سواد اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے۔

کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے۔ حق سواد اعظم کے ساتھ ہے، اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اسی سے ظاہر ہوئی ہے، مگر محال ہے کہ سواد اعظم کا اتفاق کسی برہان صحیح عقلی کے خلاف ہو"۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۱ص ۵۶، ۵۷- رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: امام اہل سنت کی تحریر سے مرقومہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) اہل سنت و جماعت ہی سواد اعظم ہے۔

(۲) سواد اعظم سے کثیر التعداد ہونا مراد ہے۔

(۳) عہد رسالت سے عہد امام اہل سنت تک تمام بد مذہب فرقوں کے جملہ افراد کی مجموعی تعداد اہل سنت و جماعت کے برابر بھی نہ ہو سکی، چہ جائیکہ زائد ہو۔

(۴) جب فرق باطلہ کے متبعین کی مجموعی تعداد بھی اہل سنت کے برابر نہ ہوسکی تو انفرادی طور پر کوئی بد مذہب فرقہ تعداد میں اہل سنت کے مساوی یا زائد کیسے ہوسکتا ہے۔

(۵) سواد اعظم کا کسی عقیدہ پر اتفاق واجماع دلیل اقویٰ ہے۔

اب صاف ظاہر ہوگیا کہ کسی عہد میں بھی کوئی بد مذہب فرقہ اہل سنت و جماعت کے مساوی نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ زائد ہو، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ احادیث مقدسہ میں "سواد اعظم" سے کثرت تعداد کی جانب اشارہ ہے۔ عظمت ورتبہ کی جانب اشارہ نہیں، ورنہ یہ حدیث نبوی عوام کے لیے معرفت حقانیت کی دلیل نہ ہوسکے گی، کیونکہ رتبہ وفضیلت کا مدار حقانیت پر ہے۔ جب کسی جماعت کی حقانیت دلیلوں سے ظاہر ہوگی، تب ہی اس کے لیے رتبہ وفضیلت تسلیم کی جائے گی۔ اب عام مسلمانوں میں یہ قوت نہیں کہ دلائل کی روشنی میں کسی کو حق یا باطل ثابت کرسکیں۔

کثرت تعداد ایسا امر ہے کہ اس کی معرفت عالم وجاہل سب کو ہوسکتی ہے۔ اعداد وشمار سے معلوم کرلیا جائے کہ جس جماعت کی تعداد زیادہ ہے، وہ حق جماعت ہے، اور اس کے ماسوا بہتر فرقے باطل ہیں۔ یہ بطلان ضلالت وگمرہی کے درجہ تک بھی ہوسکتا ہے، اور کفر وارتداد تک بھی، نیز یہ کہ کثیر التعداد ہونا اہل سنت و جماعت کا خاصہ ہے۔ عرض عام نہیں، پس تا بقائے اسلام ہر

عہد میں مذہب اہل سنت و جماعت کثیر التعداد ہوگا۔امام احمد رضا قادری دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تائید یافتہ اور عالم کامل تھے۔ان کی تحقیق قابل اعتبار ہے، نیز ماقبل کے علمائے دین وفقہا ومحدثین نے بھی سواد اعظم کا مفہوم کثیر التعداد ہونا بیان فرمایا ہے۔

کثرت تعداد فرقہ ناجیہ کا خاصہ

سواد اعظم کا کسی عقیدہ پر اتفاق دلیل حقانیت ہے، جیسا کہ مجدد گرامی نے فرمایا، اور حدیث نبوی میں وارد ہوا کہ تہتر میں ایک ہی حق ہے، پس صرف اسی جماعت حقہ کا اتفاق واجماع ہی دلیل حقانیت ہوسکتا ہے، اور وہ حق جماعت سواد اعظم ہے۔ دیگر جماعتیں نہ حق ہیں، نہ سواد اعظم ، پس کثیر التعداد ہونے کا وصف جماعت حقہ کے ساتھ مخصوص ہوا، اور وہ وصف جو ایک نوع کے ساتھ مخصوص ہو، اور دیگر انواع میں نہ پایا جاتا ہو، وہ وصف خاصہ ہوتا ہے، نہ کہ عرض عام۔

(۱) عرف عام میں کہا جاتا ہے ﴿**الخاصة ما توجد فی شیٔ، ولا توجد فی غیرہ**﴾

〈**ت**〉 خاصہ وہ ہے جو ایک شیٔ میں پایا جائے، اور اس کے علاوہ میں نہ پایا جائے۔

(۲) امام المعقولات علامہ فضل امام خیرآبادی (م۱۲۴۴ھ) نے لکھا۔

﴿**الخاصة وهو کلی خارجی عن حقیقة الافراد محمول علیٰ افراد واقعة تحت حقیقة واحدة فقط کالضاحک للانسان والکاتب له**﴾

(مرقاۃ المنطق بحث الکلیات الخمس ص ۶۷-مجلس البرکات جامعہ اشرفیہ مبارکپور)

〈**ت**〉 خاصہ: ایسی کلی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج، صرف حقیقت واحدہ کے تحت مندرج افراد پر محمول ہوتی ہے، جیسے ضاحک اور کاتب انسان کے لیے۔

توضیح: اہل سنت و جماعت کے لیے ''مسلم'' جنس ہے، اور ''ما انا علیہ واصحابی'' فصل ہے۔ ادیان ومذاہب حقائق خارجیہ واقعیہ میں سے نہیں ہیں، بلکہ مفہومات ذہنیہ ومعتقدات قلبیہ میں سے ہیں۔ اس کی تعریف حقیقی نہ ہوگی ، بلکہ لفظی ہوگی۔ مسلم الثبوت ومناظرہ رشیدیہ بحث حد لفظی اور کتب منطق (بحث معرف) میں تفصیل مرقوم ہے۔

سواد اعظم، اہل سنت و جماعت ہے۔

(۱) محدث ابن رجب حنبلی بغدادی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ) نے نماز میں ''بسم اللہ'' کو آہستہ پڑھنے کے بارے میں لکھا۔

(۱)﴿وحكاه ابن شاهين عن عامة اهل السنة وهم السواد الاعظم﴾

(فتح الباری شرح البخاری لابن رجب ج۴ص۳۷۶-دار ابن الجوزی دمام)

〈ت〉اس کو حافظ ابن شاہین بغدادی (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) نے جمہور اہل سنت سے نقل کیا، اور اہل سنت ہی سواد اعظم ہیں۔

(۲) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے لکھا۔

﴿فاحذر ان تكون الا مع السواد الاعظم من هذه الامة اهل السنة والجماعة﴾

(الصواعق المحرقہ ج۲ص۵۳۳-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

〈ت〉اس امت کی سب سے بڑی جماعت ''اہل سنت و جماعت'' کے علاوہ کسی جماعت کے ساتھ رہنے سے بچو۔

سواد اعظم اور جماعت کا مصداق ایک

(۱) امام قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے لکھا۔

﴿ويعبر عن الجماعة المجتمعة بالسواد والخضرة ولهذا قالوا: السواد الاعظم﴾ (اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ج۶ص۲۷)

〈ت〉جمع شدہ جماعت کو ''سواد'' اور ''خضرۃ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی لیے علما نے (بڑی جماعت کو) سواد اعظم فرمایا۔

(۴) امام محی الدین ابوزکریا نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے لکھا۔

﴿ويعبر عن الجماعة المجتمعة بالسواد والخضرة ولهذا قالوا: السواد

الاعظم﴾ (شرح النووی علیٰ صحیح مسلم ج۶ ص ۲۳۵- داراحیاء التراث العربی بیروت)

﴿ت﴾ جمع شدہ جماعت کو ''سواد'' اور ''خضرۃ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی لیے علمانے (بڑی جماعت کو) سواد اعظم فرمایا۔

(۴) محدث ابن ملقن: سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی (۷۲۳ھ-۸۰۴ھ) نے لکھا﴿الجماعة هی السواد الاعظم، وقالوا: کل ما کان علیه السواد الاعظم من اهل الاسلام من امر دینهم فهو الحق الواجب والفرض الثابت الذی لا یجوز لاحد من المسلمین خلافه- وسواء خالفهم فی حکم من الاحکام او فی امامهم القیم بامورهم وسلطانهم فهو مخالف للحق﴾

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۳۵)

﴿ت﴾ جماعت ''سواد اعظم'' ہے۔ علمانے فرمایا کہ اہل اسلام کا بڑا طبقہ اپنے دینی معاملہ میں جس طریقہ پر ہو، وہ ثابت شدہ فرض ہے، اور مسلمانوں میں سے کسی کو فرض ثابت کی خلاف ورزی جائز نہیں، خواہ احکام میں سے کسی حکم میں اختلاف کرے، یا مسلمانوں کے امام اور بادشاہ کے بارے میں اختلاف کرے جو مسلمانوں کے امور کو قائم کرنے والا ہو، پس وہ مخالفت کرنے والا حق کا مخالف ہے۔

سواد اعظم سے کثیر التعداد ہونا مراد ہے

اہل سنت و جماعت ہی سواد اعظم ہے، اور سواد اعظم سے کثیر التعداد ہونا مراد ہے۔ علمائے متقدمین و متأخرین اور علمائے عرب و عجم کے اقوال محررہ ذیل ہیں۔

مفہوم سواد اعظم متقدمین کی نظر میں

(۱) حکیم ترمذی (م ۳۲۰ھ) نے لکھا﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَجْمَعُ اللّٰهُ اُمَّتِیْ اَوْهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی ضَلَالَةٍ اَبَدًا- وَ

يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ هٰكَذَا–فَاتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ–وَعَدَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ اَنْ لَایَزَالَ دِیْنُهٗ ظَاهِرًا عَلَى الْاَدْیَانِ عَالِیًا غَالِبًا لِاَهْلِهَا النُّصْرَةُ مَعَهٗ حَیْثُمَا كَانَ–قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾(نوادرالاصول ج۱ص۴۲۲-دارالجیل بیروت)

﴿ت﴾حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اللہ تعالیٰ میری امت یااس امت کوکبھی گمرہی پرجمع نہیں فرمائے گا،اوراسی طرح اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوگی،پس تم لوگ سواداعظم کی پیروی کرو،اس لیے کہ جوجداہوا،وہ جداہوکرجہنم میں گیا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ اس کے دین کوہمیشہ تمام ادیان ومذاہب پربلندوغالب رکھے گا،اوراہل جماعت کے لیے نصرت ومددہوگی،جہاں کہیں وہ رہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:وہی ہے جس نے اپنے رسول کوہدایت اوردین حق کے ساتھ بھیجا،تاکہ اس کوتمام مذہب پرغالب کرے۔

(۲)ابومنصورمحمدبن احمدازہری(۲۸۲ھ-۳۷۰ھ)نے لکھا۔

﴿(وفی الحدیث:اذا رأیتم الاختلاف فعلیکم بالسواد الاعظم)قیل:السواد الاعظم جملة الناس التی اجتمعت علٰی طاعة السلطان﴾

(تہذیب اللغۃ ج۱۳ص۷۲-داراحیاءالتراث العربی بیروت)

﴿ت﴾حدیث میں ہے کہ جب تم اختلاف دیکھوتوتم پرسواداعظم کی پیروی لازم ہے۔کہا گیا کہ سواداعظم لوگوں کی وہ جمعیت ہے جوسلطان اسلام کی طاعت پرجمع ہو۔

(۳)محدث ابن بطال(م۴۴۹ھ)نے لکھا﴿والجماعة التی امربلزومها السواد الاعظم–وقالوا:کل ما کان علیه السواد الاعظم من اهل الاسلام من امر دینهم فهو الحق﴾(شرح البخاری لابن بطال ج۱۰ص۳۳-مکتبۃ الرشدریاض)

﴿ت﴾جس جماعت کولازم پکڑنے کاحکم دیا گیا،وہ سواداعظم(سب سے بڑی)ہے،اورعلمانے فرمایا:دینی امورمیں سے جس امرپرمسلمانوں کاسب سے بڑاطبقہ ہو،وہ حق ہے۔

(۴) عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین بخاری (م ۷۳۰ھ) نے لکھا ﴿المراد من متابعة السواد الاعظم، متابعة الاکثر﴾ (کشف الاسرار ج۳ص ۳۶۵)

﴿ت﴾ (حدیث میں) سواد اعظم کی پیروی سے اکثریت کی پیروی کرنا مراد ہے۔

(۵) محدث شرف الدین طیبی (م ۷۴۳ھ) نے لکھا۔

﴿السواد الاعظم: السواد یعبر به عن الجماعة الکثیرة﴾

(شرح مشکوٰۃ المصابیح للطیبی ج ۲ص ۶۴۳)

﴿ت﴾ لفظ ''سواد'' سے کثیر افراد والی جماعت (بڑی جماعت) کو تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۶) ملک المحدثین محمد طاہر صدیقی ہندی فتنی گجراتی حنفی (۹۱۰ھ-۹۸۶ھ) نے لکھا۔

﴿اتبعوا السواد الاعظم: عب، یعبر به عن الجماعة الکثیرة﴾

(مجمع بحار الانوار ج ۵ص ۴۸۱)

﴿ت﴾ لفظ ''سواد اعظم'' سے کثیر افراد والی جماعت (بڑی جماعت) کو تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۷) محدث ملا علی قاری حنفی مکی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے لکھا ﴿(اتبعوا السواد الاعظم) یعبر به عن الجماعة الکثیرة—والمراد ما علیه اکثر المسلمین—قیل: وهذا فی اصول الاعتقاد کارکان الاسلام﴾

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ص ۳۸۳- دار الکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ فرمان نبوی ''سواد اعظم کی پیروی کرو''۔ سواد اعظم سے بڑی جماعت کو تعبیر کیا جاتا ہے، اور سواد اعظم سے وہ طریقہ مراد ہے جس پر اکثر مسلمین ہوں۔ کہا گیا کہ سواد اعظم کی پیروی کا حکم اصول عقائد یعنی فرائض اسلام کے بارے میں ہے۔

(۶) ملا علی قاری حنفی نے لکھا ﴿اظن ان الحنفیة تکون ثلثی اهل الاسلام کما یکون المؤمنون ثلثی اهل الجنة فی دار المقام، ثم الکثرة اصل معتبر عند العلماء الاعلام کما یشیر الیه ماروی "علیکم بالسواد الاعظم" والله اعلم﴾

(شرح عین العلم ص ۴۸- مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ)

﴿ت﴾ میرا ظن غالب ہے کہ حنفی حضرات مسلمانوں کے دوثلث (دوتہائی) ہوں گے، جیسا کہ مومنین جنت میں اہل جنت کی دوتہائی ہوں گے، پھر کثرت تعداد اکابر علما کے نزدیک (حقانیت کے باب میں) ایک قابل اعتماد دلیل ہے، جیسا کہ اس جانب روایت کردہ حدیث ''علیکم بالسواد الاعظم'' رہنمائی کرتی ہے: واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) محدث محمد بن عبدالہادی سندھی مدنی حنفی (م ۱۱۳۸ھ) نے لکھا:﴿قولہ (بالسواد الاعظم) ای بالجماعة الکثیرة فان اتفاقھم اقرب الی الاجماع-قال السیوطی فی تفسیر السواد الاعظم: ای جماعة الناس ومعظمھم الذین یجتمعون علیٰ سلوک المنھج المستقیم، والحدیث یدل علیٰ انہ ینبغی العمل بقول الجمھور﴾ (حاشیۃ السندی علیٰ ابن ماجہ ج ۷ص ۳۲۰)

﴿ت﴾ فرمان نبوی کہ سواد اعظم کی پیروی کرو، یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو، اس لیے کہ بڑی جماعت کا اتفاق اجماع کے زیادہ قریب ہے۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے سواد اعظم کی تفسیر میں لکھا۔ سواد اعظم یعنی لوگوں کی بڑی جماعت اوران کا بڑا حصہ جو صراط مستقیم پر چلنے میں متفق ہوں (اسی کی پیروی کرو)، اور حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جمہور کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۸) علامہ سید علوی حداد (م ۱۲۳۲ھ) نے لکھا:﴿وصاحب الدین صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بان امتہ ستفترق وامرنا بلزوم السواد الاعظم الاکثر من الناس-ولم یزل اھل الحق ظاھرین واکثر الناس من الاشعریة والماتریدیة من اتباع المذاھب الاربعة بحمد اللہ تعالیٰ﴾ (مصباح الانام ص ۳۵-استنبول ترکی)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی امت فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، اور ہمیں بڑی اور زیادہ لوگوں والی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا، اور اہل حق یعنی مذاہب اربعہ کے متبعین میں سے اشعریہ اور ماتریدیہ ہمیشہ غالب اور زیادہ تعداد والے رہے۔

(۹)﴿وامر علیہ الصلوٰة والسلام عند الاختلاف بلزوم السواد الاعظم وھو

الجمهور الاكثر من المسلمين،فصح ان اهل السنة هم الفرقة الناجية بفضل الله تعالیٰ﴾ (مصباح الانام ص ۳۵-استنبول ترکی)

﴿ت﴾ حضور اقدس شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختلاف کے وقت سواد اعظم کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا، اور یہ مسلمانوں کا جمہور اور کثرت والا حصہ ہے، پس صحیح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل سنت ہی فرقہ ناجیہ ہے۔

(۱۰) حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے ﴿قوله "اتبعوا السواد الاعظم" يعبر به عن الجماعة الكثيرة—والمراد ما عليه اكثر المسلمين﴾ (حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰)

﴿ت﴾ فرمان نبوی "اتبعوا السواد الاعظم" سواد اعظم سے کثرت والی جماعت کی تعبیر ہوتی ہے، اور مراد ہے کہ جس طریقہ پر اکثر مومنین ہوں۔

توضیح: مذکورہ بالا تمام عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ سواد اعظم مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کو کہا جاتا ہے اور وہی فرقہ ناجیہ اور وہی اہل سنت وجماعت ہے۔ آجکل سلفی لوگ خود کو اہل سنت وجماعت کہنے لگے ہیں، لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اگر کوئی آدمی اپنا نام "وزیر اعظم" رکھ لے تو محض نام رکھ لینے سے وہ کسی ملک کا وزیر اعظم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سلفی لوگ اہل سنت نہیں ہو سکتے۔ سلفی جماعت گمراہ نجدی کی طرف منسوب ایک نوزائیدہ فرقہ ہے جب کہ اہل سنت وجماعت عہد رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء سے چلا آ رہا ہے۔

مفہوم سواد اعظم علمائے متأخرین کی نظر میں

(۱) امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں۔ "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ﴿اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ﴾ ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو اکیلا رہا، اکیلا دوزخ میں گیا"۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۷-رضا اکیڈمی ممبئی)

(۲) امام احمد رضا قادری پر آرہ کے غیر مقلدین نے مقدمہ دائر کر دیا۔ جج کی نمائندہ ٹیم نے بریلی آکر آپ سے مختلف سوالات کیا۔ سوالات وجوابات رسالہ "اظہار الحق الجلی" میں مرقوم

ہیں۔محررہ ذیل سوال وجواب اسی رسالہ سے منقول ہے۔

سوال نمبر۴۸: اہل سنت وجماعت کی کیا تعریف ہے؟

جواب: جوسواداعظم مسلمین کے پیرو ہیں،جس کے اتباع کا متواتر حدیثوں میں حکم ہے،اور حدیث نے مذہب حق کی عام فہم تعریف بیان فرمائی ہے ﴿اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ﴾ مسلمانوں کے بڑے گروہ کی پیروی کرو،جواس سے جدا ہوا،وہ جہنم میں جدا ہوا۔ ہرشخص جانتا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا گروہ مقلد ہے۔غیر مقلدین بہت قلیل ہیں۔

(اظہار الحق الجلی ص ۵۷-المدینۃ العلمیہ ممبئی)

(۳) صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء) نے تحریر فرمایا۔

''حدیث میں ہے:''سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ ثَلٰثًا وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّاوَاحِدَةً'' یہ امت تہتر فرقے ہوجائے گی۔ایک فرقہ جنتی ہوگا،باقی سب جہنمی۔صحابہ نے عرض کی''مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟'' وہ ناجی فرقہ کون ہے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ فرمایا''مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ''،وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں یعنی سنت کے پیرو۔دوسری روایت میں ہے،فرمایا:''هُمُ الْجَمَاعَةُ'' وہ جماعت ہے،یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ ہے جسے سواداعظم فرمایا،اور فرمایا: جواس سے الگ ہوا،جہنم میں الگ ہوا۔اسی وجہ سے اس ناجی فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت ہوا''۔(بہارشریعت ج ا ص ۹۶)

(۴) حافظ ملت محدث عبدالعزیز مرادآبادی (۱۸۹۴ء-۱۹۷۶ء) نے تحریر فرمایا۔

''اہل حق کے پردہ میں ایمان کے دعویدار بن کر بہت سے فرقے جو حقیقت میں مومن نہیں، پیدا ہونے والے تھے۔مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی،تاکہ اہل حق ان سے باخبر رہیں،ان کے جال میں نہ آویں۔فرمایا﴿وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً-کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّامِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوْا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟قَالَ:مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ-رواہ الترمذی-وفی روایۃ احمد وابی داؤد-عَنْ مُعَاوِیَةَ،ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ-وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَهِیَ الْجَمَاعَةُ﴾ یعنی میری

امت اجابت جو مجھ کو نبی مانے اور قبلہ رو نماز پڑھے، وہ تہتر فرقے ہو جائے گی، سب دوزخی ہیں، صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔

کما قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات فی تفسیر ہذا الحدیث ﴿وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً﴾ وجدا می شوند امت من آنہا کہ ایمان آوردہ اند وروئے بقبلہ دارند بر ہفتاد وسہ مذہب دراصول اعتقاد "کُلُّهُمْ فِی النَّارِ" ہر ایشاں مستحق درآمدن دوزخ باشند بجہت سوئے اعتقاد، انتہی۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ایمان وعقیدے کے اعتبار سے تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور یہ سب کے سب اپنے کو ایمان والا بتائیں گے، اور قبلہ کی طرف نماز بھی پڑھیں گے، حالانکہ سب اپنی بداعتقادی کی وجہ سے نار جہنم کے مستحق ہوں گے، سوائے ایک فرقہ ناجیہ کے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! نجات پانے والی جماعت کون سی ہے؟ فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

احمد وابوداؤد کی روایت میں فرمایا۔ وہ جنتی گروہ بڑی جماعت ہے۔ حدیث کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مدعیان اسلام کے تہتر فرقے ہو جائیں گے، بہتر دوزخی اور ایک جنتی۔ وہ جنتی فرقہ میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر قائم رہنے والا ہے، اور وہ بڑی جماعت ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ﴿اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰) یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو، کیونکہ جو بڑی جماعت سے علیحدہ ہوا، دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ عہد صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک باوجودیکہ یہ تمام فرقے ظہور میں آئے، لیکن ہر قرن وہر زمانے میں بڑی جماعت وہی رہی جس پر صحابہ وتابعین وتبع تابعین، ائمہ مجتہدین، علمائے معتمدین، اولیائے کاملین قائم رہے۔ وہی مذہب، اہل سنت وجماعت کا ہے۔ آج بھی بفضل اللہ وبکرم حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل سنت وجماعت کی وہ بڑی جماعت ہے کہ تمام دنیا کے مدعیان اسلام کے کل فرقے جمع کر لیے جائیں، تب بھی اس کی تعداد کو نہ پہونچ سکیں، چہ جائیکہ فرداً فرداً اس کا مقابلہ کر سکیں، لہٰذا دونوں حدیثوں سے صاف نتیجہ نکلا کہ نجات پانے والا گروہ سواد اعظم صرف اہل سنت وجماعت ہے۔ باقی تمام فرقے

مثلاً دیوبندی، غیر مقلد، قادیانی، نیچری وغیرہ سب کے سب دوزخی''۔
(جنتی فرقہ ص ۱۶، ۱۷-المجمع المصباحی مبارکپور)

(۵) حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی نے ''معارف الحدیث'' میں بھی تحریر فرمایا کہ سواد اعظم مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے۔(معارف حدیث ص ۳۴-مکتبہ پاسبان الہ آباد)

مفہوم سواد اعظم اغیار کی نظر میں

(۱) محمد بن اسماعیل امیر صنعانی زیدی شیعی (۱۰۹۹ھ-۱۱۸۲ھ) نے لکھا۔

﴿السواد الاعظم من الناس ای الاشخاص الکثیرة﴾
(التحبیر لایضاح معانی التیسیر ج ۳ ص ۷۹۳-مکتبۃ الرشد ریاض)

〈ت〉 انسانوں کا سواد اعظم یعنی بہت زیادہ لوگ۔

(۲) ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ﴿(السواد الاعظم) یعبر بہ عن الجماعة الکثیرة-والمراد ما علیہ اکثر المسلمین-قیل: ھذا فی اصول الاعتقاد کارکان الاسلام-واما الفروع کبطلان الوضوء بالمس مثلًا فلا حاجة فیه الی الاجماع-بل یجوز اتباع کل واحد من المجتھدین کالائمة الاربعة﴾
(التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۳۰-مکتبہ فخریہ دیوبند)

〈ت〉 قول نبوی ''سواد اعظم'' اس لفظ سے کثرت والی جماعت کو تعبیر کیا جاتا ہے، اور مراد وہ جماعت ہے جس پر اکثر مسلمان ہوں۔ کہا گیا کہ یہ اصول اعتقاد جیسے فرائض اسلام سے متعلق ہے، لیکن فروع مثلاً عورت کے چھونے سے وضو کا ٹوٹ جانا تو اس میں اجماع کی ضرورت نہیں، بلکہ مجتہدین جیسے ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کی تقلید جائز ہے۔

(۳) ابوالحسن عبداللہ سلفی مبارکپوری (م ۱۴۱۴ھ) نے لکھا۔

﴿(اتبعوا السواد) السواد فی اللغة العدد الکثیر وسواد الناس عامتھم (الاعظم) ای جملة الناس الذین یجتمعون علی الامام ای السلطان الاعظم-وسلوک

النهج المستقیم﴾ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج۱ص۲۸۰-جامعہ سلفیہ بنارس)

〈ت〉فرمان نبوی (اتبعوا السواد الاعظم) لغت میں سواد بڑی تعداد ہے،اور انسانوں کا سواد اس کے تمام لوگ ہیں۔ ''اعظم'' یعنی ان تمام لوگوں کا مجموعہ جو امام یعنی بادشاہ اعظم اور صراط مستقیم پر چلنے میں متفق ہوں۔

جماعت سے سب سے بڑی جماعت مراد ہے۔

(۱) محدث ابن بطال (م۴۴۹ھ) نے تحریر فرمایا﴿فبان ان الجماعة المامور باتباعها هی السواد الاعظم﴾ (شرح بخاری لابن بطال ج۱۰ص۳۶)

〈ت〉پس ظاہر ہوگیا کہ جس جماعت کے اتباع کا حکم دیا گیا، وہ سواد اعظم ہے۔

(۲) محدث شرف الدین طیبی (م۷۴۳ھ) نے لکھا۔

﴿المراد بالجماعة السواد الاعظم﴾ (شرح مشکوٰۃ المصابیح للطیبی ج۱۲ص۳۸۴۴)

〈ت〉جماعت سے ''سواد اعظم'' مراد ہے۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا۔

﴿والجماعة السواد الاعظم﴾ (فتح الباری شرح البخاری ج۱۳ص۳۷)

〈ت〉جماعت ''سواد اعظم'' ہے۔

(۴) محدث بدر الدین عینی حنفی مصری (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے لکھا۔

﴿فقال بعضهم هو امر ایجاب بلزوم الجماعة وهی السواد الاعظم﴾

(عمدۃ القاری فی شرح البخاری ج۳۵ص۱۴۷)

〈ت〉پس بعض علما نے فرمایا کہ یہ جماعت کو لازم پکڑنے کا وجوبی حکم ہے،اور جماعت ''سواد اعظم'' ہے۔

(۵) امام عبد الرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا۔

﴿(فعلیكم بالجماعة) ای الزموا السواد الاعظم من اهل الاسلام﴾

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۱ص۱۹۴-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾''پس تم پر جماعت کی پیروی لازم ہے''،یعنی تم اہل اسلام کے سواد اعظم (سب سے بڑی جماعت) کولازم پکڑو۔

(۶)امام عبدالرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا۔

﴿(وعلیکم بالجماعة)تقریر بعد تقریر وتاکید بعد تاکید-ای الزموها و کونوا مع السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار(والعامة)ای السواد الاعظم من المومنین﴾ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۲ص۴۴۳-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾''اورتم پر جماعت کی پیروی لازم ہے''۔یہ اثبات کے بعد اثبات اورتاکید کے بعد تاکید ہے،یعنی جماعت کولازم پکڑو،اورسواد اعظم کے ساتھ رہو،اس لیے کہ جوالگ ہوا،وہ الگ ہوکر جہنم میں گیا،اورجمہور مومنین کولازم پکڑو،یعنی مومنین کے سواد اعظم کو۔

(۷)امام عبدالرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا۔

﴿(وعلیکم بالجماعة)ای السواد الاعظم من اهل السنة ای الزموا هدیهم﴾

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی ج۱ص۷۸۷-مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

﴿ت﴾''تم پر جماعت کی پیروی لازم ہے''۔یعنی سواد اعظم یعنی اہل سنت وجماعت کی،یعنی ان کے طریقہ کولازم پکڑو۔

(۸)امام عبدالرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا﴿(ید الله علی الجماعة) ای حفظه وکلائته علیهم یعنی ان جماعة اهل الاسلام فی کنف الله فاقیموا فی کنف الله بین ظهرانیهم ولا تفارقوهم و تمامه عند مخرجه-ومن شذ شذ الی النار-ای من خرج عن السواد الاعظم فی الحلال والحرام الذی لم تختلف فیه الامة فقد زاغ عن سبیل الهدی وذلک یؤدیه الٰی دخول النار﴾

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج۲ص۹۷۹-مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

﴿ت﴾فرمان نبوی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے،یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگہبانی

جماعت کے لیے ہے، یعنی اسلام کی بڑی جماعت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے، پس اہل جماعت کے درمیان رہ کر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہو، اور جماعت سے جدا مت ہوؤ، اور مکمل حدیث اس کے بیان کی جگہ میں ہے، اور جو الگ ہوا، وہ الگ ہو کر جہنم میں گیا، یعنی جو حلال اور حرام میں سواد اعظم سے نکل گیا کہ جس میں امت کو اختلاف نہ ہو تو وہ ہدایت کے راستہ سے بھٹک گیا، اور یہ اسے جہنم کے داخلہ تک پہونچا دے گا۔

(۹) علامہ نور الدین بن برہان الدین حلبی (۹۷۵ھ-۱۰۴۴ھ) نے لکھا۔

﴿الجماعة المجتمعة يعبر عنها بالسواد الاعظم﴾ (السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۱۲۰)

﴿ت﴾ اجتماعی جماعت کو ''سواد اعظم'' کہا جاتا ہے۔

اہل باطل کی مجموعی تعداد اہل سنت سے قلیل

مذہب اہل سنت و جماعت ہر عہد میں کثیر التعداد رہا۔ تمام باطل فرقوں کی مجموعی تعداد بھی اہل سنت و جماعت کے برابر نہ ہوسکی، پھر انفرادی طور پر کسی ایک فرقہ باطلہ کی تعداد اہل سنت کے برابر کیونکر ہوسکتی ہے؟ عہد حاضر میں پیدا شدہ مغالطہ قلت توجہ کا نتیجہ ہے۔

(۱) علامہ سید علوی حداد (م ۱۲۳۲ھ) نے لکھا ﴿وصاحب الدين صلى الله عليه وسلم اخبر بان امته ستفترق وامرنا بلزوم السواد الاعظم الاكثر من الناس، ولم يزل اهل الحق ظاهرين واكثر الناس من الاشعرية والماتريدية من اتباع المذاهب الاربعة بحمد الله تعالىٰ﴾ (مصباح الانام ص ۳۵-استنبول ترکی)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی امت فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، اور ہمیں بڑی اور زیادہ لوگوں والی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا اور اہل حق یعنی مذاہب اربعہ کے متبعین میں سے اشعریہ اور ماتریدیہ ہمیشہ غالب اور زیادہ تعداد والے رہے۔

(۲) محدث عبد الغنی بن ابو سعید بن صفی عمری مجددی دہلوی (۱۲۳۵ھ-۱۲۹۶ھ) نے ''انجاح الحاجۃ حاشیۃ علیٰ سنن ابن ماجہ'' میں لکھا ﴿فعليكم بالسواد الاعظم اى جملة الناس و

معظمهم الذين يجتمعون علىٰ طاعة السلطان وسلوک النهج المستقيم کذا فی المجمع-فهذا الحدیث معیار عظیم لاهل السنة والجماعة شکر اللّٰه سعیهم فانهم هم السواد الاعظم وذلک لایحتاج الیٰ برهان فانک لو نظرت الیٰ اهل الاهواء باجمعهم مع انهم اثنان وسبعون فرقة،لایبلغ عددهم عشر اهل السنة﴾(شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸۳-قدیمی کتب خانہ کراچی)

﴿ت﴾ پس تم پر سواد اعظم کی پیروی لازم ہے،یعنی مسلمانوں کے مجموعی حصہ اوران کے بڑے طبقہ کی پیروی لازم ہے جو بادشاہ کی طاعت اورصراط مستقیم پر چلنے میں متفق ہوں۔اسی طرح ''مجمع بحارالانوار'' میں ہے،پس یہ حدیث اہل سنت وجماعت کے لیےایک عظیم معیار ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کا بدلہ عطا فرمائے،اس لیے کہ اہل سنت وجماعت ہی سواد اعظم ہیں،اوراس کے لیےکسی دلیل کی ضرورت نہیں،اس لیے کہ اگرتم تمام اہل بدعت کی طرف دیکھوگے تو باوجودیکہ وہ بہتر فرقہ ہیں،ان کی تعداد اہل سنت وجماعت کی دہائی(دس فیصد)کو نہ پہونچ پائے گی۔

(۲)امام اہل سنت امام احمد رضا قادری رقمطراز ہیں۔

''اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے۔عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں،ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی،لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو،وہ حق ہے۔اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے،مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہونچ سکے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۵۶،۵۷-رضا اکیڈمی ممبئی)

(۳)حافظ ملت نے تحریر فرمایا۔''عہد صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک باوجودیکہ یہ تمام فرقے ظہور میں آئے،لیکن ہر قرن وہر زمانے میں بڑی جماعت وہی رہی،جس پر صحابہ وتابعین وتبع تابعین،ائمہ مجتہدین،علمائے معتمدین،اولیائے کاملین قائم رہے۔وہی مذہب،اہل سنت و

جماعت کا ہے۔ آج بھی بفضل اللہ وبکرم حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل سنت و جماعت کی وہ بڑی جماعت ہے کہ تمام دنیا کے مدعیان اسلام کے کل فرقے جمع کر لیے جائیں، تب بھی اس کی تعداد کو نہ پہونچ سکیں، چہ جائیکہ فرداً فرداً اس کا مقابلہ کر سکیں"۔ (جنتی فرقہ ص ۱۷)

سواد اعظم کا گمرہی میں مبتلا ہونا محال

(۱) امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ-۱۹۲۱ء) نے اجماع کی بحث میں تحریر فرمایا۔

"سواد اعظم کا وقوع فی الضلال اور وہ شرعاً محال ہے:"لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لا تجتمع امتي على الضلالة-وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:يد الله على الجماعة-وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:عليكم بالجماعة والعامة-وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:اتبعوا السواد الاعظم-الىٰ غير ذلك مما بلغ مجموعه حد التواتر وقد سردناها وتخاريجها في رسالتنا"فيح النسرين بجواب الاسئلة العشرين". (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۲۸-رضا اکیڈمی ممبئی)

﴿ت﴾ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمرہی پر جمع نہیں فرمائے گا، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک کہ تم پر جماعت مسلمین اور عام مسلمانوں کی پیروی لازم ہے، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کہ بڑی جماعت کی پیروی کرو، اور ان کے علاوہ ارشادات نبویہ کی وجہ سے کہ ان کا مجموعہ تواتر کی حد تک پہونچتا ہے، اور ہم نے ان احادیث کو اور ان کی تخریجات کو اپنے رسالہ "فیح النسرین بجواب الاسئلۃ العشرین" میں بیان کر دیا ہے۔

اہل سنت و جماعت کا قلیل التعداد ہونا محال شرعی

اسلام کے طبقہ کبریٰ یعنی سواد اعظم کا گمرہی میں مبتلا ہونا محال شرعی ہے، کیونکہ سواد اعظم

کے عدم ضلالت اورثبات علی الحق سے متعلق احادیث نبویہ کا مجموعہ تواتر معنوی کے درجہ تک پہونچا ہواہے،اورسواد اعظم سے کثیر التعداد ہونا مراد ہے،پس لامحالہ ثابت ہوگیا کہ کثیر التعداد جماعت، حق پر ہوگی،اور جب کثیر التعداد جماعت حق پر ہوگی تو دیگر فرق اسلامیہ اس کے بالمقابل قلیل التعداد ہوں گے،اور جب فرق باطلہ قلیل التعداد ہوں گےتو اہل سنت وجماعت کثیر التعداد ہوں گے،پس ثابت ہوگیا کہ اہل سنت وجماعت کا قلیل التعداد ہونا ممکن بالذات اورمحال بالغیر ہے،جیسے کافر کی مغفرت ممکن بالذات اورمحال بالغیر ہے۔جوممکن بالذات شرعی طور پرمحال ہوتاہے،وہ ممتنع بالغیر ہوتا ہے۔میری کتاب ’’البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ‘‘میں اس امر کی تفصیل مرقوم ہے۔

سوال: عہد حاضر میں کہا جاتا ہے کہ عہد حاضر میں وہابی جماعت کثیر التعداد ہے،اورثابت ہو چکاہے کہ کثیر التعداد جماعت یعنی سواد اعظم کا گمرہی میں مبتلا ہونا محال ہے تواس سے لامحالہ ثابت ہوجائے گا کہ وہابی جماعت حق پر ہے؟

جواب: یہ بات بدیہی البطلان ہے۔وہابی جماعت اہل سنت وجماعت سے زیادہ نہیں۔ گمراہ جماعتیں کبھی بھی اہل سنت وجماعت کی بہ نسبت کثیر التعداد نہیں ہوسکتیں۔

’’سواد اعظم‘‘ اور’’جماعت‘‘اہل سنت وجماعت ہیں،اورسواد اعظم وجماعت کے لفظ سے کثیر التعداد ہونا مراد ہے،اوراگر جماعت یا سواد اعظم سے محض جماعت مراد ہوتو تمام گمراہ جماعتیں بھی جماعت ہیں،کیونکہ تین فرد پر’’جماعت‘‘ کا اطلاق ہوجاتا ہے،اوراب تک کی تمام گمراہ جماعتوں کے پاس عموماً تین سے زیادہ افراد ہوئے ہیں،پھرسواد اعظم اور جماعت ہونا حقانیت کی علامت ونشانی کیسے ہوسکتی ہے؟ کیونکہ اس صورت میں اہل حق بھی جماعت ہے،اور اہل باطل بھی جماعت ہے،حالانکہ سواد اعظم اور جماعت ہونے ہی کو علامت حقانیت بتاتے ہوئے’’اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار‘‘اور’’ہی الجماعۃ‘‘ کہا گیا،پس ثابت ہوگیا کہ ’’سواد اعظم‘‘ اور’’جماعت‘‘ سے دیگر فرق اسلامیہ کے بالمقابل کثیر التعداد ہونا مراد ہے، اور مردم شماری کچھ محال نہیں۔ساری دنیا کے مسلمانان اہل سنت وغیرسنی کلمہ گویان اسلام کی مردم

شماری کر لی جائے۔ ہمیشہ تمام فرقوں کی بہ نسبت اہل سنت و جماعت کثیر التعداد ہوں گے۔ اہل سنت و جماعت چار فقہی طبقات میں منقسم ہیں۔

(۱) حنفی (۲) مالکی (۳) شافعی (۴) حنبلی۔

تیسری صدی ہجری سے اہل سنت و جماعت چار حصوں میں منقسم ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ جب ان چاروں کو جمع کر دیا جائے تو اہل سنت و جماعت ہر زمانہ میں سب سے بڑی جماعت قرار پاتی ہے۔ امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز انہی عقائد پر تھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد ہیں، اور ساری دنیا کے احناف و مالکیہ اور شوافع و حنابلہ اہل سنت و جماعت کے انہی عقائد پر قائم ہیں۔ اس طرح تمام جہاں کے اہل سنت و جماعت، امام احمد رضا خاں قادری کے عقائد پر ہیں۔ یہ خیال غلط کہ صرف ہند و پاک کے سنی مسلمان، اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عقائد پر ہیں، بلکہ ساری دنیا کے سنی مسلمان، امام احمد رضا قادری کے عقائد پر ہیں۔ خواہ وہ امام احمد رضا قادری سے آشنا ہوں یا نا آشنا۔ تمام جہاں کے اہل سنت و جماعت کے عقائد ایک، کتابیں ایک، پس عہد حاضر میں برصغیر میں سنی کی تعریف اس طرح ہو گی۔

”جو اصول عقائد میں امام احمد رضا قادری کے مذہب پر ہو، اور فروع اعتقادیہ میں اشعری یا ماتریدی ہو، اور فرعیات فقہیہ میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کا ایک مقلد ہو، وہ سنی ہے“۔

اقول: من کان علی مذهب امام اهل السنة المجدد الکبیر الامام احمد رضا القادری فی الاصول الاعتقادیة و کان فی الفروع الاعتقادیة اشعریا او ماتریدیا ومقلدًا لاحد الائمة الاربعة فی الفروع الفقهیة فهو من اهل السنة و الجماعة–لان اهل السنة والجماعة قد اجتمعت علی المسالک الاربعة الفقهیة منذ المأة الثالثة–وقد اختلف الامامان اعنی الاشعری والماتریدی فی بعض الفروع الکلامیة–وقد قال المحققون ان الاختلاف بینهما لفظی–فرفع الخلاف الحقیقی بفضل اللّٰہ الهادی–والتفاصیل فی کتابی ”البرکات النبویة فی الاحکام الشرعیة–فثبت ان من کان فی الاصول الاعتقادیة علی مذهب

الامام احمد رضا القادری-سواء کان فی الفروع الاعتقادیة اشعریا او ماتریدیا-وھکذا فی الفروع الفقھیة ای سواء کان حنفیا اومالکیا اوشافعیا اوحنبلیا فھوسنی:واللّٰہ تعالی اعلم

سواداعظم فرقہ ناجیہ ہے

(۱)امام مناوی(۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا﴿فاھل السنة والجماعة ھم الفرقة الناجیة﴾ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیرج ۲ص ۳۴۳ -دارالکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉پس اہل سنت وجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہے۔

سواداعظم کے خلاف افکارونظریات کی ممانعت

(۱)حافظ محمد بن ابراہیم الکلاباذی (م ۳۸۰ھ) نے لکھا۔

﴿قال الشیخ الامام الزاھد رحمہ اللّٰہ فی قولہ(لا تباغضوا)اشارة الی الاھواء المضلة والآراء المختلفة ونھی عن النحل التی تخالف ما علیہ السواد الاعظم وتخرج عن السنة الناطقة والکتاب المحکم-لان المخالفة فی الدین ھی العلة الموجبة للتباغض﴾(بحرالفوائدج اص ۳۸۴)

〈ت〉امام زاہد رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی ''لاتباغضوا'' کی تشریح میں فرمایا کہ گمراہ گرافکاراور اختلاف پیدا کرنے والے نظریات کی جانب اشارہ ہے،اورسواداعظم کے طریقہ کے مخالف طریقہ اورسنت ناطقہ اورکتاب محکم سے خارج طریقہ سے ممانعت ہے،اس لیے کہ دینی مخالفت آپسی بغض وعداوت پیدا کرنے والاسبب وعلت ہے۔

(۲)امام عبدالرؤف مناوی(۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا﴿(لاتباغضوا)ای لا تختلفوا فی الاھواء والمذاھب والنحل المخالفة لما علیہ السواد الاعظم-لان البدعة فی الدین والضلال عن الصراط المستبین یوجب التباغض بین المومنین﴾

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۶ ص۵۰۰-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ آپس میں دشمنی نہ رکھو، یعنی اختلاف کر کے سواد اعظم کے مخالف طریق کار اور مخالف مذاہب اور مخالف افکار ونظریات کی طرف نہ چلے جاؤ، اس لیے کہ دین میں بدعت (نئی بات) پیدا کرنا اور صراط مستقیم سے گمراہ ہو جانا مسلمانوں کے درمیان بغض ودشمنی لاتا ہے۔

سواد اعظم کا عقیدہ حق وصحیح

(۱) محدث ابن بطال (م۴۴۹ھ) نے لکھا:﴿والجماعة التی امر بلزومها السواد الاعظم-وقالوا: کل ما کان علیه السواد الاعظم من اهل الاسلام من امر دینهم فهو الحق﴾ (شرح البخاری لابن بطال ج۱۰ص۳۳-مکتبۃ الرشد ریاض)

﴿ت﴾ جس جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا، وہ سواد اعظم (سب سے بڑی) ہے، اور علما نے فرمایا۔ دینی امور میں سے جس امر پر مسلمانوں کا سب سے بڑا طبقہ ہو، وہ حق ہے۔

(۲) امام شاطبی مالکی (م۷۹۰ھ) نے لکھا:﴿اختلف الناس فی معنی الجماعة المرادة فی هذه الاحادیث علٰی خمسة اقوال-احدها انها السواد الاعظم من اهل الاسلام-وهو الذی یدل علیه کلام ابی غالب-ان السواد الاعظم هم الناجون من الفرق-فما کانوا علیه من امر دینهم فهو الحق-ومن خالفهم،مات میتة جاهلیة-سواء خالفهم فی شیٔ من الشریعة اوفی امامهم وسلطانهم فهو مخالف للحق-وممن قال بهذا ابومسعود الانصاری وابن مسعود﴾

(الاعتصام ج۲ص۱۷۷-دارعفان سعودیہ عربیہ)

﴿ت﴾ علمانے ان احادیث مبارکہ میں وارد ہونے والے لفظ ''جماعت'' کے معنی مراد کے بارے میں پانچ مختلف اقوال بیان کیا۔ ان میں سے پہلا یہ ہے کہ وہ اہل اسلام کا سواد اعظم ہے، اور ابو غالب کا کلام اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے کہ سواد اعظم اسلامی فرقوں میں سے نجات پانے والوں کی جماعت ہے، پس سواد اعظم اپنے جس دینی عقیدہ پر ہو، وہ حق ہے، اور جو ان کی مخالفت

کرے، وہ جاہلیت کی موت مرا، خواہ شرعی امور میں سے کسی امر کے بارے میں ان کی مخالفت کرے، یا سواد اعظم کے امام وسلطان کے بارے میں ان کی مخالفت کرے، پس وہ حق کا مخالف ہے، اور جن حضرات نے یہ قول کیا، ان میں سے حضرت ابومسعود انصاری صحابی اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۳) ابن ملقن: سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی (۷۲۳ھ-۸۰۴ھ) نے لکھا: ﴿**الجماعة هى السواد الاعظم وقالوا: كل ما كان عليه السواد الاعظم من اهل الاسلام من امر دينهم فهو الحق الواجب والفرض الثابت الذى لا يجوز لاحد من المسلمين خلافه - وسواء خالفهم فى حكم من الاحكام اوفى امامهم القيم بامورهم وسلطانهم فهو مخالف للحق**﴾

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۲ ص ۳۳۵)

﴿ت﴾ جماعت "سواد اعظم" ہے۔ علما نے فرمایا کہ اہل اسلام کا بڑا طبقہ اپنے دینی معاملہ میں جس طریقہ پر ہو، وہ ثابت شدہ فرض ہے، اور مسلمانوں میں سے کسی کو فرض ثابت کی خلاف ورزی جائز نہیں، خواہ احکام میں سے کسی حکم میں اختلاف کرے، یا مسلمانوں کے امام اور بادشاہ کے بارے میں اختلاف کرے جو مسلمانوں کے امور کو قائم کرنے والا ہو، پس وہ مخالفت کرنے والا حق کا مخالف ہے۔

اہل سنت و جماعت کی وجہ تسمیہ

(۱) امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (۴۷۹ھ-۵۴۸ھ) نے لکھا: ﴿**اَخْبَرَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ: سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً - اَلنَّاجِیَةُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ، وَالْبَاقُوْنَ هُلْکٰی - قِیْلَ: وَمَنِ النَّاجِیَةُ؟ قَالَ: اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ - قِیْلَ: وَمَا السُّنَّةُ وَ الْجَمَاعَةُ؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَیْهِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ**﴾ (الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱- مؤسسۃ الحلبی)

﴿ت﴾ حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دیا کہ عنقریب میری امت تہتر فرقوں

میں منقسم ہوجائے گی،ان میں سے ایک فرقہ نجات پانے والا ہے،اور باقی ہلاک ہونے والے ہیں۔دریافت کیا گیا۔کون سافرقہ نجات پانے والا ہے؟آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اہل سنت و جماعت۔دریافت کیا گیا۔سنت اور جماعت کیا ہے؟آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جس طریقہ پرآج میں ہوں،اور میرے صحابہ ہیں۔

(۲)انورشاہ کشمیری دیوبندی(م۱۳۵۲ھ)نے لکھا۔

﴿قد اخرج الشهرستانی حدیثًا فیه لفظ''السنة والجماعة''معًا﴾

(فیض الباری شرح البخاری ج۶ص۴۷-مکتبۃ مشکاۃ الاسلامیہ)

﴿ت﴾ابوالفتح عبدالکریم شہرستانی نے ایک حدیث کی تخریج کی،جس میں سنت اور جماعت کالفظ ساتھ ساتھ ہے۔

(۳)علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی(۷۲۲ھ-۷۹۲ھ)نے لکھا کہ حضرت امام حسن بصری تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۲۱ھ-۱۱۰ھ)کا ایک شاگرد،واصل بن عطا(۸۰ھ-۱۳۱ھ)ایک اعتقادی مسئلہ میں اختلاف کرکے اپنے استاذ حسن بصری سے الگ ہوگیا۔واصل کی جماعت ''معتزلہ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ایک مدت بعد امام ابوالحسن اشعری(۲۶۰ھ-۳۲۴ھ)کے عہد میں مذہب اسلام کا طبقہ برحق''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے لقب سے متعارف ہوا۔امام اشعری پہلے معتزلی تھے،پھر مذہب اعتزال سے تائب ہوکر مذہب اہل حق کی جانب آگئے۔عہد صحابہ و عہد تابعین وعہد تبع تابعین میں اہل حق کے لیے کوئی خاص اصطلاح رائج نہیں ہوئی تھی۔

علامہ تفتازانی نے لکھا﴿وترک الاشعری مذهبه فاشتغل هو ومن تبعه بابطال رأی المعتزلة واثبات ماورد به السنة ومضی علیه الجماعة فسموا اهل السنة و الجماعة﴾(شرح العقائدالنسفیہ ص۲۶:الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

﴿ت﴾امام ابوالحسن اشعری نے مذہب معتزلہ کوترک کردیا،پھر امام اشعری اوران کے متبعین معتزلہ کےافکارکو باطل قراردینے میں مشغول ہوئے اوراس کوثابت کرنے میں مصروف ہوئے، جس بارے میں سنت وارد ہوئی تھی،اور جس پر جماعت صحابہ کاعمل تھا،پس اشعری اوران کے

متبعین کو ''اہل السنۃ والجماعۃ'' نام دیا گیا۔

عرب ممالک اور اہل سنت و جماعت

عرب کے ارباب تسنن ، ہند وپاک کے سنیوں کو بدعتی اور دیو بندیوں کو سنی سمجھتے ہیں ۔ ہندوستان کے اہل سنت و جماعت کی کتابیں عربی ودیگر زبانوں میں شائع ہونی چاہئے۔ دنیا بھر کے اہل سنت و جماعت سے رابطہ کیا جائے ،تا کہ غلط فہمیاں دور ہوں،اور حقائق سے اہل عالم آشنا ہوں۔علمائے ہند وپاک کی جانب سے اس کا آغاز ہو چکا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے مکمل فرما دے۔ملک ہند میں اہل سنت و جماعت میں اتحادواتفاق بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

علامت سوم

اہل سنت کی قلت عبادت

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا﴿عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً﴾(سورہ غاشیہ: آیت ۳،۴)

﴿ت﴾ کام کریں، مشقت جھیلیں، جائیں بھڑکتی آگ میں۔(کنز الایمان)

توضیح: خوارج کے بالمقابل اہل سنت وجماعت کی نشانی قلت عبادت بھی ہے۔عہد حاضر میں وہابی فرقہ خوارج کی ایک شاخ ہے۔دیوبندی، مودودی، قادیانی، اہل حدیث، اہل قرآن وغیرہا وہابیت کی شاخیں ہیں۔خوارج کی عبادتیں اہل سنت وجماعت سے زائد ہوں گی۔یہ خوارج ارشاد الٰہی ”عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً“ کے مصداق ہیں۔

﴿عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قِسْمًا، اَتَاهُ ذُوالْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِعْدِلْ، فَقَالَ: وَيْلَکَ وَمَنْ يَعْدِلْ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ، قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَمْ اَكُنْ اَعْدِلُ — فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِئْذَنْ لِیْ فَاَضْرِبَ عُنُقَهٗ، فَقَالَ: دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا يَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ اِلٰی نَصْلِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰی رِصَافِهٖ فَمَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰی نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَايُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰی قُذُذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ — اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْیِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ — وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰی حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ — قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ: فَاَشْهَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِکَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِیَ بِهٖ حَتّٰی

نَظَرْتُ اِلَیْهِ عَلٰی نَعْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ نَعَتَهٗ۞

(صحیح البخاری ج ۱ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔صحیح مسلم ج ۲ باب ذکر الخوارج وصفاتہ)

﴿ت﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: ہم لوگ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ قبیلہ بنی تمیم کا ذوالخویصرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افسوس تجھ پر، میں ہی انصاف نہ کروں گا تو انصاف کرنے والا کون ہے؟ اگر میں انصاف نہیں کرتا تو تو خائب وخاسر ہو چکا ہوتا، پس حضرت عمر فاروق نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں، تاکہ میں اس کی گردن ماردوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے بہت سے ساتھی ہوں گے، جن کی نمازوں اور روزوں کے بالمقابل تم اپنی نمازوں اور روزوں کو بہت کم سمجھو گے۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پیکان کو دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہ پایا جائے گا، پھر اس کے پٹھا کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پھر اس کے (پیکان وپرکا) درمیانی حصہ دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پھر اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ وہ گوبر اور خون سے گذر چکا ہوگا۔ ان کی نشانی ایک آدمی ہے کہ اس کا ایک بازو عورت کی چھاتی کی طرح ہوگا، یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہوگا، حرکت کرتا رہے گا، اور یہ لوگ مومنین کی تفریق کے وقت نکلیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری نے کہا۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ فرمایا، اور میں ان کے ساتھ تھا تو انہوں نے اس آدمی کے بارے میں حکم دیا، پس اسے تلاش کر کے لایا گیا، یہاں تک کہ میں نے اسے اسی صفت پر پایا جو صفت حضور اقدس عالم مایکون وماکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔

(۱) قلت عبادت کا مفہوم

یہاں عبادت سے مراد عبادات نافلہ ہیں، کیونکہ خوارج کا ابتدائی ظہور عہد مرتضوی میں ہوا، اوراس عہد کے مومنین سے متعلق یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فرائض وواجبات میں کوتاہی کرتے تھے، اور جب عہد اول میں مفہوم واضح ہوگیا تو ازمنہ مابعد میں اس مفہوم متعین میں بلا دلیل تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا، نیز اہل حق کی علامت ترک فرائض وواجبات بتائی جائے ، یہ قرین قیاس نہیں، پس حدیث مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ جماعت حقہ میں اگر سو رکعت نوافل پڑھنے والے ہوں تو خوارج میں اس سے زائد دوسو، تین سو رکعت نوافل پڑھنے والے پائے جائیں گے۔ اگر اہل حق میں زاہدین وعابدین کی تعداد مثلاً دس ہوں تو خوارج میں تعداد زہاد اہل حق سے زائد ہوں۔ ''عاملۃ ناصبۃ-تصلی نارًا حامیۃ'' کی بشارت ایسے ہی عابدین کے لیے ہے کہ وہ عبادت بہت کریں گے، اور بد اعتقادی کے سبب جہنم کے مستحق قرار پائیں گے، پس تمام مسلمانوں کو سب سے پہلے عقائد کی درستگی اور صحت کی فکر ہونی چاہئے ، اور فرض وواجب نمازوں کی بھی پابندی کرنی لازم ہے۔ فرض نمازوں کو چھوڑنا حرام اور گناہ کا کام ہے۔ سنت اور نفل نمازیں ترک کرنا گناہ تو نہیں ہے، لیکن ثواب سے محرومی ضرور ہے۔

(۲) مفہوم کا تعین

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا۔

﴿**قوله تحقرون-بفتح اوله اى تستقلون-قوله صلاتكم مع صلاتهم-زاد فى رواية الزهرى عن ابى سلمة كما فى الباب بعده-''وصيامكم مع صيامهم''-و فى رواية عاصم بن شميخ عن ابى سعيد''تحقرون اعمالكم مع اعمالهم''-و وصف عاصم اصحاب نجدة الحرورى بانهم يصومون النهار ويقومون الليل و ياخذون الصدقات على السنة-اخرجه الطبرى-ومثله عنده من رواية يحيى**

بن ابی کثیر عن ابی سلمة–وفی روایة محمد بن عمرو عن ابی سلمة عنده ”یتعبدون یحقر احدکم صلاته مع صلاتهم وصیامه مع صیامهم“–ومثله من روایة انس عن ابی سعید–وزاد فی روایة الاسود بن العلاء عن ابی سلمة– ”واعمالکم مع اعمالهم“–وفی روایة سلمة بن کهیل عن زید بن وهب عن علی–”لیست قرأتکم الٰی قرأتهم شیئًا ولاصلاتکم الٰی صلاتهم شیئًا“– اخرجه مسلم والطبری–وعنده من طریق سلیمان التیمی عن انس–ذکر لی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال–”ان فیکم قومًا یدأبون ویعملون حتی یعجبوا الناس وتعجبهم انفسهم“–ومن طریق حفص بن اخی انس عن عمه بلفظ–”یتعمقون فی الدین“–وفی حدیث ابن عباس عند الطبرانی فی قصة مناظرته للخوارج–قال–”فاتیتهم فدخلت علی قوم لم اَرَ اَشَدَّ اِجْتِهَادًا مِنْهُمْ–ایدیهم کانها ثفن الابل–ووجوههم معلمة من آثار السجود“–واخرج ابن ابی شیبة عن ابن عباس–انه ذکر عنده الخوارج واجتهادهم فی العبادة– فقال: لَیْسُوْا اَشَدَّ اِجْتِهَادًا مِنَ الرُّهْبَانِ﴾ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۱۲ص۲۸۹)

﴿ت﴾ فرمان مصطفوی ”تحقرون“ اس کے اول (تاء) کے فتحہ کے ساتھ، یعنی تم لوگ (اپنی عبادتوں کو) کم سمجھو گے۔فرمان نبوی ”اپنی نماز کو ان کی نماز کے بالمقابل“۔ابوسلمہ کی روایت سے امام زہری کی روایت میں اضافہ کیا جیسا کہ اس کے بعد والے باب میں ہے: ”اور تم اپنے روزے کو ان کے روزوں کے بالمقابل کم سمجھو گے“-اور ابوسعید کی روایت سے عاصم بن شمیخ کی روایت میں ہے: ”تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے بالمقابل کم سمجھو گے“-اور عاصم نے نجدہ بن عامر حروری خارجی حنفی(۳۶ھ-۶۹ھ) کے اصحاب کی صفت بیان کی کہ وہ لوگ دن کو روزہ رکھتے،اور رات کو نمازیں پڑھتے،اور سال پر صدقہ دیتے۔اس حدیث کی تخریج امام محمد بن جریر طبری نے کی،اور امام طبری کے پاس اسی کی طرح ابوسلمہ سے یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت میں ہے، اور ابوسلمہ سے محمد بن عمرو کی روایت میں امام طبری کے یہاں ہے: ”وہ لوگ عبادت کریں گے کہ

تم میں کا ہر کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز کے بالمقابل اور اپنے روزہ کو ان کے روزہ کے بالمقابل کم سمجھے گا‘‘۔اور اسی کی طرح ابو سعید سے انس کی روایت ہے،اور ابو سلمہ سے اسود بن علا کی روایت میں اضافہ کیا:’’اور تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے بالمقابل کم سمجھو گے‘‘۔

اور حضرت علی سے زید بن وہب کی معرفت سے سلمہ بن کہیل کی روایت میں ہے:’’ان کی تلاوت قرآن کے بالمقابل تمہاری تلاوت قرآن کچھ نہیں ہے،اور نہ ہی ان کی نماز کے بالمقابل تمہاری نماز کچھ ہے‘‘۔اس کی تخریج امام مسلم اور امام طبری نے کی،اور امام طبری کے یہاں انس بن مالک سے سلیمان تیمی کی سند سے ہے:’’مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:تم میں ایک قوم ہوگی،وہ لوگ مشقت اٹھائیں گے،اور عمل کریں گے،یہاں تک کہ لوگوں کو تعجب ہوگا،اور ان کا نفس انہیں غرور میں مبتلا کر دے گا‘‘۔

اور انس بن مالک کی روایت سے ان کے بھتیجے حفص کی سند میں اس لفظ کے ساتھ ہے:’’وہ لوگ دین میں چرب زبانی کریں گے‘‘۔اور امام طبرانی کے یہاں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں خوارج سے ان کے مناظرہ کے واقعہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: ’’پس میں ان کے پاس آیا تو میں ایسی قوم کے پاس داخل ہوا کہ میں نے (عبادت میں) ان سے زیادہ محنت ومشقت والا کسی کو نہیں دیکھا،ان کے ہاتھ گویا کہ اونٹوں کے سخت اعضا ہیں،اور ان کے چہروں پر سجدے کے نشان تھے‘‘۔اور حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی کہ ان کے پاس خوارج کا ذکر ہوا،اور عبادت میں ان کی محنت ومشقت کا ذکر ہوا تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا:’’وہ لوگ راہبوں سے زیادہ محنت و مشقت والے نہیں ہیں‘‘۔

توضیح: جیسے ایمان سے دور ہونے کے سبب راہبوں کی عبادت بیکار ہے،اسی طرح خوارج کی عبادتیں بھی بدعقیدگی کے سبب بیکار ہیں۔ہر شخص کو اپنے ایمان وعقائد پر نظر رکھنی ضروری ہے۔

اقتباس بالا میں خوارج کی کثرت عبادت کو بتایا گیا اور ان عبادات سے مراد عبادات نافلہ

ہیں، کیونکہ فرائض وواجبات میں مساوات ہوگی، کثرت وقلت کی کیفیت عبادات نافلہ میں جاری ہوگی۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثلاً حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابوسعید خدری و حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی خوارج کا مشاہدہ کر کے انہیں کثیر العبادت فرمایا۔ لامحالہ ان کی مراد نوافل کی کثرت ہے، ورنہ عہد صحابہ میں نہ کوئی تارک فرائض تھا، نہ ہی فرائض میں کم وبیش ہونے یا موازنہ کی شکل موجود ہے: فافہم وتدبر۔

مذکورہ اقتباس میں علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارتوں سے بالکل متعین ہوجاتا ہے کہ کثرت عبادت سے عبادات نافلہ کی کثرت مراد ہے، کیونکہ فرائض میں کثرت وقلت کا مفہوم جاری نہیں ہوتا۔فرائض متعین ہیں، خواہ نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوٰۃ۔فرض نماز کی رکعات متعین، فرض روزہ کے ایام متعین، فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ کی مقدار متعین، فرض حج کی تعداد متعین ہے۔ ان فرض امور میں کمی وبیشی کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔

فرائض کی عدم ادائیگی یعنی ترک فرائض مذہب حق کی علامت نہیں ہوسکتی، کیونکہ ترک فرائض حرام ہے، اور حرام شی، اہل حق کی حقانیت کی نشانی وعلامت نہیں ہوسکتی۔ہاں، یہ ممکن ہے کہ اس امر حرام کا ارتکاب اہل حق کے بعض افراد کرتے ہوں۔اس وجہ سے وہ گنہ گار ہوں گے، اور اس گناہ سے توبہ کرنی ہوگی۔قضا نماز وروزے ادا کرنے ہوں گے۔امام عسقلانی کی مندرجہ ذیل عبارتیں دیکھ کر یقین ہوجاتا ہے کہ حدیث میں عبادات نافلہ کی کثرت وقلت مراد ہے۔

(۱)﴿وصف عاصم اصحاب نجدة الحروری بانهم یصومون النهار ویقومون اللیل ویاخذون الصدقات علی السنة﴾

(۲)﴿ان فیکم قومًا یدأبون ویعملون حتی یعجبوا الناس وتعجبهم انفسهم﴾

(۳)﴿یتعمقون فی الدین﴾

(۴)﴿فاتیتهم فدخلت علی قوم لم ار اشد اجتهادا منهم—ایدیهم کانها ثفن الابل—ووجوههم معلمة من آثار السجود﴾

(۵)﴿لیسوا اشد اجتهادًا من الرهبان﴾

توضیح: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول ''لیسوا اشد اجتہادًا من الرہبان'' کا مفہوم یہ ہے کہ گرچہ خوارج بہت زیادہ عبادت گذار ہیں، لیکن غلط عقائد کے سبب جہنم کے حقدار ہیں، جیسا کہ راہب و پادری جوان سے بھی زیادہ عبادت گذار ہوتے ہیں، وہ خارج اسلام ہونے کے سبب مستحق جہنم قرار پائے، یہی حال خوارج کا ہے۔

(۳) کیا وہابی فرقہ خوارج میں سے ہے؟

(۱) علامہ ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے تحریر فرمایا ﴿کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ،لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون،وان من خالف اعتقادھم مشرکون،واستباحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللّٰہ تعالٰی شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومأتین والف﴾ (ردالمحتار: باب البغاۃ ج۴ص۴۴۹)

〈ت〉 جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبد الوہاب نجدی کے پیروکاروں میں واقع ہوا، جولوگ نجد سے خروج کیے اور حرمین طیبین پر قابض ہو گئے۔ یہ لوگ خود کو حنبلیوں کے مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن ان کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف یہی لوگ مسلمان ہیں اور جوان کے عقائد کے خلاف ہوں، وہ سب مشرک ہیں اور اسی وجہ سے ان نجدیوں نے اہل سنت و جماعت اور اہل سنت و جماعت کے علما کے قتل کو جائز سمجھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت کو توڑ دیا اور ان کے شہروں کو ویران فرما دیا اور سال ۱۲۳۳ھ میں ان پر مسلمانوں کے لشکر کو فتح عطا فرمائی۔

(۲) امام صاوی مالکی (۱۱۷۵ھ-۱۲۴۱ھ) نے آیت قرآنیہ ﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾ (سورہ فاطر: آیت ۸) کی تفسیر میں وہابیہ کو خارجی بتاتے ہوئے لکھا۔

﴿ھذہ الآیۃ نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنۃ و یستحلون بذلک دماء المسلمین واموالھم -کما ھو مشاھد فی الآن فی

نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز يقال لهم الوهابية يحسبون انهم علی شیء -الا انهم هم الكاذبون،استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكر الله-اولئک حزب الشيطان-الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون-نسأل الله الكريم ان يقطع دابرهم﴾ (حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج۳ص۳۰۸)

〈ت〉 یہ آیت ان خارجیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معانی میں تحریف کرتے ہیں،اوراس کے ذریعہ مسلمانوں کی جان اوران کے مال کو حلال قرار دیتے ہیں،جیسا کہ ابھی دیکھا جارہا ہے ان کے مماثلین میں،اور یہ لوگ سرزمین حجاز میں ایک فرقہ ہیں جنہیں ''وہابی'' کہا جاتا ہے۔یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ لوگ کسی دین پر ہیں۔آ گاہ ہوجاؤ،بےشک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔شیطان ان پر غالب ہوا،پس انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔یہ لوگ شیطان کے گروپ ہیں۔جان لو کہ شیطان کا گروپ ہی نقصان والے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو ختم فرمادے۔

☆☆☆☆☆

علامت چہارم

محبت نبوی کو معیار نجات قرار دینا

(۱) رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهٖ﴾ (سورہ توبہ: آیت ۱۲۰)

〈ت〉 مدینے والوں اوران کے گرد دیہات والوں کولائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں، اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔ (کنزالایمان)

(۲) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورہ نساء: آیت ۶۵)

〈ت〉 تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرمادو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں، اور جی سے مان لیں۔ (کنزالایمان)

(۳) ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورہ اعراف: آیت ۱۵۷)

〈ت〉 تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا، وہی بامراد ہوئے۔ (کنزالایمان)

(۴) ﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ـ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ (سورہ فتح: آیت ۸، ۹)

〈ت〉 بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو، اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (کنزالایمان)

توضیح: اہل حق کی سب سے بڑی اور اہم علامت یہ ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے محبت اوران کی تعظیم وادب کریں گے۔اس علامت کے بہت سے فروع ہیں۔

(۱)حضوراقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کرنا (۲) حب نبوی کا چرچا کرنا (۳) عشق مصطفوی کو معیار نجات اعتقاد کرنا (۴) حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منسوب چیزوں سے وابستگی وتعلق رکھنا (۵) ایسے امور بجالانا جن سے حب نبوی میں اضافہ ہوسکے (۶) حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی برداشت نہ کرنا (۷) حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب واہل بیت اور متتسبین سے دوستی اور مخالفین اور بے ادبی کرنے والوں سے سے دشمنی رکھنا: وغیرہ۔

خوارج کی علامت یہ ہے کہ وہ عبادت پر غرور کریں گے،اورمقبولان بارگاہ الٰہی کی بے ادبی میں مبتلا رہیں گے۔اپنے آپ کو دوسروں سے افضل وبرتر گمان کریں گے۔احادیث مبارکہ سے یہ تمام علامتیں مستفاد ہیں۔بعض احادیث مقدسہ متعدد ذیلی عناوین کے تحت مرقومہ ذیل ہیں۔

(۱)عشق ومحبت کوسبب نجات قرار دینا

(۱)﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰـهُ عَنْهُ:اَنَّ رَجُلًا سَالَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّـاعَةِ–فَقَـالَ:مَتَی السَّاعَةُ؟قَالَ:وَمَاذَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟قَالَ:لَاشَیْءَ،اِلَّااَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰـهَ وَرَسُوْلَـهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–فَقَالَ:اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ–قَالَ اَنَسٌ:فَمَا فَرِحْنَا بِشَیْءٍ فَرِحْنَا بِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ–قَالَ اَنَسٌ:فَاَنَا اُحِبُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ–وَاَرْجُوْاَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّیْ اِیَّا هُمْ–وَاِنْ لَمْ اَعْمَلْ بِمِثْلِ اَعْمَالِهِمْ﴾(صحیح البخاری ج۱ص۵۲۱)

〈ت〉حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدالاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں دریافت کیا،پس اس نے عرض کیا۔ قیامت کب ہے؟آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟اس نے جواب دیا۔کچھ نہیں،مگر یہ کہ میں اللہ عزوجل اوراس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے محبت کرتا ہوں، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (آخرت میں) اس کے ساتھ رہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پس ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک ''اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ'' سے اتنا خوش ہوئے کہ اتنا کبھی خوش نہ ہوئے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ رہوں گا میرے ان سے محبت کرنے کی وجہ سے، اگرچہ میں ان کے عمل کے مثل عمل نہ کروں۔

توضیح: جب کوئی انسان اپنے کسی عمل کو بیان کرتا ہے تو اعمال میں سے اس عمل کو ضرور بیان کرتا ہے، جس کی قبولیت کی امید اسے ہو، اور جو اس کا بڑا عمل ہو۔ حدیث مرقومہ بالا سے یہ حقیقت بالکل روشن ہوگئی کہ صحابہ کرام حب نبوی کو اپنا مقبول اور سب سے بڑا عمل شمار کرتے تھے، اور اپنے اسی عمل کو قابل ذکر سمجھتے تھے، اور مدار نجات اعتقاد کرتے، دیگر اعمال کا ذکر نہ فرماتے۔ اب جس کے پاس حب نبوی کی دولت نہ ہو، اس کی اپنی نظر بھی اپنی عبادتوں پر جا رکتی ہے۔ خواہ وہ عبادات مقبول ہوں یا مردود، لیکن وہ محض اپنی عبادت کو دیکھ کر اترانے لگتا ہے۔ انجام کی اسے خبر بھی نہیں ہوتی، اور شیطان اسے اس کی عبادتوں کے سبب دیگر مومنین سے افضل بتانا شروع کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ خود بھی ''ہمچنیں دیگرے نیست'' کے زعم باطل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام راتوں کو عبادت الٰہی میں گذار دیتے، لیکن ان عبادتوں کا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے۔

(۲) پیمبر کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

(۱)﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۷ - صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی مومن نہیں ہوسکتا، جب

تک کہ وہ اپنے باپ، بیٹے اور سارے لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرنے لگے۔

توضیح: اہل محبت کی جو نشانیاں بتائی جاتی ہیں، وہ نشانیاں اہل سنت و جماعت میں موجود ہیں، پس اہل سنت و جماعت ہی مسلک حق ہے، اور جو خلاف اہل سنت ہے، وہ باطل ہے۔ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ اس علامت کو ظاہر کرنے کے لیے تحقیق کرنے کی ضرورت درپیش ہو، جیسا کہ حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قلبی کیفیت کی حقیقت ان کے سامنے ظاہر فرمائی، پس صاحب علامت خود بھی کبھی اس سے غافل ہو سکتا ہے۔

(۲) ﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ ہِشَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،وَھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ !لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا نَفْسِیْ-فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا،وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ،حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ-فَقَالَ لَہ عُمَرُ: فَاِنَّہُ الْاٰنَ،وَاللّٰہِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ-فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ﴾

(صحیح بخاری ج ۲ص ۹۸۱)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاروق اعظم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پس فاروق اعظم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤں، پھر فاروق اعظم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: پس بے شک، قسم بخدا! اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے میری جان سے زیادہ پیارے ہیں، پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب، اے عمر!۔

(۳) علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی مصری (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے لکھا﴿قَالَ اِبْنُ حَجَرٍ: جَوَابُہٗ اَوَّلًا کَانَ بِحَسبِ مَا طُبِعَ عَلَیْہِ،ثُمَّ تَأَمَّلَ فَعَرَفَ بِالْاِسْتِدْلَالِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ

عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْهَا،لِاَنَّهُ الَّذِیْ نَجاهُ مِنَ الْهلاكِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ- فَاَخْبَرَہ بِذٰلِکَ ثَانِیًا،وَلِذَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ:اَلْاٰنَ تَحَقَّقْتَ وَنَطَقْتَ﴾

(نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض ج۳ص۳۴۶)

﴿ت﴾ محدث ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے فرمایا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا جواب ان کی طبعی فطرت وجبلت کے اعتبار سے تھا، پھر جب انہوں نے غور کیا تو جان لیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں اپنی جان سے زیادہ پیارے ہیں،اس لیے کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے انہیں دنیوی اوراخروی ہلاکت سے نجات عطا فرمائی، پس دوبارہ فاروق اعظم نے وہ جواب دیا،اوراسی لیے حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اب تم نے تحقیق کرکے جواب دیا۔

(۳) کثرت محبت کا مفہوم

(۱) قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے لکھا۔

﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ”لَا تَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ“وَهٰؤُلاءِ اَصْحَابُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَتَلُوْا اَحِبَّاءَ هُمْ وَقَاتَلُوْا آبَائَهُمْ وَ اَبْنَائَهُمْ فِیْ مَرْضَاتِهٖ -وَقَالَ لَه عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَیٍّ:لَوْ شِئْتَ لَاَ تَیْتُکَ بِرَاسِهٖ یَعْنِیْ اَبَاهُ﴾ (کتاب الشفاء ج۲ص۲۸)

﴿ت﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے لوگ نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ ورسول کی مخالفت کرنے والے سے محبت رکھے“-اور یہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ان حضرات نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی میں اپنے احباب کو قتل کیا ہے،اوراپنے باپوں اوراپنے بیٹوں سے جنگ کیا ہے،اورعبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں تو میں اس کا یعنی اپنے باپ ابی

بن کعب منافق کا سر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے آؤں۔

توضیح: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس طرح کے بہت سے واقعات احادیث و تفاسیر اور سیر وتواریخ کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ یہ واقعات گواہ ہیں کہ حضرات صحابہ کرام عشق مصطفوی کے پیکر مجسم تھے،اورہمیں بھی حب نبوی کا حکم دیا گیا،ورنہ ایمان کامل نہیں ہوگا۔

(۲) قاضی عیاض مالکی اورامام نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے لکھا ﴿وَلَا یَصِحُّ الْاِیْمَانُ اِلَّا بِتَحْقِیْقِ اِنَافَةِ قَدْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْزِلَتِه عَلٰی کُلِّ،وَالِدٍ وَوَلَدٍ وَ مُحْسِنٍ وَمُفْضِلٍ-وَمَنْ لَمْ یَعْتَقِدْ هٰذَا-وَاعْتَقَدَ مَا سِوَاهُ-فَلَیْسَ بِمُؤْمِنٍ﴾

(اکمال المعلم شرح مسلم ج اص ۲۰۴-شرح النووی علیٰ صحیح مسلم ج اص ۴۹)

﴿ت﴾ حضوراقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رتبہ اور درجہ کو ہرایک، باپ، بیٹا اور محسن وکرمفرما پر بلند اعتقاد کرنے ہی پر ایمان صحیح ہوگا،اور جو ایسا اعتقاد نہ رکھے،اوراس کے برخلاف اعتقاد رکھے تو وہ مومن نہیں ہے۔

(۴) امت مابعد اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ،اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ-یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ-رَوَاهُ مُسْلِمٌ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۸۳)

﴿ت﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ میری امت میں مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ان میں کا کوئی فرد یہ خواہش کرے گا کہ کاش وہ اپنے اہل ومال کے عوض میری زیارت سے سرفراز ہوتا۔

توضیح: حضرات صحابہ کرام کے بالمقابل کثرت حب مراد نہیں، کیونکہ وہ عنداللہ منتخب افراد ہیں ،ان کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہوا ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ حضرات صحابہ

کرام حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے بلند رتبہ ہیں۔

(۵) محبت کی حقیقت

قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿وَحَقِیْقَةُ الْمَحَبَّةِ الْمَیْلُ اِلٰی مَا یُوَافِقُ الْاِنْسَانَ﴾ (کتاب الشفاء ج ۲ ص ۲۹)

〈ت〉 محبت کی حقیقت انسان کا اس جانب مائل ہونا ہے جو اس کے موافق ہو۔

توضیح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے جن خوش نصیبوں کی موافقت ہے، ان کا میلان طبع آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے، پس کیا ہی شان ہے سنیوں کی، ان کی نگاہوں میں حضرت حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجچے: فالحمد لربی والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبی و آلہ وصحبہ دائما ابدا۔

وہابیہ کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اساتذہ اور مشائخ کو ترجیح دی۔ اس کے بڑوں نے رب تعالیٰ اور حضرت حبیب محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح گستاخیاں کیں، پھر بھی وہ اپنے بڑوں سے جدا نہ ہوئے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہابیہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محروم ہیں۔

(۶) محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لغزشیں

﴿عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ-اَنَّ رَجُلًا عَلٰی عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، کَانَ اِسْمُہٗ عَبْدَ اللّٰہِ، وَکَانَ یُلَقَّبُ حِمَارًا، وَکَانَ یُضْحِکُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَہٗ فِی الشَّرَابِ، فَاُتِیَ بِہٖ یَوْمًا، فَاَمَرَ بِہٖ فَجُلِدَ-فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اَللّٰہُمَّ الْعَنْہُ، مَا اَکْثَرَ مَایُؤْتٰی بِہٖ-فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَاتَلْعَنُوْہُ، فَوَاللّٰہِ مَاعَلِمْتُ اَنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲)

﴿ت﴾ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عہد نبوی میں ایک آدمی کہ ان کا نام عبد اللہ تھا، اور ان کا لقب حمار تھا، اور وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہنسی کی باتیں کرتے تھے، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شراب کے بارے میں انہیں کوڑا لگوا چکے تھے، پھر ایک دن انہیں لایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو انہیں کوڑا لگایا گیا، پس صحابہ میں سے ایک آدمی نے کہا: یا اللہ! تو ان پر لعنت فرما، یہ اپنا جرم کس قدر کرتے ہیں، پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان پر لعنت نہ کرو، پس قسم بخدا! جو مجھے معلوم ہے وہ یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

توضیح: حدیث مرقومہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ گناہ وخطا محبت کے منافی نہیں، اور اسی طرح عبادت، کفر وضلالت کے منافی نہیں، جیسا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً﴾ یعنی محبت وگناہ، عشق وخطا اور حب وذنب ساتھ ساتھ پائے جا سکتے ہیں، اور اسی طرح عبادت وضلالت، ریاضت وارتداد ساتھ ساتھ پائے جا سکتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے مرقومہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا۔

''وایں جا معلوم می شود کہ اصل محبت ہماں میل وانجذاب است، اگرچہ در متابعت تقصیرے رود''

(مدارج النبوۃ جلد اول ص ۲۹۹-منشی نول کشور لکھنو)

﴿ت﴾ اس ارشاد نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی محبت اسی میلان اور کشش کا نام ہے، گرچہ متابعت میں کسی قسم کی خطا سرزد ہو جائے۔

(۷) اہل بدعت سے بغض کا فائدہ

حضور غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴۷۰ھ-۵۶۰ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿قَالَ فُضَیْلُ بْنُ عِیاض: مَنْ اَحَبَّ صَاحِبَ بِدْعَةٍ، اَحْبَطَ اللّٰهُ عَمَلَهٗ، وَاَخْرَجَ نُوْرَ الْاِیْمَانِ مِنْ قَلْبِهٖ-وَاِذَا عَلِمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ، اَنَّهٗ مُبْغِضٌ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ-رَجَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَغْفِرَ ذُنُوْبَهٗ، وَاِنْ قَلَّ عَمَلُهٗ-وَاِذَا رَاَیْتَ مُبْتَدِعًا فِیْ طَرِیْقٍ،

فَخُذْ طَرِیْقًا اٰخرَ﴾ (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۱۶۶ - دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۸۷ھ) نے فرمایا: جو کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو تباہ فرما دیتا ہے، اور اس کے دل سے ایمان کا نور نکال دیتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو دیکھتا ہے کہ وہ اہل بدعت سے بغض رکھتا ہے تو مجھے رب تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا، گرچہ اس کا عمل کم ہو، اور جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کر لو۔

(۸) اہل اللہ کی عداوت کا وبال

حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بغض وعداوت رکھنے والا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر ناپسندیدہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ان لوگوں سے اعلان جنگ کر رکھا ہے، پھر حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بغض وعداوت رکھنے والوں کا حال کیا ہوگا، پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام نبیوں کے نبی اور تمام رسولوں کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت رکھنے والوں کا کیا حشر ہوگا؟ مسلمانو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔

(۱)﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ-قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُه بِالْحَرْبِ-الحدیث﴾

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶۳)

﴿ت﴾ حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو میرے کسی ولی دشمنی کرے، اس سے میں نے جنگ کا اعلان کیا ہے۔

(۲) ملا علی قاری مکی حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿(من عادٰی) اَیْ اٰذٰی (لِیْ وَلِیًّا) اَیْ وَاحِدًا مِنْ اَوْلِیَائِیْ﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۱۴۲)

﴿ت﴾ جو دشمنی رکھے یعنی تکلیف دے، میرے کسی ولی کو یعنی میرے اولیا میں سے کسی ایک کو۔

(۳) ملا علی قاری حنفی مکی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے لکھا۔

﴿قَالَ الْاَئِـمَّةُ: لَيْـسَ فِي الْمَعَاصِي مَنْ تَوَعَّدَ اللّٰهُ اَرْبَا بَهَا بِاَنَّه مُحَارِبَهُ، اِلَّا هٰذَا - وَ اٰكِلَ الـرِّبٰوا - قَالَ تَعَالٰى ﴿فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِه﴾ (البقرة: ٢٧٩) وَهٰذَا يَـدُلُّ عَـلٰى مَا فِيْ هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ مِنْ عَظِيْمِ الْخَطْرِ - اِذْ مُحَارَبَةُ اللّٰهِ لِلْعَبْدِ تَدُلُّ عَلٰى سُوْءِ خَاتِمَتِهٖ - لِاَنَّ مَنْ حَارَبَهُ اللّٰهُ، لَايُفْلَحُ اَبَدًا﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج۵ص۱۴۳)

﴿ت﴾ ائمہ کرام نے فرمایا: گناہوں میں حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عداوت اور سود خور کے علاوہ کسی بھی گناہ گار کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جنگ کی وعید نہ سنائی۔ رب تعالیٰ نے (سود خوری سے متعلق) ارشاد فرمایا: پس اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا یقین کرلو، اور یہ قول اس بڑے خطرے کو ظاہر کرتا ہے جو ان دونوں گناہوں میں ہے، اس لیے کہ رب تعالیٰ کا بندے سے جنگ فرمانا برے خاتمہ پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ جس سے رب تعالیٰ جنگ فرمائے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

(۹) صحابہ کرام کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمام صحابہ کرام حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہانہ عشق ومحبت رکھتے تھے۔ تعظیم وادب ایسا کرتے کہ حیرت خود بھی محو حیرت ہوجاتی۔ تعجب خود تعجب میں ڈوب جاتا، اور ہم تو اہل سنت وجماعت ہیں، اور اہل سنت وجماعت سے مراد یہی ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ پر ہو، پس ہماری کیفیت بھی وہی ہو جو حضرات صحابہ کرام کی تھی۔ صحابہ کرام کے عشق ووارفتگی اور تعظیم وادب کا اقرار مخالفین بھی کرتے تھے۔ حضرت حبیب محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے نایاب قبولیت عطا فرمائی ہے۔ ان کے عشاق ومنتسبین چودہ سو سال بعد بھی ان کی حد درجہ تعظیم وتکریم اور ادب وتوقیر کرتے ہیں، حالانکہ ان لوگوں نے انہیں دیکھا بھی نہیں۔ نہ جانوں کی قربانی میں دریغ، نہ مال ودولت لٹانے میں تأمل۔ در اصل اہل سنت وجماعت کی ماہیت میں توحید الٰہی مانند جنس ہے، اور عشق مصطفوی فصل کے مماثل۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر قبیلہ قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود ثقفی نے صحابہ کرام کی تعظیم نبوی کو

دیکھ کر کفار قریش کے سامنے اپنا تأثر ان لفظوں میں پیش کیا تھا۔

(۱)﴿یَا مَعْشَرَ قُرَیْش! اِنِّیْ قَدْ جِئْتُ کِسْرٰی فِیْ مُلْکِہٖ وَقَیْصَرَ فِیْ مُلْکِہٖ وَ النَّجَاشِیَّ فِیْ مُلْکِہٖ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا رَأَیْتُ مَلِکًا فِیْ قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ –وَلَقَدْ رَأَیْتُ النَّاسَ قَوْمًا لَا یُسْلِمُوْنَہٗ لِشَیْ ءٍ اَبَدًا–فَرَوْا رَأیَکُمْ﴾

(سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۳۱۲-مسند احمد بن حنبل ج۳۱ص۲۱۶)

﴿ت﴾ اے جماعت قریش! میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی شہنشاہی میں گیا ہوں۔قسم بخدا! میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں ایسا (مقبول) نہیں دیکھا، جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان ہیں، اور میں نے (اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو) ایسی قوم پایا کہ وہ انہیں کبھی کسی چیز (برائی) کے سپرد نہ کریں گے، پس غور کرلو۔

(۲) امام بخاری نے روایت کیا﴿فَرَجَعَ عُرْوَۃُ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: اَیْ قَوْمِ! وَاللّٰہِ، لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ، وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ وَ کِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ، وَاللّٰہِ اِنْ رَأَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا، وَاللّٰہ اِنْ تَنَخَّمَ نَخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِنْھُمْ–فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ–وَاِذَا اَمَرَھُمْ، اِبْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ–وَاِذَا تَوَضَّأَ، کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہ–وَاِذَا تَکَلَّمَ، خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ، وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَہٗ، وَاَنَّہ قَدْ عَرَضَ عَلَیْکُمْ خُطَّۃَ رُشْدٍ، فَاقْبَلُوْھَا﴾ (صحیح البخاری ج۱ص۳۷۹)

﴿ت﴾ پس عروہ بن مسعود ثقفی اپنے اصحاب کی طرف واپس ہوئے، اور کہا: اے قوم! قسم بخدا! میں بادشاہوں کے پاس قاصد بن کر گیا، اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس قاصد بن کر گیا۔ قسم بخدا! میں نے کبھی کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں، جیسی تعظیم، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب ان کی کرتے ہیں۔قسم بخدا! اگر وہ تھوکتے ہیں تو وہ تھوک ان میں سے کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے، پس وہ اسے اپنے چہرے اور چمڑے پر مل لیتے ہیں، اور جب وہ حکم دیتے ہیں تو لوگ ان کے حکم کی طرف جلد بازی کرتے ہیں

،اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو لگتا ہے کہ لوگ ان کے وضو کے پانی پر جھگڑ پڑیں گے،اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو لوگ ان کے پاس اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں،اور لوگ ان کی تعظیم میں انہیں گہری نظر سے نہیں دیکھتے،اور بے شک انہوں نے تمہیں ہدایت کا راستہ پیش کیا ہے، پس اسے قبول کرلو۔

(۱۰)صحابہ کرام کو بے ادبی ناقابل برداشت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات انبیاومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی آل واولاد میں سب سے افضل ہیں۔انہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی کی ایک بات کا اتنا سخت جواب دیا کہ وہ جواب ان کے عشق مصطفوی اور محبت ووارفتگی کا اہم ثبوت ہے۔عروہ بن مسعود ثقفی نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات چیت کرتے ہوئے کہا۔

(۱)﴿فَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَرٰی وُجُوْھًا وَاِنِّیْ لَاَرٰی اَشْوَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِیْقًا اَنْ یَفِرُّوْا وَیَدَعُوْکَ–فَقَالَ لَہ اَبُوْ بکر:اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ،اَ نَحْنُ نَفِرُّ عَنْہُ وَنَدَعُہٗ– فَقَالَ: مَنْ ذَا؟قَالُوْا:اَبُوْبَکْرٍ–فَقَالَ:اَ مَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہ،لَوْلَا یَدٌ کَانَتْ لَکَ عِنْدِیْ، لَمْ اَجْزِکَ بِھَا،لَاَجَبْتُکَ﴾(صحیح البخاری ج۱ص۳۷۸)

﴿ت﴾ بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں،اور بے شک میں ایسے نوجوانوں کا گروہ دیکھ رہا ہوں،جو اس لائق ہیں کہ وہ بھاگ کھڑے ہوں گے،اور آپ کو چھوڑ دیں گے،پس صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:تم لات کی شرمگاہ چوسو،کیا ہم لوگ ان سے بھاگ جائیں گے،اور انہیں چھوڑ دیں گے؟پس عروہ نے دریافت کیا۔یہ کون ہیں؟لوگوں نے کہا:ابو بکر،تو عروہ نے کہا۔قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے،اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا کہ جس کا بدلہ میں تجھے نہ دے سکا تو ضرور میں تجھے جواب دیتا۔

توضیح: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ''امصص بظر اللات'' ایک زجر وتوبیخ کا

کلمہ ہے، جسے اہل عرب کسی کی مذمت کے وقت بولتے ہیں۔عروہ بن مسعود ثقفی کا جملہ ’’فانی لاریٰ وجوہا-الخ‘‘ سن کر یار غار غضبناک ہوئے،اور ایسا فرمایا۔عروہ بن مسعود ثقفی نے محض اتنا کہا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احباب عین موقع پر آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، اس قول کا مقصد بظاہر اتنا کہ عروہ بن مسعود ثقفی ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا جملہ کہہ رہے تھے،جس سے آپ کو غم وافسوس لاحق ہونے کا خطرہ تھا۔یہ صریح لفظوں میں توہین و بے ادبی نہیں ہے،لیکن صدیق اکبر کو اتنا بھی برداشت نہ ہوا۔عہد حاضر کے مسلمانوں کو دیکھو تو یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنے والوں کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ایسے بدنصیب لوگوں نے خود کو بھی گمرہی میں ڈالا،اور اپنے متبعین کو بھی گمرہی میں مبتلا کر دیا۔

(۲)﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰـهُ عَنْهُ قَالَ:قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:لَوْ اَتَیْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَیٍّ،فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–وَرَکِبَ حِمَارًا–فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ مَعَه–وَهِیَ اَرْضٌ سَبِخَةٌ–فَلَمَّا اَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–قَالَ:اِلَیْکَ عَنِّیْ،وَاللّٰهِ،لَقَدْ اٰذَانِیْ نَتَنُ حِمَارِکَ–فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مِنْهُمْ:وَاللّٰهِ،لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنْکَ،فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهٖ،فَشَتَمَ،فَغَضِبَ لِکُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَصْحَابُهٗ–فَکَانَ بَیْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِیْدِ وَالْاَیْدِیْ وَالنِّعَالِ﴾

(صحیح بخاری ج۱ص ۳۷۱)

〈ت〉حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا:حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی منافق کے پاس چلتے (تو شاید وہ راہ صحیح کی جانب آتا)،پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی جانب چلے تو حضرات صحابہ کرام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے جانے لگے،اور وہ کیچڑ والی زمین تھی ،پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس پہونچے تو اس نے کہا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے دور رہیں۔قسم بخدا! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گدھے کی بدبو نے

مجھے اذیت میں مبتلا کردیا، پس انہیں میں سے جماعت انصار کے ایک شخص نے کہا: قسم بخدا! حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گدھا ضرور تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے، پس عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص اس (کی توہین) کی وجہ سے غضبناک ہوگیا تو دونوں نے آپس میں سخت کلامی کی، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کے احباب غضبناک ہوگئے، پھر دونوں جماعت کے درمیان کھجور کی ڈالیوں، ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ ہوگئی۔

توضیح: جس طرح حضرات صحابہ کرام، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری یعنی ان کے گدھے کی بے توقیری برداشت نہ کرسکے، اسی طرح اہل سنت وجماعت کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ان سے تعلق رکھنے والی کسی چیز سے متعلق بے ادبی برداشت نہیں ہوتی۔ نہ جانے اب تک ہندوپاک میں کتنے عشاق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناموس رسالت پر اپنی جانیں قربان کرچکے ہیں: جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء: آمین

(۳) دوآدمیوں کا واقعہ مشہور ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے کے سبب منافق کو قتل فرما دیا تھا۔ ان دو میں سے ایک یہودی اور ایک منافق تھا، یا ایک مومن اور ایک منافق تھا۔

(الدرالمنثور تفسیر سورہ نساء: آیت ۶۵)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ نبوی تسلیم نہ کرکے فاروق اعظم سے فیصلہ کے مطالبہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی شمار فرمایا۔ قتل منافق کے بعد آیت قرآنیہ بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید میں نازل ہوئی۔ دیکھو! بے ادبوں پر نہ صدیق اکبر کچھ نرمی کو تیار، نہ فاروق اعظم، نہ دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔ رب تعالیٰ نے بھی تائید فاروقی میں منقوشہ ذیل آیت قرآنی نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر ج اص ۶۴۵: دارالفکر بیروت-الدرالمنثور فی التفسیر الماثور للسیوطی ج ۲ ص ۵۸۵- دارالفکر بیروت)

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورہ: آیت ۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم، وہ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم فرما دو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں، اور جی سے مان لیں۔ (کنز الایمان)

(۱) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ من طریق ابن لهیعة عن ابی الاسود قال: اختصم رجلان الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقضی بینهما، فقال الذی قضی علیه: ردنا الی عمر بن الخطاب، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: نعم، انطلقا الی عمر فلما اتیا عمر، قال الرجل: یا ابن الخطاب قضی لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیٰ هذا فقال: ردنا الیٰ عمر فردنا الیک. فقال: اکذلک؟ قال: نعم فقال عمر: مکانکما حتی اخرج الیکما فاقضی بینکما فخرج الیهما مشتملا علیٰ سیفه فضرب الذی قال: ردنا الی عمر فقتله وادبر الاخر فارًّا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللّٰہ! قتل عمر واللّٰہ صاحبی ولو لا انی اعجزته لقتلنی- فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ما کنت اظن ان یجترئ عمر علیٰ قتل مومنین؟ فانزل اللّٰہ "فلا وربک لا یؤمنون" الاٰیة- فهدر دم ذلک الرجل وبرأ عمر من قتله- فکره اللّٰہ ان یسن ذلک بعد فقال: "ولو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا انفسکم" "النساء، ٦٦ الیٰ قوله "واشد تثبیتا"﴾

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور للسیوطی ج ۲ ص ۵۸۵- دار الفکر بیروت)

(۲) ابن کثیر دمشقی شافعی (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا ﴿قال الحافظ ابو اسحاق ابراهیم بن عبد الرحمٰن بن ابراهیم بن دحیم فی تفسیره: حدثنا شعیب بن شعیب حدثنا ابو المغیرة حدثنا عتبة بن ضمرة حدثنی ابی ان رجلین اختصما الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقضی للمحق علی المبطل، فقال المقضی علیه: لا ارضی، فقال صاحبه: فما ترید؟ قال: ان نذهب الی ابی بکر الصدیق فذهبا

الیـه–فـقال الذی قضی له: قد اختصمنا الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقضی لـی،فـقـال ابوبکر:انتما علٰی ما قضی به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم،فابی صـاحبـه ان یرضی فقال:نأتی عمربن الخطاب: فقال المقضی له:قد اختصمنا الی الـنبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقضی لی علیه،فابی ان یرضی،فسأله عمر بن الـخـطـاب،فـقـال: کذلک،فدخل عمر منزله وخرج والسیف فی یده قد سله فضرب به رأس الذی ابی ان یرضی فقتله،فانزل:فلا وربک لا یؤمنون:الاٰیة﴾ (تفسیرابن کثیرج۱ص۶۴۵:دارالفکر بیروت-الدرالمنثور فی التفسیر الماثور للسیوطی ج۲ص ۵۸۵-دارالفکر بیروت)

(۱۱) کثرت کے ساتھ ذکر رسول کرنا

اہل سنت وجماعت کی ایک نشانی فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کرخوش ہوجانا ہے، یعنی جوسنی ہوگا، وہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات اور محامد ومحاسن سن کرجھوم اٹھے گا،اور جو بدمذہب ہوگا، فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کراس کا چہرہ مرجھا جائے گا، کیونکہ جوجس سے محبت کرتا ہے، وہ اس کا چرچا بھی کرتا ہے،اوراس کا تذکرہ سن کرخوش بھی ہوجاتا ہے،جیسا کہ رب تعالیٰ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت فرماتا ہےتورب تعالیٰ نے ارشادفرمادیا﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾ (سورہ الم نشرح)یعنی ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بلندفرمادیا۔اس کانتیجہ یہ ہوا کہ جہاں رب تعالیٰ کاذکرہوتا ہے، وہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی چرچا ہوتا ہے۔

(۱)ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

﴿مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ﴾ (کنزالعمال ج۱ص۶۳۹)

﴿ت﴾ جوکسی چیز سے محبت کرتا ہے، وہ اس کا بہت چرچا کرتا ہے۔

(۲)امام بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) نے لکھا﴿قَالَ مَالِکُ بْنُ دِیْنَارٍ:عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ

دَوَامُ ذِكْرِہٖ،لِاَنَّ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ﴾(شعب الایمان ج۱ص ۳۸۸)

〈ت〉حضرت مالک بن دینارتابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکرکرنا، کیونکہ جوکسی چیز سے محبت کرتا ہے، وہ اس کو بہت یاد کرتا ہے۔

(۱۲)عشق رسول سے خالی قلب

جوقلب عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی ہوگا، وہ ضرورطاعات وعبادات کی وجہ سے عجب وغرور میں مبتلا ہوگا،اوروہ عبادات کوایک مستقل نجات دہندہ گمان کرے گا،اور جہاں وفورعشق اورحب نبوی کا غلبہ ہوگا، وہ اپنی کائنات اعمال میں صرف عشق محمدی وحب مصطفوی کو شمار کرے گا اور طاعات وعبادات کووسائل تقویت عشق قراردے گا،اور یقیناً حب مصطفوی دارین کی سعادتوں کا سرچشمہ اور ترقی درجات کا وسیلہ کبریٰ ہے۔کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عام افراد کی فہم سے بالاتر ہوا کرتی ہیں۔اسے بھی ان میں شمارکراورقلب کوعشق محمدی کا جام پلا، پھر دیکھنا! تیرے روزوشب کا ہرلمحہ تجھے سوغات جدید سے آشنا کرے گا۔منزل عشق کی دشواریاں تجھے وہ فرحت وانبساط عطا کریں گی کہ تو آسائش کا نام بھی سننا گوارہ نہ کرے گا۔چشم سراونگھ رہی ہوگی،اوردل کی آنکھیں دربارعالی کی جانب ٹکٹکی باندھے تصورحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گم ہوں گی۔

اے بندۂ مسلم! چشم قلب کو بینا کر، ظاہری آنکھیں تو حیوانات وبہائم کوبھی ہیں۔اشرف الخلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کر،اوراشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دے۔

اے غافل! دنیا فانی اورآخرت دائمی وابدی ہے۔دنیا میں موت اورآخرت میں موت کوموت ہے۔اگرتو دنیا سے دل نہ لگائے توآخرت میں تیرارتبہ ایسا کہ شاہان زمانہ بھی تیری جیسی نعمت کی تمنا کریں،لیکن لازم ہے کہ تو دنیا یعنی دارالعمل میں حضرت سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کر، ورنہ﴿عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ☆ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾کا طوق زیب گردن ہو، زہدواتقا رائیگاں،اورتو حیران وپشیماں۔کیا تو نے فرمان صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ سنا کہ عمل

نجات کے لیے کافی نہیں۔ ہاں، رحمت الٰہی کے سبب ضرور نجات ہے۔

اے بندۂ خدا! رحمت الٰہی کو حضرت حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق وحبت سے اپنی جانب ملتفت کرلے، کامرانی اسی میں مضمر، ورنہ آخرت میں کف افسوس ملنے سے فائدہ بھی کیا؟ زمیں پر عشق کا پودا لگا جا، آخرت میں حضور اقدس رحمت دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظل کرم نصیب ہوگا۔ حدیث نبوی میں ہے۔

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: لَنْ یُنْجِیَ اَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهٗ–قَالَ رَجُلٌ: وَلَا اِیَّاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا اِیَّایَ اِلَّا اَنْ یَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ وَلٰكِنْ سَدِّدُوْا﴾ (صحیح مسلم ج ۲ باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ بل برحمتہ)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دلائے گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے، لیکن تم لوگ درست طریقے پر رہو (تا کہ رحمت الٰہی کے مستحق بن سکو)

(۱۳) صحابہ کرام کی عبادت

﴿سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ: هَلْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ–وَالْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ–وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ: اَدْرَكْتُهُمْ یَشْتَدُّوْنَ بَیْنَ الْاَغْرَاضِ وَیَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ–فَاِذَا كَانَ اللَّیْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا﴾ (شرح السنۃ للبغوی ج ۱۲ ص ۳۱۸–مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۷–مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۳–روایت بلال بن سعد)

﴿ت﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا: کیا حضرت حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کرام ہنستے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ بڑا تھا، اور بلال بن سعد نے فرمایا: میں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین کوضرورتوں میں تنگی اختیار کرنے والا پایا،اوران میں سے بعض بعض سے ہنسی فرماتے ،پس جب رات ہوتی تو راہب بن جاتے۔(راہبوں کی طرح رات بھرعبادت کرتے)

(۱۴)علامت اہل سنت وعلامت اہل بدعت

اہل ایمان عہدرسالت سے عشق مصطفوی کا چرچا کرتے چلے آرہے ہیں،اوراہل بدعت روز اول سے عبادت کی رٹ لگاتے آرہے ہیں۔گمراہ فرقوں میں سے خوارج کا یہی خاصہ ہوگا کہ ان کی عبادتیں اہل سنت سے زائد ہوں گی،جیسا کہ ما احادیث مبارکہ میں آیا۔''تحقر احدکم صلوٰتہ مع صلاتہم وصیامہم مع صیامہم:الحدیث''۔

اہل سنت وجماعت،حضوراقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورحضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے پر ہیں،کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی محبت کا درس دیا،اورصحابہ کرام نے اس کی عملی تفسیر امت کے سامنے پیش فرمائی۔اب واضح ہوگیا کہ''ما انا علیہ و اصحابی''کے مصداق اہل سنت وجماعت ہیں،اور''کثرت عبادت اور بے ادبی''اہل بدعت کا شعار۔یہ لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کیا کرتے تھے۔منافقین اورذوالخویصرہ تمیمی کے واقعات اس پرشاہدعدل ہیں۔

(۱۵)محبت صالحین اورعالم آخرت

(۱)رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ مَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَیْءٍ﴾(سورہ طور:آیت۲۱)

〈ت〉اورجوایمان لائے،اوران کی اولادنے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی،ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی،اوران کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔(کنزالایمان)

(۲)﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰٓئِکَ رَفِیْقًا::ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ

اللّٰہِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا﴾ (سورہ نساء: آیت ۶۹، ۷۰)

﴿ت﴾ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا، یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔ (کنزالایمان)

(۳)﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَتَی السَّاعَۃُ قَائِمَۃٌ؟ قَالَ: وَیْلَکَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَھَا؟ قَالَ: مَا اَعْدَدْتُ لَھَا اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ قَالَ: اِنَّکَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ فَقُلْنَا: وَنَحْنُ کَذٰلِکَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَفَرِحْنَا یَوْمَئِذٍ فَرَحًا شَدِیْدًا﴾

(صحیح البخاری ج۲ص۹۱۱)

﴿ت﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دیہات والوں میں سے ایک شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر، تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی؟ اس نے عرض کیا۔ میں نے قیامت کے لیے تیاری نہیں کی، لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو (قیامت کے دن) اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے، پس ہم لوگوں نے عرض کیا: اور ہم لوگ بھی اسی طرح (ساتھ) ہوں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، پس اس دن ہم لوگ حد سے زیادہ خوش ہوئے۔

(۴) قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ یَلْحَقْ بِھِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾

(صحیح بخاری ج۲ص۹۱۱)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا۔ ایک آدمی حضرت رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا، پس اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے کسی قوم سے محبت کیا، اور ان سے مل نہ سکا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان (قیامت کے دن) اس کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ، وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ–یَقُوْلُ: ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبَّہٗ فِیَّ﴾

(شعب الایمان-مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۷)

﴿ت﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دو بندہ اللہ تعالیٰ کے سبب آپس میں محبت رکھے، ان میں سے ایک مشرق میں ہو، اور دوسرا مغرب میں ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان دونوں کو ضرور جمع فرمادے گا، اور ارشاد فرمائے گا: یہ وہ ہے جس سے تو میرے سبب محبت رکھتا تھا۔

توضیح: جو اہل اللہ سے محبت کرے گا، اس کا حشر بھی صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ حدیث متواتر ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نیک بندوں کے قریب ہوتی ہیں۔ ذاکرین کی مجلس میں بیٹھنے والوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں پھرتا، جب ذاکرین کی مجلس میں بیٹھ جانے والا محروم نہیں ہوتا تو پھر اہل اللہ کے ساتھ رہنے والا انعامات الٰہیہ سے کیونکر محروم ہوگا؟

(۶) ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (سورہ اعراف: آیت ۵۶)

﴿ت﴾ بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔ (کنز الایمان)

(۷) امام احمد رضا قادری نے لکھا ﴿قَدْ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْحَدِیْثِ الْمُتَوَاتِرِ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾ (فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین ص ۱۶)

﴿ت﴾ حضور اقدس خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث متواتر میں ارشاد فرمایا: انسان

(حشر کے دن) اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

(۸)﴿عَنْ عَزَّةَ بِنْتِ عِيَاضٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ اَبَا قِرْصَافَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَهُ اللّٰهُ فِىْ زُمْرَتِهِم﴾ (المعجم الکبیر للطبرانی ج۳ص۳۴)

﴿ت﴾ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جس قوم سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی کے زمرہ میں اس کا حشر فرمائے گا۔

(۹)﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ﴾

(جامع ترمذی ج۲ کتاب الزہد- المستدرک ج۴ص ۱۸۸ - سنن ابی داؤد باب من یومران یجالس- شعب الایمان ج۷ص۵۵- مسند احمد ج۱۳ص۳۹۸)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر کوئی اس کے بارے میں غور کرے، جس سے وہ دوستی کرتا ہے۔

(۱۰)﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِى الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ، تَنَادَوْا، هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ - قَالَ: فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا - قَالَ: فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْهُمْ - مَا يَقُوْلُ عِبَادِىْ؟ قَالَ، يَقُوْلُوْنَ: يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمِدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ - قَالَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَاَوْنِىْ؟ قَالَ، يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ - قَالَ، فَيَقُوْلُ: وَكَيْفَ لَوْ رَاَوْنِىْ؟ قَالَ: لَوْ رَاَوْكَ، كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَتَحْمِيْدًا وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا - قَالَ، يَقُوْلُ: فَمَا يَسْأَلُوْنِىْ؟ قَالَ: يَسْئَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ - قَالَ، يَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ، يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ، مَا رَاَوْهَا - قَالَ، يَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا؟ قَالَ، يَقُوْلُوْنَ: لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا، كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً - قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ، يَقُوْلُوْنَ: مِنَ النَّارِ - قَالَ، يَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ، يَقُوْلُوْنَ: لَا

وَاللّٰهِ يَا رَبِّ،مَا رَاَوْهَا–قَالَ،يَقُوْلُ:فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟قَالَ،يَقُوْلُوْنَ:لَوْ رَاَوْهَا،كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا،وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً–قَالَ،فَيَقُوْلُ:فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ–قَالَ،يَقُوْلُ مَلَکٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ،فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ،اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ–قَالَ:هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ﴾(صحیح بخاری ج ۲ باب فضل ذکر اللہ عزوجل)

(۱۶) عبادت پر غرور اور افضلیت کا وہم

عہد رسالت کے ایک عابد کا واقعہ محررہ ذیل ہے۔ یہ حب مصطفوی سے محروم اور افضلیت کے گمان میں مبتلا تھا، اور اپنے آپ کو معاذ اللہ نہ جانے کتنوں سے افضل گمان کرتا تھا۔

﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،لَهٗ نِكَايَةٌ فِی الْعَدُوِّ وَاجْتِهَادٌ–فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"لَا اَعْرِفُ هٰذَا"–قَالَ:بَلْ نَعْتُهٗ كَذَا وَكَذَا– قَالَ:"مَا اَعْرِفُهٗ"–فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذٰلِکَ اِذْ طَلَعَ الرَّجُلُ فَقَالَ:هٰذَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ–قَالَ:"مَا كُنْتُ اَعْرِفُ هٰذَا–هٰذَا اَوَّلُ قَرْنٍ رَأَيْتُهٗ فِیْ اُمَّتِیْ،اِنَّ فِيْهِ لَسَفْعَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ"–فَلَمَّا دَنَا الرَّجُلُ،سَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"اَنْشُدُکَ بِاللّٰهِ،هَلْ حَدَّثَتْکَ نَفْسُکَ حِيْنَ طَلَعْتَ عَلَيْنَا اَنَّ لَيْسَ فِی الْقَوْمِ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکَ؟"–قَالَ:"اَللّٰهُمَّ نَعَمْ"–قَالَ:فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَكْرٍ:"قُمْ فَاقْتُلْهُ"فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَوَجَدَهٗ قَائِمًا يُصَلِّیْ،فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍفِیْ نَفْسِهٖ:اِنَّ لِلصَّلٰوةِ حُرْمَةً وَحَقًّا وَلَوْ اَنِّیْ اِسْتَأْمَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"اَ قَتَلْتَهٗ؟" قَالَ:لَا،رَأَيْتُهٗ يُصَلِّیْ وَ رَأَيْتُ لِلصَّلٰوةِ حُرْمَةً وَحَقًّا،وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اَقْتُلَهٗ قَتَلْتُهٗ–قَالَ:"لَسْتَ بِصَاحِبِهٖ–اِذْهَبْ اَنْتَ يَا عُمَرُ فَاقْتُلْهُ"–فَدَخَلَ عُمَرُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا هُوَ سَاجِدٌ فَانْتَظَرَهٗ طَوِيْلًا،ثُمَّ قَالَ فِیْ نَفْسِهٖ:اِنَّ لِلسُّجُوْدِ حَقًّا،وَلَوْ اَنِّیْ اِسْتَأْمَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَدْ اِسْتَأْمَرَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّیْ،فَجاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''اَ قَتَلْتَهُ؟''قَالَ: لَا،رَأَیْتُهُ سَاجِدًا وَرَأَیْتُ لِلسُّجُوْدِ حَقًّا وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اَقْتُلَهُ قَتَلْتُهُ- فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''لَسْتَ بِصَاحِبِهِ-قُمْ یَا عَلِیُّ! اَنْتَ صَاحِبُهُ اِنْ وَجَدْتَهُ''-فَدَخَلَ فَوَجَدَهُ قَدْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَرَجَعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''اَ قَتَلْتَهُ؟''قَالَ: لَا-فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''لَوْ قُتِلَ الْیَوْمَ مَا اخْتَلَفَ رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِیْ حَتّٰی یَخْرُجَ الدَّجَّالُ''۞

(مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۳۴۰)

﴿ت﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا،جس کا جہاد میں دشمن پر غلبہ اور جدوجہد تھی، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اسے نہیں پہچانتا ہوں۔قائل نے عرض کیا۔اس کی صفت ایسی ایسی ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اسے نہیں پہچانتا ہوں، پس اسی درمیان کہ ہم لوگ اسی گفتگو میں تھے،جبھی وہ آدمی نظر آیا، پس قائل نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! یہ وہی ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کو نہیں پہچانتا تھا۔ یہ پہلا طبقہ ہے جسے میں نے اپنی امت میں دیکھا۔ بے شک اس میں شیطان کا لگایا ہوا نشان ہے، پس جب وہ آدمی قریب ہوا تو سلام کیا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، جب تو ہم لوگوں کو دیکھا تو کیا تو نے اپنے دل میں یہ بات کہی کہ اس جماعت میں مجھ سے افضل کوئی نہیں؟ اس آدمی نے کہا۔قسم بخدا! ہاں (میں نے اپنے دل میں ایسی بات لائی)

راوی نے کہا۔ پس وہ آدمی مسجد میں داخل ہوا،اور نماز پڑھنے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے ارشاد فرمایا: جائیے ، اسے قتل کر دیجئے، پس حضرت ابوبکر صدیق (مسجد میں) داخل ہوئے، پس اس آدمی کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے پایا تو ابوبکر صدیق نے اپنے دل میں کہا کہ نماز کا ایک احترام اور ایک حق ہے تو اگر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے اجازت طلب کرلوں (تو یہ اچھا ہوگا)، پس وہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اسے قتل کردیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں، میں نے اسے نماز پڑھتے پایا، اور میں نے خیال کیا کہ نماز کا ایک احترام اور ایک حق ہے، اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں کہ میں اسے قتل کردوں تو میں اسے قتل کردیتا ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اس کو قتل کرنے والے نہیں۔ اے عمر! آپ جائیے، اور اسے قتل کردیجئے، پس حضرت عمر فاروق مسجد میں داخل ہوئے، پس وہ سجدہ کررہا تھا تو فاروق اعظم نے بہت دیر تک اس کا انتظار کیا، پھر انھوں نے اپنے دل میں کہا کہ سجدہ کا ایک حق ہے، اور اگر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرلوں (تو یہ اچھا ہوگا)، پس انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی ہے جو مجھ سے بہتر ہیں، پس عمر فاروق حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اسے قتل کردیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں، میں نے اسے سجدہ کرتے ہوئے پایا، اور میں نے خیال کیا کہ سجدہ کا ایک حق ہے، اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں کہ میں اسے قتل کردوں تو میں اسے قتل کردیتا ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اس کو قتل کرنے والے نہیں۔ اے علی! آپ جائیے، آپ اسے قتل کرنے والے ہیں، اگر آپ نے اسے پالیا، پس علی مرتضیٰ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ مسجد سے نکل چکا ہے، پس علی مرتضیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اسے قتل کردیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ آج قتل ہوجاتا تو میری امت کے کوئی دو آدمی دجال کے نکلنے تک اختلاف نہ کرتے۔

توضیح: وہ قلوب جو عشق نبوی سے معمور ہوتے ہیں، شیطان کی فریب کاریاں وہاں بے اثر ہو جاتی ہیں، اور جو دل حب مصطفوی سے خالی ہوتا ہے، وہ شیطان کا مسکن ہوتا ہے، جیسا کہ خود شیطان بڑا عابد و زاہد تھا، لیکن حب آدم سے خالی تھا۔ انجام کار کفر میں مبتلا ہوا۔ اپنی عبادتوں کو

دیکھتے ہوئے کہہ گیا کہ میں آدم سے افضل ہوں۔اسی طرح یہ عابد بھی تمام حاضرین مجلس سے خود کو افضل شمار کیا، حالانکہ اس مجلس میں حضرت سید الانبیا علیٰ رسولنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بھی جلوہ افروز تھے، یعنی اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی افضل وبرتر گمان کرلیا۔ اگراس کے دل میں عشق مصطفوی ہوتا تو وہ اپنے کو بارگاہ رسالت کا ایک ادنیٰ غلام اور خود کو حضور اقدس سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حد درجہ فروتر، بلکہ خاک قدم شمار کرتا۔

خود کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل قرار دینا ہی کفر ہے۔ بھلا کوئی غیر نبی کسی نبی سے افضل کیسے ہوسکتا ہے؟ ممکن ہے کہ اسی کفر کے سبب حکم قتل ہوا ہو، یا دائمی طور پر فتنہ کو ختم کرنے کے واسطے حکم قتل ہوا ہو، جیسا کہ حضو اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر میں یہی فرمایا کہ آج اگر یہ قتل ہوجاتا تو میری امت میں فتنہ ختم ہو جاتا۔

آج بھی اس گمراہ کے برادران دینی دنیا میں موجود ہیں جو افضل البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی طرح بشر، اپنے بڑے بھائی کی مثل، قاصد اور ایلچی گمان کرتے ہیں۔ المختصر حضو اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجات ومراتب میں تخفیف شان ان کا مذہب ہے، پھر ان سے بڑا بد مذہب کون ہوگا۔ اگر عبادت نجات کے لیے کافی ہوتی تو ابلیس نجات یافتہ ہوتا، لیکن خلیفہ الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کیا، صراط مستقیم سے دور جا گرا، اور مردود بارگاہ ربانی ہوا۔ آج بھی جو کوئی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف شان کرتا ہے، وہ شیطان کے فریب کا شکار ہے، لیکن شیطان اسے سمجھنے کی مہلت بھی نہیں دیتا۔

توحید شیطانی میں عبادت الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ توحید رحمانی میں عبادت الٰہی کے ساتھ تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل ہے، یہاں کہ نماز میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام اور درود بھیجنے کا حکم آیا، حالانکہ نماز خالص عبادت الٰہی ہے۔

اے مومن! یاد رکھ: حضرات صحابہ کرام حب محمدی ودیدار مصطفوی کے سبب اغواث واقطاب، ابدال، اوتاد وافراد، نجبا ونقبا، اولیا وصلحا، مجتہدین ومحدثین وجملہ مومنین سے افضل قرار پائے۔ دل میں عشق کی شمع روشن کرو، اور انعامات الٰہیہ کا نظارہ دیکھو۔

حب نبوی کی وجہ سے صدیق اکبر تمام صحابہ سے افضل قرار پائے۔اولیائے امت عشق مصطفوی ومعرفت محمدی کے بغیر معرفت الٰہی کونہیں پاسکتے۔کوئی ولی ایسانہیں ہوسکتا جوحضوراقدس خاتم الانبیاصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی ورسول سے بغض وکینہ رکھے۔حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی بھی بلا واسطہ دربار یزدانی تک رسائی نہیں پاسکتا،اور ہر نبی اپنی امت کے لیے وسیلہ ہیں۔ہمارے رسول ہمارے لیے وسیلہ ہیں۔فرمان الٰہی وارد ہوا۔

﴿وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾ (سورہ مائدہ: آیت ۳۵)

(۱۷) بے وسیلہ نجدیو! ہرگز خدا ملتا نہیں

امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے تحریرفرمایا ﴿حکی عن الشیخ ابی الحسن الوتانی،قال اخبرنی الشیخ ابو العباس الطبخی قال:وردت علٰی سیدی احمد بن الرفاعی فقال:ما انا شیخک،شیخک عبد الرحیم بِقَنَا۔ قال:فسافرت بِقَنَا،فدخلت علی الشیخ عبد الرحیم،فقال لی:عرفت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم؟قلت:لا،قال:رُح الی بیت المقدس حتّٰی تعرف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم،فرحت الٰی بیت المقدس فحین وضعت رجلی واذا بالسماء والارض والعرش والکرسی مملوئة من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فرجعت الی الشیخ،فقال لی:عرفت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم؟قلت نعم،قال:الاٰن کملت طریقتک،لم تکن الاقطاب اقطابًا والاوتاد اوتادًا والاولیاء اولیاء الا بمعرفة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم﴾

(الحاوی للفتاویٰ ج۲ص ۲۶۰-تنویر الحلک فی رویۃ النبی جہاراًوالملک ص۹)

﴿ت﴾ حضرت ابوالحسن وتانی سے حکایت مروی ہے۔انہوں نے کہا مجھے شیخ ابوالعباس طنجی نے کہا کہ میں سید احمد بن علی رفاعی المعروف بہ سیدی احمد کبیر رفاعی (۵۱۲ھ-۵۷۸ھ) کے پاس گیا،پس انہوں نے فرمایا کہ تمہارے شیخ،عبد الرحیم قنائی (م۵۹۲ھ) قنا (مصر) میں ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں قنا (مصر) کا سفر کیا، پس میں شیخ عبدالرحیم کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کر لی؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: بیت المقدس جا، تاکہ تجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہو، پس میں بیت المقدس گیا تو جب میں قدم رکھا تو زمین وآسمان، عرش و کرسی حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھرے ہوئے ہیں، پھر میں شیخ کے واپس آیا تو انہوں نے فرمایا۔ تم نے حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کر لی؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ شیخ عبدالرحیم قنائی نے فرمایا: اب تمہاری طریقت مکمل ہوگئی۔ اقطاب، اقطاب نہیں ہوتے، اور اوتاد، اوتاد نہیں ہوتے، اور اولیا، اولیا نہیں ہوتے، مگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت کے ذریعہ۔

(۱۸) افضلیت صدیق کا سبب

قطب ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (۱۷۹ھ-۱۰۳۴ھ) نے تحریر فرمایا۔

''آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام می فرماید: ''مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِيْ صَدْرِيْ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُهٗ فِيْ صَدْرِ اَبِيْ بَكْرٍ''- ہر چند مناسبت بیشتر، فوائد صحبت افزوں تر، لہٰذا صدیق از جمیع اصحاب افضل گشت، وہیچ یکے از آنہا بمرتبہ او نرسید، چہ مناسبت باآں سرور از ہمہ بیشتر داشت۔ قال علیہ السلام: ''مَا فُضِّلَ اَبُوْبَكْرٍ بِكَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَلَا بِكَثْرَةِ الصِّيَامِ وَلٰكِنْ شَيْءٌ وُقِّرَفِيْ قَلْبِهٖ''- علماء گفتہ اند کہ آں شئ حب پیغمبر است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والفناء فیہ''۔

(تائید اہل سنت از مجدد الف ثانی ص ۲۸- استنبول ترکی)

﴿ت﴾ حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے میں القا فرمایا، میں نے ان کو ابو بکر صدیق کے سینے میں القا کر دیا ہے۔ مناسبت جتنی زیادہ ہوگی، صحبت کے فوائد زائد تر ہوں گے۔ اسی (مناسبت) کی وجہ سے صدیق اکبر تمام صحابہ سے افضل ہوئے، اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان کے رتبے کو نہ پہنچ سکے، کیونکہ صدیق اکبر تمام

صحابہ کرام کی بہ نسبت حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتے تھے ۔حضرت سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ابوبکرصدیق کوکثرت نماز وکثرت روزہ کی وجہ سے فضیلت نہیں ملی، بلکہ اس چیز کی وجہ سے جوان کے قلب میں ڈالی گئی۔علما فرماتے ہیں کہ وہ چیز حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فناء فی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

توضیح: حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ حضرات انبیاومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام بنی آدم میں سب سے افضل ہیں۔انہیں بھی یہ رتبہ علیا حب مصطفوی کے سبب ملا۔حضور اقدس تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحت فرمادی کہ صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے یہ درجہ نہ ملا، پھر بددین وملحدین کس منہ سے راگ الاپتے ہیں کہ رسول ہماری طرح بشر ہیں۔حاشاو کلا، میرے حبیب وہ بشر ہیں جن سے محبت فرمانے والا افضل البشر بعدالانبیاء بالتحقیق کے رتبہ عظمیٰ سے سرفراز ہوا، اور تنقیص شان کرنے والا جہنم کے درک اسفل میں گر پڑا۔

تخریج حدیث

فضیلت خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی تخریج حافظ محمد بن ابراہیم الکلاباذی (م۳۸۰ھ) نے ''معانی الاخبار'' (ج۱ص۲۸۰) میں اورامام ابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے ''النہایۃ فی غریب الاثر'' (ج۵ص۴۷۴) میں کی ہے۔

(۱۹) علت افضلیت صحابہ

(۱)﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (سورہ توبہ: آیت۱۰۰)

﴿ت﴾ اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور ان کے لیے تیار کررکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں۔

ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنز الایمان)

(۲) ﴿عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِی اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِی﴾ (جامع الترمذی ج۲ص ۲۲۵)

﴿ت﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوفرماتے سنا: جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں جلائے گی جس نے مجھے دیکھا، یا مجھے دیکھنے والے صحابی کو دیکھا۔

توضیح: اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کی افضلیت کا سبب دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع الایمان ہے۔ اگر عبادت وریاضت، افضلیت کا سبب ہوتی تو اولیائے مابعد میں سے کوئی ضرور ان سے آگے ہو جاتے، کیونکہ اولیائے امت میں بھی عابدین وزاہدین کی کثیر تعداد ہے۔ صحابہ کرام کا قلب بلا واسطہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے روشن ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''سِرَاجًا مُّنِیْرًا'' فرمایا، یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلوں کو روشن فرما دینے والے چراغ ہیں۔

(۳) ﴿رَوٰی عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِی سَعِیدٍ وَابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ وَاثِلَۃَ: طُوبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ - وَرَوَی الطَّبْرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ - طُوبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ - وَ طُوبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ - وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ - طُوبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾

(مرقاۃ المفاتیح ج۱۱ص ۱۵۹)

﴿ت﴾ عبد بن حمید نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عساکر دمشقی نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اچھائی ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا، اور امام طبرانی وحاکم ابوعبد اللہ نیشاپوری نے بیان کیا: اچھائی ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اور اچھائی ہے اس کے لیے جس نے اسے دیکھا جو مجھے دیکھا، اور اس

کے لیے جس نے اسے دیکھا جو میرے دیکھنے والے کو دیکھا، اور مجھ پر ایمان لایا۔ ان تمام کے لیے اچھائی اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

توضیح: یہ تین طبقہ صحابہ، تابعین وتبع تابعین کے نام سے موسوم ہے۔ قرون ثلاثہ کے مومنین کی دینداری، دین ومذہب سے مضبوط وابستگی اور حسن عمل کا تذکرہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسی طرح حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام کی مدح سرائی رب تعالیٰ نے فرمائی۔ اب اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت سے بڑی شہادت کس کی ہوسکتی ہے۔ اب یہ تین طبقات دیگر تمام طبقوں سے افضل ہے۔

(۴)﴿عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَفْشُو الْکَذِبُ﴾

(جامع الترمذی ج ۲ باب القرن الثالث)

﴿ت﴾ حضرت سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھے لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر جو ان سے متصل ہیں، پھر جو ان سے متصل ہیں، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

توضیح: حضرات صحابہ کرام اور ان کے متبعین یعنی تابعین کے لیے رب تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اور جنت کی بشارت عطا فرمائی، اور حدیث نبوی میں حضرات صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین یعنی تینوں طبقات کا ذکر ہے۔ قرون ثلاثہ کے بعد فتنہ وفساد کی جانب اشارہ کیا گیا۔ مابعد زمانوں میں صالحین ہوں گے، لیکن وہ قلیل التعداد ہوں گے، اور قرون ثلاثہ میں کثیر التعداد ہیں۔

(۵)﴿عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ ......قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ﴾

(مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۴)

﴿ت﴾ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ تم میں ان میں سے جن کی پیروی کروگے، ہدایت پا جاؤ گے۔

(۲۰) صحابی کون ہے؟

صحابی کی تعریف میں ''رویت نبوی'' کا مفہوم فصل کے قائم مقام ہے،اور مسلم جنس کی منزل میں ۔اس سے ثابت ہوا کہ رویت نبوی ہی صحابہ کی افضلیت کی علت ہے۔جامع ترمذی کی حدیث صحابی کی تعریف پر مشتمل ہے۔''مسلمارانی'' دراصل صحابی کی تعریف ہے۔

(۱)امام بخاری(۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) نے تحریر فرمایا﴿مَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ رَاٰہُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَھُوَ مِنْ اَصْحَابِہٖ﴾(صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۵)

﴿ت﴾مسلمانوں میں سے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پایا،یا انہیں دیکھا، وہ ان کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔

توضیح: ایمان کی حالت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت وصحبت کے سبب صحابہ کرام کو یہ عظیم رتبہ ملا،گرچہ ایک لمحہ کی زیارت میسر آئے،اورگرچہ انہوں نے کچھ بھی عبادت نہ کی ہو،مثلاً دربار رسالت میں ایمان قبول کیا،پھراسی وقت موت ہوگئی تو یہ محض دیدار مصطفوی کے سبب تمام غیر صحابی سے افضل ہوں گے،اوروہ مسلمان جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی،گرچہ وہ بھی ایمان والا ہے،لیکن دیدار نبوی سے سرفراز نہ ہونے کے سبب وہ کسی صحابی کے درجہ کونہیں پہونچ سکتا،خواہ عبادت وریاضت یا علم وفضل میں جتنا کمال حاصل کرلے۔زیارت نبوی اور صحبت نبوی بہت عظیم نعمت ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشہور ومعروف ہے،جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت گذرچکی۔ثابت ہوگیا کہ ''حب مصطفوی'' اور''دیدارنبوی'' بہت عظیم نعمتیں ہیں۔ایمان کے ساتھ دیدارنبوی کے سبب انسان ایسی فضیلت وعظمت سے سرفراز ہوتا ہے کہ دیگر مومنین عبادت وریاضت سے بھی وہ منزل نہیں پاسکتے،اور حب نبوی ایمان کی شرط اول ہے،جس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ڈاکٹر اقبال نے فرمایا۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے　　ہو اگر خامی اسی میں تو ایماں نامکمل ہے

(۲) امام ابن ابی زمنین مالکی: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ اندلسی (۳۲۴ھ-۳۹۹ھ) نے لکھا۔
﴿عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَ اَصْحَابِيْ عَلٰى جَمِيْعِ الْعٰلَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَاخْتَارَ لِيْ مِنْ اَصْحَابِيْ اَرْبَعَةً-اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ اَصْحَابِيْ، وَفِيْ اَصْحَابِيْ كُلُّهُمْ خَيْرٌ، وَاخْتَارَ اُمَّتِيْ عَلٰى سَائِرِ الْاُمَمِ﴾

(اصول السنۃ ج ا ص ۲۷۰-مکتبۃ الغرباء الاثریہ)

﴿ت﴾ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ تمام جہاں پر فضیلت عطا فرمائی، اور ان میں سے چار کو میرے لیے منتخب فرما لیا، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو، پس ان چاروں کو میرے صحابہ میں افضل بنایا، اور میرے تمام صحابہ افضل ہیں، اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

(۳) حافظ ابن شاہین بغدادی (۲۸۷ھ-۳۸۵ھ) نے تحریر فرمایا﴿عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَ اَصْحَابِيْ عَلٰى جَمِيْعِ الْعٰلَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ-وَاخْتَارَ لِيْ مِنْ اَصْحَابِيْ اَرْبَعَةً فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ اَصْحَابِيْ، وَفِيْ كُلِّ اَصْحَابِيْ خَيْرٌ-اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ﴾

(الکتاب اللطیف ج ا ص ۲۱۰-مکتبۃ الغرباء الاثریہ)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ سارے جہاں پر فضیلت عطا فرمایا، اور میرے صحابہ میں سے چار کو میرے لیے منتخب فرمایا تو انھیں میرے صحابہ میں سب سے افضل بنایا، اور میرے تمام صحابہ میں خیر وفضیلت ہے۔ (وہ چار) ابوبکر وعمر وعثمان وعلی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

(۴)﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ-فَاِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ-اُوْلٰئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوْا اَفْضَلَ

هٰذِهِ الْاُمَّةِ-اَبَرُّهَا قُلُوْبًا وَاَعْمَقُهَا عِلْمًا وَاَقَلُّهَا تَكَلُّفًا ،اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَ لِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اَثَرِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ-رواه رزين﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو سنت کو اختیار کرنا چاہے تو ان کی سنت کو اپنائے جو وفات پا چکے، کیونکہ زندہ پر فتنہ سے امن نہیں۔وہ وفات یافتگان حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔وہ اس امت کے افضل لوگ تھے۔امت میں سب سے زیادہ نیک دل والے،سب سے گہرے علم والے،سب سے کم تکلف والے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور ان کے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا، پس ان کا مرتبہ پہچانو،اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو،اور جہاں تک ہو سکے،ان کے اخلاق اور ان کی سیرت کو اپناؤ،اس لیے کہ وہ حضرات صراط مستقیم پر تھے۔

(۲۱) فضیلت صحابہ سے متعلق اقوال ائمہ کرام

(۱) ملا علی قاری حنفی مکی(۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ)نے تحریر فرمایا۔

﴿من القواعد المقررة ان العلماء والاولياء من الامة لم يبلغ احد منهم مبلغ الصحابة الكبراء﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج۱۵ص۳۷۰)

﴿ت﴾ ثابت شدہ قواعد میں سے ہے کہ امت کے علما اور اولیا میں سے کوئی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے رتبہ کو نہیں پہونچتے۔

(۲) امام ابوزکریا نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے لکھا﴿اتفق اهل السنة علٰى ان افضلهم ابوبكر ثم عمر قال جمهورهم ثم عثمان ثم علی-وقال بعض اهل السنة من اهل الكوفة بتقديم علی علٰى عثمان-والصحيح المشهور تقديم عثمان-قال ابومنصور البغدادی-اصحابنا مجمعون علٰى ان افضلهم الخلفاء

الاربعة علی الترتیب المذکور،ثم تمام العشرة،ثم اھل بدر،ثم اُحُدٍ،ثم بیعة الرضوان﴾(شرح النووی علی صحیح مسلم ج۱۵ص ۱۴۸-داراحیاء التراث العربی بیروت)

﴿ت﴾اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ کرام میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر ہیں، پھر حضرت فاروق اعظم ۔جمہور اہل سنت نے کہا کہ پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ،اور کوفہ کے بعض اہل سنت نے حضرت علی مرتضیٰ کے حضرت عثمان غنی سے مقدم ہونے کا قول کیا۔ابو منصور بغدادی (م۴۲۹ھ) نے کہا کہ ہمارے اصحاب اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں افضل خلفائے اربعہ ہیں مذکورہ ترتیب کے مطابق ، پھر باقی عشرہ مبشرہ ، پھر اہل بدر، پھر اہل احد، پھر اصحاب بیعۃ الرضوان رضی اللہ عنہم ۔

(۳)ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے لکھا۔

﴿لَمَّا سُئِلَ بَعْضُ الْاَکَابِرِ:عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَفْضَلُ اَمْ مُعَاوِیَۃُ؟قَالَ:لَغُبَارُ اَنْفِ فَرْسِ مُعَاوِیَۃَ حِیْنَ غَزَا فِیْ رِکَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ کَذَاو کَذَا مِنْ عُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ﴾(مرقاۃ المفاتیح ج۱۵ص ۳۷۰)

﴿ت﴾جب بعض اکابر سے دریافت کیا گیا:عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا امیر معاویہ؟ فرمایا: جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں جنگ کی تو ان کے گھوڑے کی ناک کا غبار، عمر بن عبدالعزیز سے اتنا اتنا افضل ہے۔

☆☆☆☆☆

علامت پنجم

ہر صدی میں مجدد کی آمد

رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں علم دین کی تحصیل اور اس کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (سورہ توبہ: آیت ۱۲۲)

﴿ت﴾ اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (کنز الایمان)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا میں سکونت کی بجائے شرف حضوری کو پسند فرمایا تو رب تعالیٰ نے دین اسلام کی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ ہر صدی میں مجدد پیدا فرماتا ہے، جو بدعات اعتقادیہ و بدعات عملیہ کو اکھاڑ پھینکتا اور سنتوں کو زندہ فرماتا ہے۔ یہی تجدید و احیائے دین ہے۔ ایک صدی میں ایک مجدد بھی ہو سکتے ہیں اور ایک سے زائد بھی۔

مجدد ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایک صدی کا آخری حصہ اور مابعد صدی کا اول حصہ پائے ، اور ان دونوں حصوں میں اس کی تجدید واحیائے دین کا شہرہ ہو۔ علمائے اسلام نے الف اول (ہزار اول) تک جس صدی میں ولادت واقع ہو، اسی صدی کا مجدد تسلیم کیا، پھر الف ثانی (ہزار دوم) میں جس صدی میں وفات واقع ہو، اس صدی کا مجدد تسلیم کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری نے سید المکاشفین محی الدین ابن عربی محمد بن علی رضی اللہ عنہ (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) کے کلام سے اخذ کر کے فرمایا کہ شاید ۱۸۳۷ھ تک کوئی اسلامی سلطنت نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہو۔ (الملفوظ ج اص ۱۰۴،۱۰۵ -حیات اعلیٰ حضرت ج اص ۲۶۲) شاید الف دوم میں اختتام عالم ہوگا، اس لیے شعوری یا

لاشعوری طور پر مجددین کا شماران کی وفات کے اعتبار سے ہونے لگا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بعثت مجددین اسلام

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَاسِ کُلِّ مِأَةِ سَنَةٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا﴾

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم-معرفۃ الآ ثاروالسنن للبیہقی ج۱ص ۲۰۸-المستدرک علی الصحیحین ج۲ کتاب الفتن والملاحم-المعجم الکبیر للطبرانی ج۱۹ص ۴۶۷)

﴿ت﴾ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: رب تعالیٰ اس امت کے لیے ہرصدی کے اخیر میں ایسے کومبعوث فرمائے گا جواس امت کے لیےاس کے دین کی تجدید کرے گا۔

توضیح: حدیث مذکورہ میں صریح لفظوں میں بتایا گیا کہ ہرصدی میں مجددین کی آمد ہوگی، یعنی جب تک اسلام رہے گا،تب تک ہرصدی میں مجدد کا وجود ہرصدی میں ہوتا رہے گا۔بدمذہب جماعتیں اسلام کی ہرصدی میں موجودنہیں رہیں۔بعض ایک صدی تک،بعض دو،تین صدیوں تک رہیں، پھر معدوم ہوگئیں۔اب کتابوں میں ان جماعتوں کے صرف نام ملتے ہیں۔ان جماعتوں کے حق ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں،کیونکہ جماعت حق کی یہ علامت ہے کہ ہرصدی میں اس جماعت کومجددعطا کیا جائے گا،اور جس جماعت کا وجود ہرصدی میں نہ ہو،اس جماعت میں ہرصدی میں مجدد آنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

اسی طرح عہدحاضر کی نوزائیدہ جماعتوں کے حق ہونے کا بھی کوئی راستہ موجودنہیں، کیونکہ حق جماعت کی اصلاح کے لیے ہرصدی میں مجددین کی آمد ہوگی،اور جو جماعت ہرصدی میں موجودنہ ہو،وہ جماعت حق نہیں ہوسکتی، بلکہ وہ اسلام کا ایک نیافرقہ ہوگا۔اس حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اہل حق ہرصدی میں ہوں گے۔کوئی صدی اہل حق سے خالی نہیں ہوگی۔ اسی طرح ہرعہد میں اہل حق ہوں گے۔حدیث ''لاتزال طائفۃ من امتی-الخ'' سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔یہ سب نشانیاں جماعت حق کی بتادی گئیں،تاکہ امت کوآسانی ہو۔

حدیث مذکورہ بالا سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ بقائے اسلام تک ہر صدی میں جماعت حق کا وجود ہوگا،اوراللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے ہر صدی میں علما وفقہا کے علاوہ چند مخصوص افراد کو خاص صفات کے ساتھ پیدا فرماتا رہے گا،جو مذہب حق میں جنم لینے والی کسی بھی برائی کو دور کردے گا،اور حق وباطل کو واضح کردے گا،پھر جولوگ برائی پر مصر رہیں،وہ قانون اسلام کے سبب اہل حق سے خارج قرار پائیں گے۔

ہر عہد میں اسی طرح اہل باطل کو اہل حق سے جدا ہونا پڑا۔وہ اپنے باطل عقائد پر قائم رہے ،اوراپنے باطل اعتقادات کی تاویلیں کرتے رہے۔جب اہل حق نے دیکھا کہ اب یہ لوگ حق کی طرف آنے والے نہیں تو ان کے بطلان کا فیصلہ کردیا اور باطل جماعتوں نے خود کو اہل حق سے جدا کرلیا اوراہل حق کے دلائل کو قبول نہ کیا۔اسی مفہوم کو حدیث نبوی میں ’’من شذ شذ فی النار‘‘ سے تعبیر فرمایا گیا،یعنی باطل معتقدات پراصرار کے سبب یہ لوگ خود ہی اہل حق سے جدا ہو جائیں گے۔ایسا نہیں کہ کوئی عالم یا مجدد ان کو اسلام سے خارج کردے گا،بلکہ اصرار کے سبب اسلامی قانون کے اعتبار سے وہ اہل باطل قرار پاتے ہیں۔علمائے دین صرف اسلامی احکام کو ظاہر کرتے ہیں۔ظاہر کرنا الگ بات ہے،اورخارج کرنا الگ بات ہے۔

اہل باطل کے اصرار کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قوم مسلم کے کچھ افراد ان کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ ساتھ ہونے کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔مامون رشید نے تلوار کے زور سے لوگوں کو مذہب معتزلہ کی طرف لایا،کبھی دنیاوی عہدوں کا لالچ دیا جاتا ہے،جیسے یزید نے میدان کربلا میں فوجیوں اورسالاروں کو میدان کربلا میں بھیجنے کے لیے حکومت ودولت کا لالچ دیا اور بات نہ ماننے پر عہدوں سے برطرف کرنے کی دھمکی دی گئی۔آج بھی دنیاوی منفعت دکھا کر لوگوں کو باطل مذہب کی طرف لایا جاتا ہے۔یہ ایسی حقیقت ہے،جس کی توضیح کی ضرورت نہیں۔

سند حدیث مجددین

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے حدیث مذکورہ سے

متعلق لکھا﴿وَسَنَدُهٗ صَحِیْحٌ وَرِجَالُهٗ کُلُّهُمْ ثِقَاتٌ–وَکَذَا صَحَّحَهُ الْحَاکِمُ فَاِنَّهٗ اَخْرَجَهٗ فِیْ مُسْتَدْرَکِهٖ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ وَهَبٍ﴾(المقاصد الحسنہ ج۱ص۲۰۳)

﴿ت﴾اس حدیث کی سند صحیح ہے،اور تمام رواۃ ثقہ ہیں۔حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے حدیث کو صحیح قرار دیا۔انہوں نے مستدرک میں ابن وہب کی سند سے اس حدیث کی تخریج کی۔

بعثت مجددین کا سبب

امام عبدالرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا﴿اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ–اِلٰی اٰخِرِهٖ– وَذٰلِکَ لِاَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ لَمَّا جَعَلَ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمَةَ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ وَکَانَتْ حَوَادِثُ الْاَیَّامِ خَارِجَةً عَنِ التَّعْدَادِ وَمَعْرِفَةُ اَحْکَامِ الدِّیْنِ لَازِمَةٌ اِلٰی یَوْمِ التَّنَادِ،وَلَمْ تَفِ ظَوَاهِرُ النُّصُوْصِ بِبَیَانِهَا بَلْ لَابُدَّ مِنْ طَرِیْقٍ وَافٍ بِشَانِهَا اِقْتَضَتْ حِکْمَةُ الْمَلِکِ الْعَلَّامِ ظُهُوْرَقَوْمٍ مِنَ الْاَعْلَامِ فِیْ غُرَّةِ کُلِّ قَرْنٍ لِیَقُوْمَ بِاَعْبَاءِ الْحَوَادِثِ اِجْرَاءً لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ مَعَ عُلَمَائِهِمْ مَجْرٰی بَنِیْ اِسْرَا ئِیْلَ مَعَ اَنْبِیَائِهِمْ فَکَانَ فِی الْمِاَةِ الْاُوْلٰی عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ﴾

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۱ص۱۴)

﴿ت﴾رب تعالیٰ ہر صدی کے اخیر میں مجدد بھیجے گا۔ایسا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاتم قرار دیا اور زمانے کے حوادث (نو پید مسائل) تعداد سے باہر ہیں اور دینی احکام کی معرفت یوم قیامت تک واجب ہے،اور ظاہری نصوص ان کے بیان کو کافی نہیں،پس نو پید مسائل کے حکم کو بتانے والا طریقہ ضروری ہے تو رب تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا،ہر صدی کے شروع میں علما میں سے ایک جماعت کے ظہور کا،تا کہ حوادث کے احکام بتانے کو مستعد ہو(تبلیغ وہدایت کے امور میں)، اس امت کو اپنے علما کے ساتھ بنی اسرائیل کو اپنے انبیائے کرام کے ساتھ (والی کیفیت پر) جاری کرتے ہوئے،پس پہلی صدی میں عمر بن عبدالعزیز مجدد ہوئے۔

توضیح: آخری نبی ورسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوچکی، اب نبی و رسول کی آمد کا سلسلہ موقوف ہو چکا، اس لیے مجدد ین کی آمد کا سلسلہ جاری ہوا۔

امت سے کیا مراد ہے؟

امام عبدالرؤف مناوی نے لکھا:﴿لهذه الامة: ای الجماعة المحمدية–و اصل الامة الجماعة، مفرد لفظًا جمع معنًى–وقد يختص بالجماعة الذين بعث فيهم نبی–وهم باعتبار البعثة فيهم ودعائهم الی الله يسمون امة الدعوة–فان اٰمنوا كلًّا او بعضًا سمی المومنون امةً اجابةً، وهم المراد بدليل اضافة الدين اليهم فی قوله "دينها"﴾ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۴)

﴿ت﴾ رب تعالیٰ ہر صدی کے اخیر میں اس امت کے لیے مجدد بھیجے گا، یعنی جماعت محمدیہ کے لیے، اور امت کی اصل، جماعت ہے۔ امت لفظی طور پر مفرد اور معنوی طور پر جمع ہے، اور امت کا لفظ کبھی اس جماعت کے ساتھ خاص ہوتا ہے جس میں نبی بھیجے گئے، اور وہ قوم اس میں نبی کی بعثت اور ان کو دعوت الی اللہ دینے کے اعتبار سے "امت دعوت" کہلاتی ہے، پس اگر ان میں سے تمام یا بعض لوگ ایمان لے آئیں تو مومنین کو "امت اجابت" کہا جاتا ہے، اور لفظ "دینہا" میں امت کی جانب دین کی جانب اضافت دلیل ہے کہ (حدیث مذکورہ میں امت سے) امت اجابت مراد ہے۔

توضیح: مجدد صرف اہل سنت وجماعت میں ہوں گے۔ بدمذہب جماعتیں امت دعوت میں سے ہیں جیسا کہ توضیح وتلویح بحثِ اجماع میں صراحت ہے۔ انہیں دعوت الیٰ سبیل الحق کی ضرورت ہے، اور یہ فریضہ علمائے اہل سنت ہی کو انجام دینا ہے۔ جو علما رد بدمذہباں کرتے ہیں، وہ دراصل جماعت حقہ کی صیانت وحفاظت اور بدمذہبوں کو دعوت حق دیتے ہیں۔ ہاں، فرمان الٰہی ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾ پرنظر رکھتے ہوئے عبارات والفاظ حسب موقع ہونے چاہئے، اور باہمی مختلف فیہ

مسائل نجی مجلسوں میں حل ہوں، نہ کہ اسٹیج پر۔

بدمذہبوں سے مراسم و روابط کے عدم جواز و تعلیمات مصطفویہ کی صحیح ترجمانی ''فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین'' میں ہوچکی ہے۔عہد حاضر میں وسطیت واعتدال کا جدید مفہوم حکم قرآنی ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ کے متضاد ہے۔درحقیقت موجودہ وسطیت، ندویت کی جانب جاتا ہوا ایک خوشنما راستہ ہے؟ ردندوہ یعنی ردصلح کلیت کا عظیم اجلاس ۱۳۱۸ھ-۱۹۰۰ء میں پٹنہ میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں اجتماعی طور پر اعلیٰ حضرت کو مجدد کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔اس سے قبل متعدد علمائے عظام و مشائخ کرام نے شخصی طور پر آپ کو مجدد کے لقب سے ملقب کیا تھا۔

ملک العلما نے تحریر فرمایا:''آپ کے زمانے کے علما و مشاہیر نے آپ کے علوم سے انتفاع دیکھ کر آپ کو''مجدد مائۃ حاضرہ'' مانا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔اگر ان تمام حضرات کے نام ہی لکھے جائیں، جنہوں نے آپ کو مجدد مانا تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج اص ۵۴۴-مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

عہد رواں میں ظاہری نظریہ بھی سم قاتل ہے۔خلیل بجنوری (م ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء) کا بھوت بھی اہل سنت پر دھاوا بول رہا ہے۔اِس افراتفری کے عالم میں بعض کج کلاہ قلت علم کے سبب''حسام الحرمین'' پر نکتہ آفرینی کرتے ہیں۔خداوند قدوس انہیں راہ حق کی توفیق عطا فرمائے۔اسماعیل دہلوی کے احکام اور حسام الحرمین کے مشمولات سے متعلق دفع شبہات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو میں خود جواب دوں گا،یا اپنے اکابرین سے دریافت کر کے۔اکابرین واصاغرین ہر ایک کو سوال کا حق حاصل، جواب کی ذمہ داری میری۔جب صاحب قرآن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ما یکون وما کان ہیں، پھر خوف کیونکر ہو۔ہر عہد میں رہنمائے حق کا وجود لازم،اور وہاں تک ضرورت مند کی رسائی ممکن۔

تکفیر دہلوی اور مسلک دیوبند کے عناصر اربعہ کی تکفیر سے متعلق سوالوں کے جوابات میری کتاب ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ'' میں مرقوم ہیں۔اولاً اس کتاب کا مطالعہ کر لیا جائے، ممکن ہے کہ ان سوالوں کے جوابات موجود ہوں۔بفضلہ تعالیٰ وبعطاء حبیبہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ

والثناء یہ تحریر اپنے موضوع پر بے نظیر آئی۔ یہ دس رسالوں پر مشتمل عربی زبان میں ہے، نیز مذہب دیوبند کے اساطین اربعہ کی کفریہ عبارات کی تاویلات باطلہ کے رد کے لیے ایک کتاب بنام ’’مناظرۂ حق وباطل‘‘ تحریر کیا: فالحمد للہ اولاً وآخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ دائماً۔

بعثت کا مفہوم ووقت

امام مناوی نے لکھا﴿**وهنا تنبيه ينبغي التفطن له،وهو ان كل من تكلم علىٰ حديث"ان الله يبعث،الخ"انما يقرره بناءً علىٰ ان المبعوث علىٰ رأس القرن يكون موته علىٰ رأسه-وانت خبير بان المتبادر من الحديث انما هو ان البعث وهو الارسال يكون علىٰ رأس القرن اى اوله،ومعنى ارسال العالم تأهله للتصدى لنفع الانام وانتصابه لنشر الاحكام وموته علىٰ رأس القرن اخذ،لابعث،فتدبر بانصاف**﴾(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ا ص ١٧)

〈ت〉 یہاں ایک تنبیہ ہے جس کو سمجھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ جن حضرات نے حدیث ’’ان اللہ یبعث الخ‘‘ پر گفتگو کی، وہ اس کی توضیح اس طرح کرتے ہیں کہ مبعوث علیٰ رأس القرن کی وفات رأس قرن (آغاز صدی) پر ہوگی، اور آپ باخبر ہیں کہ حدیث سے متبادر ہے کہ بعثت یعنی ارسال رأس قرن یعنی صدی کے شروع حصے میں ہوگا، اور عالم کے ارسال کا معنی عالم کا عوام کو فائدہ پہونچانے کا اہل ہونا اور احکام شرعیہ کے نشر واشاعت کے لیے قائم ہونا ہے، اور رأس قرن پر اس کی موت اخذ (واپس لینا) ہے، نہ کہ بعثت، پس آپ انصاف کے ساتھ غور کرلو۔

توضیح: مجدد کی شناخت کا ذریعہ ’’راس قرن‘‘ کا مفہوم ہے۔ جس کے علم وفضل اور دینی خدمات سے کسی صدی کے شروع حصے میں اہل اسلام کو عظیم فائدہ پہنچے، اسے مجدد کہا جاتا ہے۔ رأس القرن کا مفہوم بعض علما نے شروع صدی بتایا، بعض نے فرمایا کہ اس سے اخیر صدی مراد ہے۔ اس لیے مابعد کے علما نے فرمایا کہ جس کی خدمات ایک صدی کے اخیر اور مابعد صدی کے

شروع حصہ میں پائی جائے، وہ مجدد ہے۔

راس کا مفہوم

(۱)ابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے لکھا۔

﴿وَقَدْ كَانَ قُبَيْلَ كُلِّ مِائَةٍ اَيْضًا مَنْ يَقُوْمُ بِاُمُوْرِ الدِّيْنِ-وَاِنَّمَا الْمُرَادُ بِالذِّكْرِ مَنْ اِنْقَضَتِ الْمِأَةُ وَهُوَ حَيٌّ عَالِمٌ مَشْهُوْرٌ مُشَارٌ اِلَيْهِ﴾ (جامع الاصول ج۱۱ص۳۱۹)

〈ت〉 ہر صدی سے کچھ قبل بھی وہ حضرات ہوتے ہیں، جو دین کو قائم رکھتے ہیں، اور (یہاں) ان کا ذکر مقصود ہے جو صدی گذرنے کے بعد زندہ، مشہور اور مرجع عوام وخواص عالم دین ہو۔

(۲) محدث شرف الدین طیبی (م۷۴۳ھ) نے حدیث مذکور کی شرح میں لکھا۔

﴿اَلرَّأْسُ مَجَازٌ عَنْ اٰخِرِ السَّنَةِ-وَتَسْمِيَتُهُ رَأْسًا بِاِعْتِبَارِ اَنَّهُ مَبْدَءٌ لِسَنَةٍ اُخْرٰى﴾

(شرح الطیبی علیٰ مشکوٰۃ المصابیح ج۱ص۴۰۰)

〈ت〉 رأس سے مجازی طور پر سال کا آخری حصہ مراد ہوتا ہے، اور آخری حصہ کا نام رأس (سر) رکھا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ دوسرے سال کے شروع ہونے کی جگہ ہوتا ہے۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے حدیث ذیل کی شرح میں لکھا۔

﴿"اَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ"-فَاِنَّ عَلٰى رَأْسٍ اَىْ عِنْدَ اِنْتِهَاءِ مِاَةِ سَنَةٍ﴾ (فتح الباری ج۱ص۲۱۲)

〈ت〉 کیا تم اپنی اس رات کو دیکھ رہے ہو، کیونکہ اس کے سو سال کے سر پر ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا جو (آج) روئے زمین پر ہے، اس لیے کہ سر پر یعنی سو سال کے خاتمہ پر الخ۔

(۴) امام عبد الرؤف مناوی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا ﴿عَلٰى رَأْسِ "اَىْ اَوَّلِ-وَرَأْسُ الشَّيْءِ اَعْلَاهُ وَرَأْسُ الشَّهْرِ اَوَّلُهٗ﴾ (فیض القدیر ج۱ص۱۴)

〈ت〉 سر پر یعنی اول حصہ پر، اور شئ کا سر، اس کا اوپر والا حصہ ہوتا ہے، اور مہینہ کا سر اس کا اول حصہ ہے۔

(۵) ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِأَۃِ سَنَۃٍ" اَیْ اِنتِهَائِهٖ اَوْ اِبْتِدَائِهٖ اِذَا قَلَّ الْعِلْمُ وَالسُّنَّۃُ وَکَثُرَ الْجَهْلُ وَالْبِدْعَۃُ﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج اص ۲۴۷- مطبع اصح المطابع ممبئی)

〈ت〉 ہر سو سال کے سر پر......یعنی صدی کی انتہا یا صدی کی ابتدا پر جبکہ علم اور سنت (پر عمل) کم ہو، اور جہالت اور بدعت زیادہ ہو۔

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِأَۃٍ-اَلْمُرَادُ بِالرَّأسِ اٰخِرُ الْمِأَۃِ اَوْقَرِیْبٌ مِنْ اٰخِرِهَا-هٰکَذَا اللَّفْظُ الْعَرَبِیُّ-وَاِنَّمَا قَالَ عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِأَۃٍ لِاَنَّ الْقَرْنَ یَنْقَرِضُ فِیْ هٰذِهِ الْمُدَّۃِ وَیَنْقَضِیْ وَیَنْتَهِیْ کَمَالُهٗ اِلَیْهَا وَلِهٰذَا سُمِّیَ الْقِیَامَۃَ الْوُسْطٰی کَمَا سَیَجِیءُ فِیْ بَابِ قِیَامِ السَّاعَۃِ اِنْشَاءَ اللّٰہُ﴾ (لمعات التنقیح ج اص ۳۰۸-الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

〈ت〉 ہر صدی کے سر پر......سر سے مراد صدی کا آخری حصہ ہے، یا صدی کے آخر سے قریب کا حصہ ہے۔اسی طرح عربی لفظ (کا استعمال) ہے، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر صدی کے اختتام پر (اللہ تعالیٰ مجدد کو مبعوث فرمائے گا) کیونکہ قرن (انسانوں کی ایک جماعت) اس مدت میں چلا جاتا ہے، اور اس کا کمال اختتام صدی تک مکمل وتام ہو جاتا ہے، اسی لیے اختتام صدی کا نام "قیامت وسطیٰ" رکھا گیا، جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیام ساعت کے باب میں آئے گا۔

توضیح: محررہ بالا تشریحات میں بعض نے رأس سے صدی کا اولین حصہ اور بعض نے اخیر حصہ مراد لیا، اسی لیے علما نے شرط مقرر فرما دیا کہ مجدد ایک صدی کا آخری حصہ اور صدی مابعد کا ابتدائی حصہ پائے، اور اس کا برعکس یعنی ماقبل صدی کا اول حصہ اور مابعد صدی کا آخری حصہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ یہ اسی وقت ہوگا جب مجدد مسلسل دو صدی تک زندہ رہے کہ اول صدی کے ابتدائی حصے میں پیدا ہو، اور مابعد صدی کے اخیر حصہ میں وفات پائے، یہ گرچہ ممکن

ہے،لیکن اس امت کی عمر طویل نہیں جیسا کہ حدیث میں آیا کہ اس امت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہے۔(ترمذی ج ۲ باب فناء اعمار ہذہ الامۃ)

سب سے طویل العمر مجدد شیخ الاسلام زکریا انصاری (۸۲۳ھ-۹۲۶ھ) ہیں۔انہوں نے ایک سو تین سال کی حیات پائی،پس لامحالہ یہی شرط قابل قبول قرار پائی کہ صدی اول کا آخر اور صدی مابعد کا اول حصہ پائے۔اس کے علم وفضل کا شہرہ ہو،اور درمیان صدی میں جو اس صفت کا ہو،انہیں مجدد نہیں تسلیم کیا جائے گا۔ہاں،عنداللہ وہ ضرور مستحق اجر ہوں گے،اور وہ مندرجہ ذیل حدیث نبوی کے مصداق قرار پائیں گے۔

﴿عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ-يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ-وَ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ-وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ-رواه البيهقى﴾

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم ص ۳۶)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اس علم دین کو ہر بعد آنے والوں میں سے صالح افراد حاصل کریں گے۔وہ صالحین اس علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف ،باطل پرستوں کی کج روی اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔

درمیان صدی کے علما وعمائدین مجدد نہیں

امام مناوی نے لکھا﴿ثُمَّ رَأَيْتُ الطِّيْبِيَّ قَالَ:اَلْمُرَادُ بِالْبَعْثِ مَنْ اِنْقَضَتِ الْمِائَةُ وَ هُوَحَيٌّ عَالِمٌ مَشْهُوْرٌ مُشَارٌ اِلَيْهِ-وَالْكِرْمَانِيَّ قَالَ:قَدْ كَانَ قُبَيْلَ كُلِّ مِاْةٍ اَيْضًا مَنْ يُصَحِّحُ وَيَقُوْمُ بِاَمْرِ الدِّيْنِ-وَاِنَّمَا الْمُرَادُ مَنْ اِنْقَضَتِ الْمِاْةُ وَهُوَحَيٌّ عَالِمٌ مُشَارٌ اِلَيْهِ-وَلَمَّا كَانَ رُبَّمَا يُتَوَهَّمُ مِنْ تَخْصِيْصِ الْبَعْثِ بِرَأْسِ الْقَرْنِ اَنَّ الْقَائِمَ بِالْحُجَّةِ لَايُوْجَدُ اِلَّا عِنْدَهٗ اَرْدَفَ ذٰلِكَ بِمَا يُبَيِّنُ اَنَّهٗ قَدْ يَكُوْنُ فِيْ اَثْنَاءِ الْمِائَةِ مَنْ هُوَكَذٰلِكَ،بَلْ قَدْ يَكُوْنُ اَفْضَلَ مِنَ الْمَبْعُوْثِ عَلَى الرَّأْسِ وَاَنَّ تَخْصِيْصَ

الـرَّأسِ اِنَّـمَـا هُـوَلِـكَـوْنِـهٖ مَـظَـنَّـةَ اِنْخِرَامِ عُلَمَائِهٖ غَالِبًا وَظُهُوْرِ الْبِدَعِ وَ نُجُوْمِ الدَّجَّالِيْنَ﴾ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ا ص ۱۷)

〈ت〉 پھر میں نے شرف الدین طیبی (م۷۴۳ھ) (کی شرح مشکوٰۃ کی عبارت) کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: بعثت سے یہ مراد ہے کہ صدی گذر جائے اور وہ عالم زندہ، مشہور اور مرجع ہو۔ اور شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی شارح بخاری (۷۱۷ھ-۷۸۶ھ) نے کہا: ہر صدی (کے اختتام) سے کچھ پہلے بھی وہ ہوئے جو دین کی اصلاح وتجدید کرتے تھے، اور (حدیث سے) مراد وہ لوگ ہیں کہ صدی گذر جائے اور وہ عالم، زندہ اور مرجع ہو، اور جب رأس قرن پر بعثت سے وہم ہوتا ہے کہ حجت شرعیہ قائم کرنے والا صرف رأس قرن پر پایا جائے گا تو کرمانی نے اس کے بعد وہ قول پیش کیا جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ درمیان صدی میں مجدد کے مماثل ہوں گے، بلکہ کبھی رأس قرن پر مبعوث سے افضل ہوتے ہیں (جیسے امام ابو حنیفہ) اور رأس قرن کی تخصیص صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ وقت اکثری طور پر علما کے ختم ہونے، بدعتوں اور جالوں وفریب کاروں کے ظاہر ہونے کا وقت مظنون ہے۔

توضیح: جس طرح دین کی اصلاح کرنے والے علمائے حق درمیان صدی میں بھی ہوتے ہیں، اسی طرح بہت سے گمراہ گر بھی درمیان صدی میں ہوتے ہیں۔ رأس قرن کی تخصیص کی حکمت اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی بہتر معلوم۔ علمائے دین نے اپنے علم کے مطابق چند اسباب بیان فرمائے، لیکن درمیان صدی کے علما کو مجدد کے لقب سے ملقب نہ کیا جائے گا، اسی طرح جو عالم اختتام صدی سے چند روز قبل وفات پا جائے، یا اس وقت زندہ ہو، مگر عالم نہ ہو یا عالم ہو مگر مرجع مومنین نہ ہو تو یہ مجدد نہیں۔ ایک صدی کے اخیر اور صدی مابعد کے آغاز میں اس کے تجدیدی کارناموں کا شہرہ ہو، اور اوصاف مجددانہ کے ساتھ اسے مابعد صدی کا کچھ حصہ پانا ضروری ہے۔

(۲) امام سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں لکھا۔

﴿قَدْ يَكُوْنُ فِيْ اَثْنَاءِ الْمِائَةِ مَنْ هُوَ اَفْضَلُ مِنَ الْمُجَدِّدِ عَلٰى رَأسِهَا﴾

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج۹ ص ۱۳۵۰)

〈ت〉 کبھی صدی کے درمیان میں وہ ہوتا ہے، جو صدی کے اخیر میں ہونے والے مجدد سے افضل ہوتا ہے۔

لفظ ''من'' کی تحقیق

(۱) امام مناوی نے لکھا ﴿''مَنْ'' اَیْ رَجُلًا اَوْ اَکْثَرَ﴾ (فیض القدیر ج۲ ص ۳۵۸)

〈ت〉 جو تجدید دین کرے، یعنی ایک یا زیادہ لوگ۔

(۲) امام مناوی نے لکھا ﴿''مَنْ'' اَیْ مُجْتَهِدًا وَاحِدًا اَوْ مُتَعَدِّدًا قَائِمًا بِالْحُجَّةِ نَاصِرًا لِلسُّنَّةِ لَهٗ مَلَکَةُ رَدِّ الْمُتَشَابِهَاتِ اِلَی الْمُحْکَمَاتِ وَقُوَّةُ اِسْتِنْبَاطِ الْحَقَائِقِ وَالدَّقَائِقِ النَّظَرِیَّاتِ مِنْ نُصُوْصِ الْفُرْقَانِ وَاِشَارَاتِهٖ وَ دَلَالَاتِهٖ وَ اِقْتِضَائَاتِهٖ مِنْ قَلْبٍ حَاضِرٍ وَفُؤَادٍ یَقْظَانٍ﴾ (فیض القدیر ج۱ ص۱۴)

〈ت〉 جو دین کی تجدید کرے، یعنی ایک مجتہد یا چند جو حجت قائم کرنے والا، سنت کی مدد کرنے والا ہو، جس کو متشابہات کو محکمات کی جانب پھیرنے کا ملکہ ہو، اور قرآن کی نصوص اور اشارات نص و دلالات نص اور اقتضائات نص سے حاضر قلب اور بیدار دل سے نظری حقائق و دقائق کے استنباط کی قوت ہو۔

(۳) امام عبد الرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا۔

﴿قَالَ الذَّهَبِیُّ ''مَنْ'' هٰهُنَا لِلْجَمْعِ لَا لِلْمُفْرَدِ﴾ (فیض القدیر ج۱ ص۱۴)

〈ت〉 شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے کہا کہ ''من'' یہاں جمع کے لیے ہے۔

(۴) امام مناوی نے لکھا ﴿قَالَ الْحُرَّانِیُّ: ''مَنْ'' اِسْمٌ مُبْهَمٌ یَشْتَمِلُ الذَّوَاتِ الْعَاقِلَةَ اٰحَادًا وَجُمُوْعًا وَاِسْتِغْرَاقًا﴾ (فیض القدیر ج۱ ص۱۴)

〈ت〉 حرانی نے کہا کہ ''من'' ایک مبہم اسم ہے، جو ذوی العقول کو شامل ہوتا ہے۔ آحاد، جمع اور استغراق کے طریقے پر۔

(۵) امام مناوی نے لکھا ﴿وَلَا مَانِعَ مِنَ الْجَمْعِ فَقَدْ يَكُوْنُ الْمُجَدِّدُ اَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ﴾
(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ا ص ۱۴)

〈ت〉 کوئی مفہوم جمع سے روکنے والا نہیں، پس کبھی مجدد ایک سے زائد ہوتا ہے۔

(۶) امام مناوی نے لکھا ﴿وَالْاَوْلٰی الْعُمُوْمُ فَاِنَّ "مَنْ" تَقَعُ عَلَی الْوَاحِدِ وَالْجَمْعِ وَلَا يَخْتَصُّ اَيْضًا بِالْفُقَهَاءِ—فَاِنَّ اِنْتِفَاعَ الْاُمَّةِ يَكُوْنُ اَيْضًا بِاُوْلِي الْاَمْرِ وَاَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَالْقُرَّاءِ وَالْوُعَّاظِ، لٰكِنَّ الْمَبْعُوْثَ يَنْبَغِيْ كَوْنُهٗ مُشَارًا اِلَيْهِ فِيْ كُلِّ هٰذِهِ الْفُنُوْنِ﴾ (فیض القدیر ج ا ص ۱۵)

〈ت〉 (لفظ ''من'' میں) ولیٰ عموم ہے، کیونکہ ''من'' واحد اور جمع پر بولا جاتا ہے، اور یہ فقہا کے ساتھ بھی خاص نہیں، اس لیے کہ امت کا نفع حاصل کرنا کبھی حکام، محدثین، قرا اور واعظین سے ہوتا ہے، لیکن بھیجے جانے والے کے لیے لازم ہے کہ ان تمام فنون میں مرجع ہو۔

توضیح: ایک صدی میں ایک یا ایک سے زائد مجدد ہو سکتے ہیں۔ سلاطین وحکام اگر احیائے دین کریں تو مجدد ہوں گے۔ مجدد کا عظیم فقیہ ہونا ضروری نہیں۔ محدث، قاری، واعظ جو احیائے سنت ورد بدعات ومنکرات کریں، مجدد ہوں گے، اسی لیے بعض خلفائے بنی عباس کو مجددین میں شمار کیا گیا ہے۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز بالاتفاق صدی اول کے مجدد ہیں۔

صدی جدید میں باحیات ہو

خاتم الحفاظ مجدد صدی دہم امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے فرمایا۔

﴿اَلشَّرْطُ فِيْ ذٰلِكَ اَنْ تَمْضِيَ الْمِائَةُ—وَهُوَ عَلٰی حَيَاتِهٖ بَيْنَ الْفِئَةِ—يُشَارُ بِالْعِلْمِ اِلٰی مَقَامِهٖ—وَيَنْصُرُ السُّنَّةَ فِيْ كَلَامِهٖ—وَاَنْ يَكُوْنَ جَامِعًا لِكُلِّ فَنٍّ—اَنْ يَعُمَّ عِلْمُهٗ اَهْلَ الزَّمَنِ﴾ (قصیدۃ السیوطی: فیض القدیر ج ۲ ص ۳۵۷)

〈ت〉 مجدد ہونے کی شرط یہ ہے کہ صدی گذر جائے، اور وہ جماعت مومنین کے درمیان باحیات ہو۔ علم میں اس کے رتبہ (درجہ بلند) کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو، اور وہ اپنے کلام سے

سنت کی نصرت ومدد کرے، اور وہ ہر فن میں کامل ہو، اس طرح کہ اس کا علم اہل زمانہ کو عام ہو۔

توضیح: مجدد ایسا ہو کہ اس کے علم سے ساری امت مستفید ہو۔ بہت سے ایسے علما ہیں کہ جن کے علم وفضل سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت محدود رہی، پس مذکورہ بالا تشریح کے مطابق وہ علم وفضل کے باوجود مجدد کے لقب سے ملقب نہ ہوں گے۔

مجدد مرجع علم ہو

(۱)﴿لٰكِنَّ الْمَبْعُوْثَ يَنْبَغِىْ اَنْ يَكُوْنَ مُشَارًا اِلَيْهِ مَشْهُوْرًا فِىْ كُلِّ فَنٍّ مِنْ هٰذِهِ الْفُنُوْنِ﴾ (شرح مشکوٰۃ المصابیح للطیبی ج ۱ ص ۴۰۰-ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

﴿ت﴾ لیکن بھیجے جانے والے کے لیے لازم ہے کہ ان تمام فنون میں مشہور ومرجع ہو۔

(۲) ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے لکھا﴿لٰكِنَّ الْمَبْعُوْثَ بِشَرْطِ اَنْ يَكُوْنَ مُشَارًا اِلَيْهِ فِىْ كُلِّ فَنٍّ مِنْ هٰذِهِ الْفُنُوْنِ﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۴۷)

﴿ت﴾ لیکن بھیجے جانے والے کے لیے شرط ہے کہ ان تمام فنون میں مرجع ہو۔

توضیح: مجدد اپنے مخصوص فن میں عوام وخواص کا مرجع ہو، مثلاً جو فن تجوید کا مجدد ہو، وہ تجوید میں مرکزی حیثیت کا حامل ہو، اور جو علم حدیث میں مجدد ہو، وہ علم حدیث میں مرجع ہو۔

تصنیف وتالیف شرط نہیں

ملا علی قاری (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے لکھا﴿وَالْاَظْهَرُ عِنْدِىْ اَنَّ الْمُرَادَ بِمَنْ يُجَدِّدُ لَيْسَ شَخْصًا وَاحِدًا بَلِ الْمُرَادُ بِهٖ جَمَاعَةٌ،يُجَدِّدُ كُلُّ اَحَدٍ فِىْ بَلَدٍ فِىْ فَنٍّ اَوْ فُنُوْنٍ مِنَ الْعُلُوْمِ الشَّرْعِيَّةِ مَا تَيَسَّرَ لَهٗ مِنَ الْاُمُوْرِ التَّقْرِيْرِيَّةِ اَوِالتَّحْرِيْرِيَّةِ وَ يَكُوْنُ سَبَبًا لِبَقَائِهٖ وَعَدَمِ اِنْدِرَاسِهٖ﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۴۸-مطبع اصح المطابع ممبئی)

﴿ت﴾ میرے نزدیک زیادہ ظاہر ہے کہ ''من یجدد'' سے ایک شخص مراد نہیں ہے، بلکہ مراد اس سے ایک جماعت ہے۔ ہر ایک کسی شہر میں، کسی فن میں یا اسے میسر آنے والے تقریری و

تحریری امور میں سے چند شرعی علوم کی تجدید کرے، اوراس کی بقاوعدم اختتام کا سبب ہو۔

مذہب اسلام کے آخری مجدد حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مجدد صدی دہم خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی شافعی نے اپنے قصیدہ میں فرمایا۔

وَاٰخِرُ الْمِئِیْنَ فِیْمَا یَاتِیْ—عِیْسٰی نَبِیُّ اللّٰہِ ذُوْالْاٰیَاتِ

یُجَدِّدُ الدِّیْنَ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ—وَفِیْ الصَّلٰوۃِ بَعْضُنَا قَدْ اَمَّہٗ

مُقَرِّرٌ لِشَرْعِنَا وَیَحْکُمُ—بِحُکْمِنَا اِذْ فِی السَّمَاءِ یَعْلَمُ

وَبَعْدَہٗ لَمْ یَبْقَ مُجَدِّدٌ—وَیُرْفَعُ الْقُرْاٰنُ مِثْلَ مَابُدِیَ

(قصیدۃ السیوطی: فیض القدیر ج۲ص ۳۵۸)

﴿ت﴾ آخری صدی میں بہت سے معجزات والے اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے۔اس امت مسلمہ کے دین کی تجدید فرمائیں گے، اور ہم میں سے بعض (امام مہدی) نماز میں (ان کے حکم سے) ان کی امامت کریں گے،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہماری شریعت اسلامیہ کو ثابت رکھنے والے ہیں،اور وہ ہمای شریعت (شریعت مصطفویہ) کا حکم جاری کریں گے،اس لیے کہ وہ آسمان میں رہ کر ہماری شریعت کا علم رکھتے ہیں،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی مجدد باقی نہ رہے گا،اور قرآن اٹھالیا جائے گا جس طرح وہ ظاہر کیا گیا۔

تجدید دین کا مفہوم

(۱) امام مناوی نے لکھا﴿یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا—اَیْ یُبَیِّنُ السُّنَّۃَ مِنَ الْبِدْعَۃِ وَیُکَثِّرُ الْعِلْمَ وَ یَنْصُرُاَھْلَہٗ وَ یَکْسِرُاَھْلَ الْبِدْعَۃِ وَیُذِلُّھُمْ—قَالُوْا: وَلَایَکُوْنُ اِلَّاعَالِمًا بِالْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّۃِ الظَّاھِرَۃِ وَالْبَاطِنَۃِ—قَالَ اِبْنُ کَثِیْرٍ: قَدْ اِدَّعٰی کُلُّ قَوْمٍ فِیْ اِمَامِھِمْ اَنَّہُ الْمُرَادُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ،وَالظَّاھِرُاَنَّہٗ یَعُمُّ جُمْلَۃً مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ کُلِّ طَائِفَۃٍ وَکُلِّ صِنْفٍ مِنْ مُفَسِّرٍ وَمُحَدِّثٍ وَفَقِیْہٍ وَنَحْوِیٍّ وَلُغْوِیٍّ وَغَیْرِھِمْ﴾ (فیض القدیر ج۲ص ۳۵۸)

﴿ت﴾ مجدد، دین کی تجدید کرے گا،یعنی سنت کو بدعت سے الگ کرے گا،علم کو بڑھائے گا،اہل

علم کی مدد کرے گا، اہل بدعت کو توڑ دے گا اور انہیں ذلت میں ڈالے گا۔علما نے فرمایا کہ مجدد وہی ہوگا جو ظاہری و باطنی علوم دینیہ کا علم رکھنے والا ہو۔ابن کثیر نے کہا کہ ہر جماعت نے اپنے امام کے بارے میں کہا کہ اس حدیث سے وہی مراد ہیں،اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ہر جماعت اور ہر صنف یعنی مفسر، محدث، فقیہ، نحوی، لغوی وغیرہم کے علما کو عام ہے۔

(۲)﴿دِیْنَهَا-اَیْ مَا انْدَرَسَ مِنْ اَحْکَامِ الشَّرِیْعَةِ وَمَا ذَهَبَ مِنْ مَعَالِمِ السُّنَنِ وَخَفِیَ مِنَ الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّةِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ﴾(فیض القدیر ج اص ۱۴)

〈ت〉 مجدد، دین کی تجدید کرے گا،یعنی احکام شریعت میں سے جو مٹ گئے ہوں، اور سنت کی نشانیوں میں سے جو ختم ہو چکی ہوں،اور دین کے ظاہری و باطنی علوم میں سے جو مخفی ہو چکے ہوں (وہ انہیں زندہ کرے گا)

(۳) ملا علی قاری نے تحریر فرمایا﴿دِیْنَهَا-اَیْ یُبَیِّنُ السُّنَّةَ مِنَ الْبِدْعَةِ وَیُکَثِّرُ الْعِلْمَ وَیُعِزُّ اَهْلَهٗ وَیَقْمَعُ الْبِدْعَةَ وَیَکْسِرُ اَهْلَهَا﴾(مرقاۃ المفاتیح ج اص ۲۴۷)

〈ت〉 مجدد، سنت کو بدعت سے جدا کرے گا،علم کو بڑھائے گا، اہل علم عزت بخشے گا، بدعت کو اکھاڑ پھینکے گا، اور اہل بدعت کو توڑ ڈالے گا۔

مجدد ایک یا ایک سے زائد؟

(۱) امام مناوی نے لکھا﴿قال فی الفتح:نبه بعض الائمة علی انه لایلزم ان یکون فی رأس کل قرن واحد فقط،بل الامر فیه کما ذکره النووی فی حدیث"لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق"من انه یجوز ان تکون الطائفة جماعة متعددة من انواع المؤمنین ما بین شجاع وبصیر بالحرب وفقیه و محدث ومفسر وقائم بالامر بالمعروف والنهی عن المنکر وزاهد وعابد-و لایلزم اجتماعهم ببلد واحد،بل یجوز اجتماعهم فی قطر واحد وتفرقهم فی الاقطار-ویجوز تفرقهم فی بلد،وان یکونوا فی بعض دون بعض-ویجوز

اخلاء الارض کلها من بعضهم اولًا فاولًا الٰی ان لا یبقی الا فرقة واحدة ببلد واحد-فاذا انقرضوا اتٰی امر اللّٰہ﴾(فیض القدیر شرح الجامع الصغیرج ۱ص ۱۵)

﴿ت﴾ فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ بعض ائمہ نے فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہرصدی کے اخیر میں صرف ایک ہی مجدد ہو، بلکہ اس کا معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ امام نووی نے ''لاتزال طائفہ'' کی حدیث میں فرمایا کہ جائز ہے کہ ''طائفہ'' مومنین کی اقسام میں سے بہادر، جنگی بصیرت رکھنے والے، فقیہ، محدث، مفسر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو قائم رکھنے والے، زاہد وعابد کی متعدد جماعتیں ہوں، اوران کا ایک شہر میں جمع ہونا لازم نہیں، بلکہ ان کا ایک علاقے میں جمع ہونا اور مختلف علاقوں میں متفرق ہونا جائز ہے،اوران کا ایک شہر میں متفرق ہونا اور بعض شہر میں ہونا اور بعض شہر میں نہ ہونا جائز ہے،اوران کے بعض طبقہ سے ساری روئے زمین کا یکے بعد دیگرے خالی ہونا جائز ہے، یہاں تک کہ ان میں سے صرف ایک طبقہ ایک شہر (مدینہ منورہ) میں باقی رہے، پس جب وہ لوگ چلے جائیں تو قیامت آئے گی۔

توضیح: یہ طائفہ کی تشریح ہے، نہ کہ مجدد کی۔

(۲) حافظ عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا﴿اِنَّہٗ لَا یَلْزَمُ اَنْ یَکُوْنَ فِیْ رَأْسِ کُلِّ مِـأَةِ سَنَةٍ وَاحِدٌ فَقَطْ -بَلْ یَکُوْنُ الْاَمْرُ فِیْهِ کَمَا ذَکَرَہٗ فِی الطَّائِفَةِ وَهُوَ مُتَّجِہٌ،فَاِنَّ اِجْتِمَاعَ الصِّفَاتِ الْمُحْتَاجِ اِلٰی تَجْدِیْدِهَا لَا یَنْحَصِرُ فِیْ نَوْعٍ مِنْ اَنْوَاعِ الْخَیْرِ- وَلَا یَلْزَمُ اَنَّ جَمِیْعَ خِصَالِ الْخَیْرِ کُلِّهَا فِیْ شَخْصٍ وَاحِدٍ اِلَّا اَنْ یُدَّعٰی ذٰلِکَ فِیْ عُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ فَاِنَّہٗ کَانَ الْقَائِمَ بِالْاَمْرِ عَلٰی رَأْسِ الْمِائَةِ الْاُوْلٰی بِاِتِّصَافِهٖ بِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْخَیْرِ وَ تَقَدُّمِهٖ فِیْهَا-وَمِنْ ثَمَّ اَطْلَقَ اَحْمَدُ اَنَّهُمْ کَانُوْا یَحْمِلُوْنَ الْحَدِیْثَ عَلَیْهِ-وَاَمَّا مَنْ جَاءَ بَعْدَہٗ کَالشَّافِعِیِّ وَاِنْ کَانَ مُتَّصِفًا بِالصِّفَاتِ الْجَمِیْلَةِ اِلَّا اَنْ لَمْ یَکُنِ الْقَائِمَ بِاَمْرِ الْجِهَادِ وَالْحُکْمِ بِالْعَدْلِ فَعَلٰی هٰذَا کُلُّ مَنْ کَانَ مُتَّصِفًا بِشَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ عِنْدَ رَأْسِ الْمِائَةِ هُوَ الْمُرَادُ سَوَاءٌ تَعَدَّدَ اَمْ لَا﴾

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۳ص ۲۹۵)

〈ت〉 ضروری نہیں ہے کہ ہر صدی کے اخیر میں صرف ایک مجدد ہو، بلکہ اس کا معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ''طائفہ'' کے بارے میں ذکر ہوا، اور یہ قابل توجہ ہے کیونکہ تجدید ملت کی ضروری صفات کا اجتماع اقسام خیر میں سے کسی ایک نوع میں منحصر نہیں ہے، اور تمام صفات خیر وصلاح کا ایک شخص میں جمع ہونا لازم نہیں، مگر یہ کہ یہ دعویٰ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں کیا جائے، کیونکہ وہ پہلی صدی کے اخیر میں منصب حکومت پر قائم، تمام صفات خیر سے متصف اور (بہ نسبت دیگراں) ان صفات میں مقدم تھے، اور اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ - ۲۴۱ھ) نے فرمایا کہ علما اس حدیث کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (۹ھ - ۱۰۱ھ) پر محمول کرتے تھے، لیکن ان کے بعد جو آئے، مثلاً امام شافعی، گرچہ یہ صفات حسنہ سے متصف تھے، لیکن امر جہاد اور حکم بالانصاف کے عہدہ پر قائم نہ تھے، پس اس بنیاد پر صدی کے اخیر میں جو ان صفات میں سے کسی صفت سے متصف ہو، وہی (اس حدیث سے) مراد ہے، خواہ متعدد ہو یا نہیں۔

توضیح: فیصلہ صفات تجدید کے اعتبار سے ہوگا، اگر ایک ہی فرد تمام صفات کو محیط ہو تو وہ ایک ہی مجدد، ورنہ متعدد افراد مجدد قرار دیئے جائیں گے۔ صفت تجدید میں محض فقہی اصلاحات داخل نہیں، بلکہ فقہی اصلاحات اس کا ایک جز ہے، اس کے علاوہ قیام عدل، اعتقادی اصلاح، منکرات وبدعات سے امت کی حفاظت، احیائے سنت، حکومت اسلامیہ کی اصلاح وغیرہا۔ امام شافعی قیام عدل واصلاح حکومت کو چھوڑ کر باقی دیگر اوصاف علمیہ وعملیہ سے متصف تھے، علم ودانش اس قدر کہ کئی صدیوں بیت گئیں، اپنے بعد کسی مماثل سے بالاتر قرار پائے۔

اسمائے گرامی مجددین اسلام

صدی یکم

(۱) خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز (۹ھ - رجب ۱۰۱ھ)

صدی دوم

(۱) امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ - ۲۰۴ھ)

(۲) امام حسن بن زیاد لؤلؤ حنفی (م ۲۰۴ھ)

(۳) امام احمد بن محمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)

صدی سوم

(۱) قاضی ابو العباس احمد بن عمر بن سریج بغدادی شافعی (۲۴۹ھ-۳۰۶ھ)

(۲) امام اہل السنۃ ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴ھ)

(۳) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ)

(۴) امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی مصری (۲۳۸ھ-۳۲۱ھ)

(۵) علم الہدیٰ امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی (م ۳۳۳ھ)

صدی چھارم

(۱) قاضی ابو بکر باقلانی اصولی شافعی: محمد بن طیب بصری بغدادی (۳۳۸ھ-۴۰۳ھ)

(۲) امام ابو حامد احمد بن محمد بن احمد اسفرائینی شافعی (۳۴۴ھ-۴۰۶ھ)

(۳) امام ابو الحسین احمد بن محمد بن احمد قدوری حنفی (۳۶۲ھ-۴۲۸ھ)

صدی پنجم

(۱) امام محمد بن محمد بن محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)

(۲) غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی (۴۷۰ھ-۵۶۰ھ)

(۳) قاضی القضاۃ قاضی ابو بکر فخر الدین محمد بن حسین بن محمد حنفی ارسابندی مروزی (م ۵۱۲ھ)

صدی ششم

(۱) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی صاحب التفسیر الکبیر (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ)

صدی ھفتم

(۱) امام تقی الدین بن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ)

صدی ھشتم

(۱) محدث زین الدین عراقی شافعی (۷۲۵ھ-۸۰۸ھ)

(۲) امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد دمشقی شیرازی شافعی الشہیر بابن الجزری مؤلف الحصن الحصین (۷۵۱ھ-۸۳۳ھ)

(۳) سراج الدین عمر بن رسلان عسقلانی بلقینی مصری شافعی (۷۲۴ھ-۸۰۵ھ)

(۴) میر سید علی بن محمد بن علی شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ)

صدی نہم

(۱) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)

(۲) امام شمس الدین سخاوی شافعی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ)

(۳) شیخ الاسلام زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا انصاری مصری شافعی (۸۲۳ھ-۹۲۶ھ)

صدی دہم

(۱) امام شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ رملی مصری شافعی (۹۱۹ھ-۱۰۰۴ھ)

(۲) محدث ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی ہروی مکی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ)

صدی یازدہم

(۱) مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ)

(۲) محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ)

(۳) میر عبد الواحد بلگرامی مؤلف سبع سنابل (۹۱۵ھ-۱۰۱۷ھ)

صدی دوازدہم

(۱) سلطان اورنگ زیب عالمگیر باشاہ ہند (۱۰۲۸ھ-۱۱۱۷ھ)

(۲) حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی (م ۱۱۲۳ھ)

(۳) شیخ غلام نقشبند لکھنوی (م ۱۱۲۶ھ)

(۴) صدر الصدور فی السلطنۃ المغلیۃ علامہ محبّ اللہ بہاری الملقب بفاضل خاں (م ۱۱۱۹ھ)

(۵) امام عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی دمشقی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ)

صدی سیزدھم

(۱)علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ)

صدی چھاردھم

(۱)اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)

(ماخوذ از تحفۃ المھتدین باخبار المجددین للسیوطی الشافعی-مرقاۃ المفاتیح للقاری ج ۱ ص ۲۴۷ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ج ۱ ص ۱۴ ج ۲ ص ۳۵۸-حیات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۱۰۷ تا ۱۱۶ -امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف - سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۳۰ - خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج ۲ ص ۳۳۰ تا ۳۳۳-عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۹ ص ۱۳۴۶ -جامع الاصول ج ۱۱ ص ۳۱۹-طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی ج ۱ ص ۲۰۰)

ملک العلما قدس سرہ العزیز نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' (ج ۲ ص ۱۰۷) میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) کے رسالہ {الفوائد البھیۃ فی من یبعثہ اللہ لہذہ الامۃ}،امام سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کے رسالہ {التنبئۃ بمن یبعثہ اللہ علیٰ رأس کل مأۃ سنۃ} ودیگر کتب ورسائل سے اخذ فرما کر چودھویں صدی ہجری تک کے مجددین کی فہرست تیار فرمائی ہے۔ملک ہند میں مجددین کی یہی فہرست رائج ہے۔اسی بحث میں ملک العلما نے امام اہل سنت ،اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجدد ہونے کی علامتوں اور نشانیوں کو تحریر فرمایا ہے۔

تعیین مجددین میں افراط وتفریط

عہد ماقبل میں مجددین کی فہرست کے مرتبین اکثر شوافع علما ہوئے۔بعض علمائے شوافع نے غیر شافعی علما کو بھی مجددین میں شمار کیا ہے،بعض نے فہرست مجددین میں غیر شافعی علما کا تذکرہ نہیں کیا،بعض نے صراحت کردی کہ مجدد صرف شوافع میں ہوں گے۔متعدد حنفی، مالکی اور حنبلی علما وفقہا مجددانہ اوصاف وشرائط سے مزین وآراستہ تھے،جن کے نام فہرست مجددین میں شامل نہ ہوسکے، یہاں تک کہ امام اہل سنت ،امام ابومنصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ) کا بھی ذکر اکثر کتب

شوافع میں نظر نہیں آتا۔قرون ماضیہ کے علمائے اسلام کے کارناموں اور وجود شرائط کی روشنی میں جدید فہرست مرتب کرنی ہوگی۔بعض لوگوں نے مبتدعین وضالین کو بھی مجددین میں شمار کیا،بعض نے درمیان صدی کے علما کو بھی مجدد تسلیم کیا،حالانکہ یہ سب شرائط کے دائرہ سے خارج ہیں۔

(۱)امام مناوی ومحمد امین محبی نے لکھا﴿قَالَ فِیْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ:قَدْ تَکَلَّمُوْا فِیْ تَاوِیْلِ هٰذَا الْحَدِیْث،وَکُلٌّ اَشَارَ اِلَی الْقَائِمِ الَّذِیْ هُوَمِنْ مَذْهَبِهٖ وَحَمَلُوْا الْحَدِیْثَ عَلَیْهِ﴾(فیض القدیر ج۱ص۱۴-خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج۲ص۳۴۳)

﴿ت﴾ جامع الاصول میں فرمایا:علما نے اس حدیث کی تاویل میں کلام کیا،اور ہر ایک نے اس عالم کی طرف اشارہ کیا جو عالم اس کے مذہب کا ہو،اور حدیث کو اس پر محمول کیا۔

(۲)اس کے بعد امام مناوی نے صدی اول سے صدی چہارم تک مختلف طبقات سے مجددین شمار کرائے،اور فرمایا کہ قرون مابعد میں اسی ترتیب سے پیش قدمی ہو۔

امام مناوی نے چوتھی صدی سے متعلق لکھا﴿وفی الرابعة من اولی الامر القادر باللّٰہ-و من الفقهاء الاسفرائینی الشافعی والخوارزمی الحنفی وعبد الوهاب المالکی والحسین الحنبلی ومن المتکلمین الباقلانی وابن فورک ومن المحدثین الحاکم ومن الزهاد الثوری-وهکذا یقال فی بقیة القرون﴾

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۱ص۱۵)

﴿ت﴾ چوتھی صدی میں امرا میں سے قادر باللہ،فقہا میں سے اسفرئینی شافعی،خوارزمی حنفی،عبد الوہاب مالکی اور حسین حنبلی،متکلمین میں سے قاضی باقلانی اور ابن فورک،محدثین میں سے حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری اور زاہدین میں سے ثوری،اور اسی طرح باقی صدیوں میں کہا جائے۔

(۳)امام ابوالسعادات مجدالدین مبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم شیبانی الشہیر بابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے جامع الاصول (ج۱۱ص۳۱۹) میں صدی پنجم تک مختلف طبقات سے مجددین کے اسما تحریر فرمائے ہیں۔

(۴)ابن اثیر جزری شافعی نے رقم فرمایا﴿من یجدد لها دینها-قد تکلم العلماء فی

تاويل هذا الحديث كل واحد فى زمانه واشاروا الى القائم الذى يجدد للناس علىٰ رأس كل مأة سنة ،كأن كل قائل قد مال الىٰ مذهبه وحمل تاويل الحديث عليه،والاولىٰ ان يحمل الحديث على العموم—فان قوله صلى اللّٰه عليه وسلم"ان اللّٰه يبعث لهذه الامة علىٰ رأس كل مأة سنة من يجدد لها دينها"ولا يلزم منه ان يكون المبعوث علىٰ رأس المأة رجلًا واحدًا—وانما قد يكون واحدًا وقد يكون اكثر منه—فان لفظ"من"تقع على الواحد والجمع و كذلك لا يلزم منه ان يكون اراد بالمبعوث الفقهاء خاصة،كما ذهب اليه بعض العلماء—فان انتفاع الامة بالفقهاء وان كان نفعًا عاما فى امور الدين—فان انتفاعهم بغيرهم ايضًا كثير مثل اولى الامرواصحاب الحديث والقراء و الوعاظ واصحاب الطبقات من الزهاد—فان كل قوم ينفعون بفن لا ينفع به الاٰخر—اذ الاصل فى حفظ الدين حفظ قانون السياسة وبث العدل والتناصف الذى به تحقن الدماء—ويتمكن من اقامة قوانين الشرع—وهذا وظيفة اولى الامر،وكذلك اصحاب الحديث ينفعون بضبط الاحاديث التى هى ادلة الشرع،والقراء ينفعون بحفظ القرائات وضبط الروايات،والزهاد ينفعون بالمواعظ والحث علىٰ لزوم التقوىٰ والزهد فى الدنيا—فكل واحد ينفع بغير ما ينفع به الاٰخر—لكن الذى ينبغى ان يكون المبعوث علىٰ رأس المائة رجلًا مشهورًا معروفًا مشارًا اليه فى كل فن من هذه الفنون—فاذا حمل تاويل الحديث علىٰ هذا الوجه كان اولىٰ وابعد من التهمة واشبه بالحكمة﴾

(جامع الاصول فی احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ج۱۱ص۳۱۹)

﴿ت﴾ علما میں سے ہر ایک نے اپنے زمانے میں اس حدیث کی تاویل وتشریح میں کلام کیا اور اس عالم کی طرف اشارہ کیا جو ہر صدی کے اخیر میں لوگوں کے دین کی تجدید کرے،گویا کہ ہر قائل اپنے مذہب کی طرف مائل ہوا،اور حدیث کو اس پر محمول کیا،اور بہتر ہے کہ حدیث کو عموم پر محمول

کیا جائے، اس لیے کہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ''ان اللہ یبعث'' ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر صدی کے اخیر میں ایک ہی شخص مبعوث ہو، اور مبعوث کبھی ایک ہوگا اور کبھی زیادہ ہوگا، اس لیے کہ لفظ ''مَنْ'' واحد اور جمع پر بولا جاتا ہے، اور اسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ مجدد مبعوث سے خاص کر فقہا مراد ہوں، جیسا کہ اس طرف بعض علما گئے ہیں، اس لیے کہ امت کا نفع فقہا سے گرچہ امور دینیہ میں عام ہے، پس امت کا فائدہ فقہا کے علاوہ میں بھی زیادہ ہے، جیسے حکام و امرا، محدثین، قرا، واعظین اور اصحاب طبقات عابدین و زاہدین، اس لیے کہ ہر طبقہ ایسے فن سے فائدہ پہونچاتا ہے جس سے دوسرا فائدہ نہیں پہونچاتا، اس لیے کہ دین کی حفاظت میں اصل قانون سیاست وحکومت کی حفاظت اور عدل اور باہمی انصاف کا شیوع ہے جس سے جانوں کی حفاظت ہوتی ہے، اور شریعت کے قوانین کا قیام ممکن ہوتا ہے، اور یہ امرا و حکام کا منصب ہے، اور اسی طرح محدثین ضبط احادیث کا فائدہ دیتے ہیں جو شریعت کے دلائل ہیں اور قرا قرأتوں کی حفاظت اور روایات قرأت کے ضبط وحفظ کا نفع دیتے ہیں اور زاہدین وعظ کے ذریعہ اور تقویٰ اختیار کرنے اور دنیاوی امور میں زہد اختیار کرنے پر قوم کو آمادہ کرنے کا افادہ کرتے ہیں، لیکن ضروری ہے کہ جو صدی کے اخیر میں مبعوث ہو، وہ مشہور و معروف شخص اور ان فنون میں سے ہر فن میں مرجع ہو (یعنی اپنے مخصوص فن میں بہ نسبت دیگراں ماہر ہو) پس جب حدیث کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے تو بہت بہتر، تہمت (عصبیت سے متہم ہونے) سے بعید تر، اور حکمت کے زیادہ موافق ہوگا۔

(۵)﴿فَالْاَحْسَنُ وَالْاَجْدَرُ اَنْ یَکُوْنَ ذٰلِکَ اِشَارَۃٌ اِلٰی حُدُوْثِ جَمَاعَۃٍ مِنَ الْاَکَابِرِیْنَ الْمَشْھُوْرِیْنَ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِاَۃِ سَنَۃٍ یُجَدِّدُوْنَ لِلنَّاسِ دِیْنَھُمْ وَ یَحْفَظُوْنَ مَذَاھِبَھُمُ الَّتِیْ قَلَّدُوْا فِیْھَا مُجْتَھِدِیْھِمْ وَاَئِمَّتِھِمْ﴾

(جامع الاصول فی احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ج۱۱ص ۳۱۹)

〈ت〉 پس عمدہ اور مناسب ہے کہ اس حدیث میں ہر صدی کے اخیر میں مشہور اکابرین کی جماعت کے وجود کی طرف اشارہ ہو، جو لوگوں کے لیے ان کے دین کی تجدید کریں، اور ان کے

مذاہب کی حفاظت کریں جن مذاہب میں انہوں نے اپنے مجتہدین اورائمہ کی تقلید کی۔

کیا صرف شافعی علما مجدد ہوں گے؟

(۱) شیخ محمدامین بن فضل اللہ دمشقی محبی (۱۰۶۱ھ-۱۱۱۱ھ) نے تحریرفرمایا:﴿قَالَ الشَّیْخُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِیَادٍ:وَھُنَا دَقِیْقَةٌ نَبَّہَ عَلَیْھَا تَاجُ السُّبْکِیُّ عَلٰی رِوَایَةِ”رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ“وَھِیَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِوَالشَّافِعِیَّ قَرْشِیَّانِ تَصْدقُ عَلَیْھِمَا الرِّوَایَةُ الْمَذْکُوْرَةُ وَبِذٰلِکَ یَتَعَیَّنُ عِنْدِیْ اَنْ یَکُوْنَ الْمُجَدِّدُ بَعْدَ الشَّافِعِیِّ شَافِعِیَّ الْمَذْھَبِ،فَاِنَّہٗ ھُوَالَّذِیْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِ النَّبِیِّصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ-قَالَ بَعْضُھُمْ: وَالظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِکَوْنِہٖ مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ بِالنَّسَبِ الْمُعْتَوٰی کَمَا وَرَدَ فِی الْخَبَرِ ”سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ“﴾ (خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشرج۲ص۳۳۳)

﴿ت﴾ شیخ عبدالرحمٰن بن زیاد نے کہا کہ یہاں ایک دقیق نکتہ ہے،جس پر امام تاج الدین سبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے آگاہ کیا”رجل من اہل بیتی“ کی روایت پر کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اورامام شافعی قرشی ہیں۔ان دونوں پرروایت مذکورہ صادق آتی ہے،اوراسی سے متعین ہوجاتا ہے کہ امام شافعی کے بعدمجدد شافعی المذہب ہوگا،اس لیے کہ وہی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں اوربعض علمانے فرمایا کہ اہل بیت ہونے سے”نسب معتویٰ“ مراد ہے،جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا کہ سلمان فارسی ہمارے اہل بیت سے ہیں۔

توضیح: مذکورہ بالا اقتباس سے علمائے شوافع کا نظریہ ظاہر ہوگیا کہ مجدد صرف شافعی علما ہی ہو سکتے ہیں،لیکن مابعد کے بعض اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تجدید سے مراد،فقہی تجدید ہے،اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فقہ شافعی کی تجدید کاری کوئی شافعی فقیہ ہی کرسکتا ہے۔اگر علمائے شوافع کی یہی مراد ہے تو ہمارے اقوال کوساقط تسلیم کیا جائے،اوراگرتجدید مطلق مراد ہےتو شافعی محققین پر سوالات قائم رہیں گے۔ملاعلی قاری حنفی نے بھی یہی اعتراض کیا ہے،جیسا کہ آتا ہے۔

(۲) امام تاج الدین سبکی شافعی نے تحریرفرمایا:﴿عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنه عن رسول

اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال"یبعث اللّٰہ لھذہ الامۃ علٰی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا"وفی لفظ اٰخر"فی رأس کل مأۃ سنۃ رجلًا من اھل بیتی یجدد لھم امر دینھم"ذکرہ الامام احمد بن حنبل رضی اللّٰہ عنہ وقال عقیبہ- نظرت فی سنۃ مأۃ فاذا ھو رجل من اٰل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عمر بن عبد العزیز،ونظرت فی رأس المأۃ الثانیۃ فاذا ھو رجل من اٰل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم محمد بن ادریس الشافعی-قلت:وھذا ثابت عن الامام احمد سقی اللّٰہ عھدہ.

ومن کلامہ اذا سُئِلْتُ عن مسألۃ لا اعلم فیھا خبرًا قلت فیھا-یقول الشافعی لانہ عالم قریش وذکر الحدیث وتأولہ علیہ کما قلناہ-ولاجل ما فی ھذہ الروایۃ الثانیۃ من الزیادۃ لا استطیع ان اتکلم فی المئین بعد الثانیۃ فانہ لم یذکرفیھا احد من اھل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم-ولکن ھھنا دقیقۃ ننبھک علیھا-فنقول:لما لم نجد بعد المأۃ الثانیۃ من اھل البیت من ھو بھذہ المثابۃ، ووجدنا جمیع من قیل انہ المبعوث فی رأس کل مائۃ ممن تمذھب بمذھب الشافعی وانقاد لقولہ،علمنا انہ الامام المبعوث الذی استقر امرالناس علٰی قولہ،وبعث بعدہ فی رأس کل مأۃ من یقرر مذھبہ -وبھذ ا تعین عندی تقدیم ابن سریج فی الثالثۃ علی الاشعری-فان ابا الحسن الاشعری رضی اللّٰہ عنہ وان کان ایضًا شافعی المذھب الا انہ رجل متکلم،کان قیامہ للذب عن اصول العقائد دون فروعھا-وکان ابن سریج رجلًا فقیھًا وقیامہ للذب عن فروع ھذا المذھب الذی ذکرنا ان الحال استقر علیہ-فکان ابن سریج اولٰی بھذہ المنزلۃ لاسیما وفاۃ الاشعری تأخرت عن رأس القرن الی العشرین﴾

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۱ص۱۹۹،۲۰۰)

﴿ت﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی

کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے اخیر میں ایسے کو مبعوث فرمائے گا جو اس امت کے لیے اس کے دین کی تجدید فرمائے گا، اور دوسرے لفظ میں ہے۔''ہر صدی کے اخیر میں میرے اہل بیت میں سے ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو امت کے لیے ان کے دینی امر کی تجدید کرے گا''۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کے بعد فرمایا: میں نے پہلی صدی میں غور کیا تو آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص عمر بن عبدالعزیز ہیں، اور دوسری صدی کے اخیر میں غور کیا تو آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے ایک شخص محمد بن ادریس شافعی ہیں۔ امام سبکی نے فرمایا: یہ قول امام احمد بن حنبل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حال کو خوشگوار فرمائے، اور انہیں کے کلام میں سے ہے کہ جب مجھ سے ایسے مسئلہ کے بارے میں سوال ہوا، جس کے بارے میں مجھے کسی حدیث کی اطلاع نہیں تو میں کہتا ہوں کہ امام شافعی ایسا فرماتے ہیں، کیونکہ وہ قریش کے عالم ہیں اور حدیث (حدیث عالم قریش) کو ذکر کیا اور اس کو امام شافعی پر محمول کیا، جیسا کہ میں نے بیان کیا اور اسی وجہ سے جو اس دوسری روایت میں زیادتی ہے، (یعنی مجدد کے اہل بیت ہونے کی شرط) میں دوسری صدی کے بعد کی صدیوں میں کلام نہیں کر سکتا، کیونکہ ان صدیوں میں اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کسی کا (مجدد کی حیثیت سے) ذکر نہیں کیا گیا۔

لیکن یہاں ایک دقیق نکتہ ہے، جس پر ہم تجھے آگاہ کرتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے دوسری صدی ہجری کے بعد اہل بیت میں سے کسی کو اس منزل میں نہ پایا اور وہ تمام جن کے بارے میں ہر صدی کے اخیر میں مجدد کہا گیا، ہم نے ان تمام کو پایا کہ وہ شافعی مذہب اختیار کیے ہوئے ہیں اور امام شافعی کے قول کے متبع ہیں تو ہم نے جان لیا کہ امام شافعی وہ امام مبعوث و مجدد ہیں جن کے مذہب پر لوگوں کا معاملہ مستقر ہو گیا اور امام شافعی کے بعد ہر صدی کے اخیر میں وہ مجدد بنایا گیا جو ان کے مذہب کو ثابت کرے، اور اسی سے میرے نزدیک تیسری صدی ہجری میں امام اشعری پر ابن سریج کو مقدم کرنا متعین ہو گیا، اس لیے کہ امام اشعری علم کلام

والے عالم ہیں، گرچہ وہ بھی شافعی ہیں۔امام اشعری کا قیام اصول عقائد سے دفاع کے لیے تھا، نہ کہ فروع فقہیہ کے لیے، اور ابن سریج فقیہ تھے، اور ان کا قیام مذہب شافعی کے فروع سے (مفاسد کے) دفاع کے لیے تھا، جس کے بارے میں ہم نے ذکر کیا کہ فقہی معاملہ اس مذہب شافعی پر مستقر ہو گیا، پس ابن سریج اس درجہ تجدید کے زیادہ لائق ہیں، خاص کر امام اشعری کی وفات صدی کے اخیر سے بیس سال مؤخر ہوئی۔

(۳) تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے فرمایا:﴿وَعِنْدِیْ اَنَّہٗ لَایبعدُ اَنْ یَکُوْنَ کُلٌّ مِنْھُمَا مَبْعُوْثًا-ھٰذَا فِیْ فُرُوْعِ الدِّیْنِ وَھٰذَا فِیْ اُصُوْلِہٖ-وَکِلَا ھُمَا شَافِعِیُّ الْمَذْھَبِ-وَالْاَرْجَحُ اِنْ کَانَ اَمْرٌمُنْحَصِرًا فِیْ وَاحِدٍ اَنْ یَکُوْنَ ھُوَابْنُ سُرَیْجٍ-وَ الْمِائَۃُ الرَّابِعَۃُ فَقَدْ قِیْلَ اِنَّ الشَّیْخَ اَبَاحَامِدٍ الْاِسْفَرَائِیْنِیَّ ھُوَ الْمَبْعُوْثُ فِیْھَا-وَ قِیْلَ بَلِ الْاُسْتَاذُ سَھْلُ بْنُ اَبِیْ سَھْلٍ الصَّعْلُوْکِیُّ-وَکِلَا ھُمَا مِنْ اَئِمَّۃِ الشَّافِعِیَّۃِ وَعُظَمَاءُ الرَّاسِخِیْنَ﴾ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۲۰۱)

〈ت〉 میرے نزدیک بعید نہیں کہ وہ دونوں (ابن سریج وامام اشعری) مبعوث ومجدد ہوں۔ابن سریج فروع دین میں اور امام اشعری اصول دین میں مجدد ہوں، اور دونوں شافعی المذہب ہیں، اور اگر امر تجدید ایک میں منحصر ہو تو ابن سریج کا مجدد ہونا راجح ہے، اور چوتھی صدی میں ایک قول ہے کہ شیخ ابو حامد اسفرائینی مجدد ہیں اور ایک قول ہے کہ استاذ سہل بن ابی سہل صعلوکی مجدد ہیں، اور وہ دونوں ائمہ شوافع وعظیم ماہرین علما میں سے ہیں۔

(۴) ملا علی قاری حنفی نے تحریر فرمایا:﴿وَاَغْرَبَ اِبْنُ حَجَرٍ وَحَمَلَ الْمُجَدِّدِیْنَ مَحْصُوْرِیْنَ عَلَی الْفُقَھَاءِ الشَّافِعِیَّۃِ وَخَتَمَھُمْ بِشَیْخِہِ الشَّیْخِ زَکَرِیَّا مَعَ اَنَّہٗ غَیْرُمَعْرُوْفٍ بِتَجْدِیْدِ فَنٍّ مِنَ الْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ﴾ (مرقاۃ المفاتیح ج ا ص ۲۴۷)

〈ت〉 علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے ایک نیا کام کیا کہ مجددین کو فقہائے شافعیہ میں منحصر کر دیا، اور اپنے شیخ زکریا انصاری (۸۲۳ھ-۹۲۶ھ) پر ذکر مجددین کو ختم فرما دیا، حالانکہ شیخ زکریا علوم اسلامیہ میں سے کسی علم کی تجدید میں مشہور نہیں۔

توضیح: محررہ بالا اقتباسات سے امام سبکی شافعی وعلامہ ابن حجر ہیتمی شافعی کا نظریہ ظاہر ہوگیا کہ صرف شافعی المسلک فقہا ہی مجدد ہوں گے۔امام اشعری گرچہ شافعی المسلک ہیں، مگران کا اشتغال فقہ سے نہیں، بلکہ علم عقائد سے ہے، اس لیے ان پر بھی قدغن لگ گیا۔جو عقائد کی اصلاح کرے، وہ بھی مجدد نہیں، تعجب ہے۔عقائد ہی تو مدار دین ہیں، پھر بھی شافعی المسلک ہونے کی وجہ سے امام اشعری کے لیے امکان موجود ہے، لیکن امام ماتریدی کا مجدد ہونا تو حنفی المسلک ہونے کی وجہ سے ممتنع بالغیر ہے۔

علمائے شوافع کی بہت سی تاریخوں میں امام ابو منصور ماتریدی کا تذکرہ بھی نہ کیا گیا۔ملا علی قاری نے شیخ الاسلام زکریا انصاری کو مجددین میں شمار کرنے پر تشویش ظاہر کی، حالانکہ علما نے انہیں مجددین میں شمار فرمایا ہے۔ملا علی قاری کا یہ قول کہ وہ کسی فن کی تجدید میں مشہور نہیں، نا قابل التفات ہے، کیونکہ مجدد کسی فن کی تجدید نہیں، بلکہ احیائے سنت ورد بدعت کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔تشریحات ائمہ ماقبل میں مرقوم ہیں۔

امام سبکی کا قول کہ امت مسلمہ کا فقہی امر امام شافعی کے مسلک پر مستقر ہوگیا، یہ نکتہ فہم سے بالاتر ہے۔امت مسلمہ ائمہ اربعہ کے فقہی مسالک پر مجتمع ہیں، نہ کہ محض شافعی فقہ پر۔امام شافعی کے وجود سے قبل مذہب حنفی مسلک متبوع بن چکا تھا اور امام ابو یوسف (۱۱۳ھ-۱۸۲ھ) کے قاضی القضاۃ کے عہدہ سے سرفراز ہونے کے بعد مذہب حنفی خلافت عباسیہ کا سرکاری مذہب بن گیا، جبکہ امام شافعی ابھی عنفوان شباب ہی میں تھے۔اسی طرح مسلک مالکی بھی مسلک شافعی سے مقدم ہے۔امام مالک (۹۳ھ-۱۷۹ھ) امام شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) کے استاذ ہیں۔امام شافعی کے بعد امام احمد بن محمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کا مذہب بھی جاری ہوا۔امام حنبل کے بعد امت مسلمہ کا فقہی مسلک ان چاروں ائمہ کے فقہی مذاہب پر مستقر ہوگیا۔

حدیث مستدل بہ سے اگر حقیقی اہل بیت مراد ہو تو غیر اہل بیت فقہائے شوافع، مجددین میں داخل نہ ہوسکیں گے، اور اگر اہل بیت سے مجازی معنیٰ یعنی امت محمدیہ مراد لے کر فقہائے شوافع کو داخل تسلیم کیا جائے تو فقہائے احناف، فقہائے مالکیہ وفقہائے حنابلہ بھی امت نبوی میں

داخل ہیں، مجددین کے زمرہ میں ان کی شمولیت سے کون سا امر مانع ہوا؟

نیز امام سبکی لفظ حدیث ’’یبعث لہٰذہ الامۃ‘‘ میں بعثت سے موت مراد لیتے ہیں، جیسا کہ امام سبکی کے اقتباس اول سے ظاہر و باہر ہے، مزید ایک عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

بعثت سے موت مراد لینا

﴿وَالسَّادِسُ الْاِمَامُ فَخْرُالدِّیْنِ الرَّازِیُّ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ الْاِمَامُ الرَّافِعِیُّ اِلَّا اَنَّ وَفَاتَہٗ تَأَخَّرَتْ اِلٰی بَعْدِ الْعِشْرِیْنِ وَسِتِّ مِائَۃٍ کَمَا تَأَخَّرَتْ وَفَاۃُ الْاَشْعَرِیِّ–وَمِنَ الْعَجَبِ مَوْتُ اِبْنِ سُرَیْجٍ سَنَۃَ سِتٍّ وَثَلٰثِ مِائَۃٍ وَالْاِخْتِلَافُ فِیْہِ وَفِی الْاَشْعَرِیِّ وَمَوْتُ الْاَشْعَرِیِّ بَعْدَ الْعِشْرِیْنِ وَکَذٰلِکَ مَوْتُ الْاِمَامِ فَخْرِالدِّیْنِ بْنِ الْخَطِیْبِ سَنَۃَ سِتٍّ وَّسِتِّ مِأَۃٍ–وَالنَّظْرُفِیْہِ وَ فِی الرَّافِعِیِّ وَتَأَخَّرَتْ وَفَاتُہٗ ھٰکَذَا﴾

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۲)

〈ت〉 چھٹی صدی ہجری کے (مجدد) امام فخر الدین رازی شافعی ہیں اور امام رافعی کبیر ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد قزوینی شافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) کے مجدد ہونے کا احتمال ہے، مگر ان کی وفات چھ سو بیس کے بعد تک مؤخر ہوئی، جیسا کہ امام اشعری کی وفات مؤخر ہوئی، اور تعجب ہے کہ ابن سریج کی وفات ۳۰۶ھ میں ہوئی، اور ان میں اور امام اشعری میں اختلاف ہے، اور امام اشعری کی وفات بیس سال بعد (۳۲۴ھ میں) ہوئی، اور اسی طرح امام فخر الدین رازی کی وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی، اور اختلاف امام رازی اور امام رافعی (کے مجدد ہونے) میں ہے، اور امام رافعی کی وفات اسی طرح (بیس سال بعد ۶۲۳ھ میں) ہوئی۔

توضیح: بعثت سے کارناموں کا ظہور تام مراد ہے، جیسا کہ ماقبل میں امام مناوی کی صراحت اور بعثت سے موت مراد لینے والوں کا رد نقل کیا گیا۔ مذکورہ بالا عبارت میں امام سبکی نے مجددین کے تعین کے لیے موت کو معیار قرار دیا ہے۔ امام سبکی بعثت سے موت اور رأس القرن سے صدی کا ابتدائی حصہ مراد لیتے ہیں، اسی لیے امام رافعی اور امام اشعری کے مجدد ہونے میں تردد کا اظہار

فرما رہے ہیں، کیونکہ ان دونوں کی وفات ابتدائی صدی میں نہ ہوئی، بلکہ بیس سال بعد ہوئی۔

الحاصل حدیث مجددین کی تشریح میں بعض علمائے شوافع، جمہور علما کے برخلاف ہیں اور ایسے مباحث میں جمہور علما کا قول قابل تسلیم ہوتا ہے، نہ کہ اقوال شاذہ، پس حدیث مجددین اپنے عموم پر باقی رہے گی، اور اہل سنت و جماعت کے چاروں طبقات یعنی حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی میں سے کسی طبقہ میں بھی مجدد کا ظہور ہوسکتا ہے، اور خاص کر کسی فقہ کی تجدید کے لیے بعثت مجددین کا کوئی ذکر احادیث طیبہ میں نہیں ملتا، بلکہ فقہ کی موجودہ صورتیں عہد رسالت کے بعد وجود میں آئیں۔

عالم قریش

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَسُبُّوْا قُرَیْشًا فَاِنَّ عَالِمَهَا یَمْلَأُ الْاَرْضَ عِلْمًا–الحدیث﴾ (تاریخ بغداد ج۲ص۶۰ -سیر اعلام النبلاج ۱۰ص۸۲–معرفۃ الآثاروالسنن ج اص۲۰۶–حلیۃ الاولیاء ج۹ص۶۵)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریش کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ قبیلہ قریش کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا۔

نسب معنوی کیا ہے؟

نسب معنوی سے مراد وہ نسب ہے جو حقیقی نہ ہو، لیکن کسی نسبت کی وجہ سے کسی کا شمار کسی قبیلہ یا خاندان میں کر دیا جائے۔ اہل عرب کے غلاموں کا شمار بھی ان کے آقاؤں کے قبائل میں ہوتا ہے۔ صدقات واجبہ کے باب میں غلام کا بھی وہی حکم ہے، جو آقا کا ہے۔ بنی ہاشم کے موالی کو صدقات واجبہ دینا جائز نہیں، جیسا کہ بنی ہاشم کے لیے صدقات واجبہ جائز نہیں۔

(۱) حدیث نبوی ہے﴿مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (صحیح البخاری، سنن ابی داؤد، مسند احمد بن حنبل، شرح معانی الآثار، السنن الکبریٰ للبیہقی، المعجم الکبیر للطبرانی)

﴿ت﴾ قوم کا غلام اسی قوم سے ہے۔ (اسی قوم کا ایک فرد ہے)

(۲) حضو اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿سَلْمَانُ مِنَّا اَھلَ الْبَیْتِ﴾
(المستدرک للحاکم ج۳ص ۶۹۱ - المعجم الکبیر للطبرانی ج۲ص ۱۰ - دلائل النبوۃ للبیہقی ج۳ص ۴۰۰)

﴿ت﴾ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔

مجدد کا تعین بطریق ظن

(۱) شیخ محمد امین بن فضل اللہ دمشقی محبی (۱۰۶۱ھ-۱۱۱۱ھ) نے تحریر فرمایا۔

﴿قَالَ الْحَافِظُ زَیْنُ الدِّیْنِ الْعِرَاقِیُّ فِیْ اَوَّلِ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْاِحْیَاءِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْغَزَالِیِّ بَعْدَ اَنْ ذَکَرَ نَحْوَمَا مَرَّ- وَاِنَّمَا قُلْتُ مِنْ تَعْیِیْنِ مَنْ ذَکَرْتُ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِاَۃِ سَنَۃٍ بِالظَّنِّ وَالظَّنُّ یُخْطِیءُ وَیُصِیْبُ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَنْ اَرَادَ نَبِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَلٰکِنْ لَمَّا جَزَمَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِی الْمِائَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ بِعُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَالشَّافِعِیِّ تَجَاسَرَ مَنْ بَعْدَہٗ بِاِبْنِ سُرَیْجٍ وَ الصَّعْلُوْکِیِّ- وَسَبَبُ الظَّنِّ فِیْ ذٰلِکَ شُھْرَۃُ مَنْ ذُکِرَ بِالْاِنْتِفَاعِ بِاَصْحَابِہٖ وَمُصَنَّفَاتِہٖ﴾

(خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج۲ص ۳۴۳)

﴿ت﴾ حافظ زین الدین عراقی شافعی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ) نے ''احیاء العلوم'' کی تخریج احادیث کے ابتدائی حصے میں امام غزالی کے تعارف میں مذکورہ بیان کے مثل ذکر کرنے کے بعد (یعنی تذکرۂ مجددین کے بعد) کہا کہ ہر صدی کے اخیر میں جن لوگوں کو متعینہ طور پر میں نے ذکر کیا، وہ میں نے ظن غالب سے کیا، اور ظن (کبھی) خطا کرتا ہے اور (کبھی) درستگی کو پاتا ہے، اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مراد لیا، لیکن جب امام احمد بن حنبل نے پہلی دو صدیوں میں خلیفہ عمر بن عبد العزیز اور امام شافعی پر جزم کیا تو ان کے مابعد والوں نے فقیہ ابن سریج شافعی اور ابو الطیب صعلوکی (کے بحیثیت مجدد تعین) پر ہمت کی، اور اس بارے میں ظن کا سبب اس کے تلامذہ اور تصانیف سے نفع پانے کا شہرہ ہو۔

(۲) ملک العلما علامہ سید ظفر الدین بہاری (۱۳۰۳ھ-۱۳۸۲ھ-۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) نے شیخ

الاسلام بدرالدین ابن اہدل حسین بن عبدالرحمٰن بن محمد حسینی شافعی یمنی (۷۸۹ھ-۸۵۵ھ) کے ''الرسالۃ المرضیۃ فی نصرۃ مذہب الاشعریۃ'' کے حوالے سے فرمایا۔

﴿اِعْلَمْ اَنَّ الْمُجَدِّدَ اِنَّمَا هُوَبِغَلَبَةِ الظَّنِّ مِمَّنْ عَاصَرَهٗ بِقَرَائِنِ اَحْوَالِهٖ وَالْاِنْتِفَاعِ بِعِلْمِهٖ وَلَايَكُوْنُ الْمُجَدِّدُ اِلَّاعَالِمًا بِالْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ نَاصِرًا لِلسُّنَّةِ قَامِعًا لِلْبِدْعَةِ﴾ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ص ۲۹۶-امام احمد رضا اکیڈمی بریلی)

﴿ت﴾ مجدد (کا تعین) مجدد کے معاصرین کے غلبہ ظن سے ہوگا، (یہ غلبہ ظن) احوال کے قرائن اور اس کے علم کے نفع بخش ہونے کے اعتبار سے (ہوگا)، اور مجدد وہی ہوگا جو علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم و عارف، سنت کا مددگار اور بدعت کا اکھاڑنے والا ہو۔

ابن اثیر کی فہرست مجددین

امام ابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے پانچویں صدی ہجری تک کے مجددین کے اسما تحریر فرمائے۔ ابن اثیر کے حوالے سے امام مناوی شافعی نے فیض القدیر (ج ا ص ۱۵) میں چوتھی صدی تک کے مجددین کے اسما نقل فرمایا۔ ابن اثیر نے ان حضرات کے اسمائے گرامی بھی لکھا، جنہیں مجدد کے لقب سے ملقب نہ کیا گیا تھا، لیکن مجدد کی تشریح ان پر صادق آتی تھی۔ امام جزری نے فقہائے اربعہ میں سے ہر ایک کے مقلدین کو مجددین میں شمار کیا۔ ابن اثیر جزری کی فہرست درج ذیل ہے۔ انہوں پانچ صدیوں تک کے مجددین کے نام لکھے۔

صدی اول

(۱) سلطان اسلام: خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (۶۱ھ- رجب ۱۰۱ھ)

فقہائے مدینہ منورہ: (۲) امام محمد باقر بن علی زین العابدین (۵۷ھ-۱۱۴ھ)

(۳) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۳۷ھ-۱۰۷ھ)

(۴) سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق (م ۱۰۶ھ)

فقہائے مکہ معظّمہ: (۵) مجاہد بن جبر (۲۱ھ-۱۰۴ھ)

(۶) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (م۱۰۵ھ)

(۷) عطا بن ابی رباح (م۱۱۴ھ)

فقہائے یمن: (۸) طاؤس بن کیسان (م۱۰۶ھ)

ملک شام: (۹) مکحول شامی (م۱۱۲ھ)

فقہائے کوفہ: (۱۰) عامر بن شراحیل شعبی (م۱۰۵ھ)

فقہائے بصرہ: (۱۱) حسن بصری (م۲۱ھ-۱۱۰ھ)

(۱۲) امام محمد بن سیرین (۳۳ھ-۱۱۰ھ)

قراء: (۱۳) عبداللہ بن کثیر مکی (۴۵ھ-۱۲۰ھ)

محدثین: (۱۴) محمد ابن شہاب زہری (۵۸ھ-۱۲۴ھ)

صدی دوم

(۱) سلطان اسلام: مامون رشید (۱۷۰ھ-۲۱۸ھ)

فقہاء: (۲) امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)

(۳) حسن بن زیاد لؤلؤ حنفی (م۲۰۴ھ)

(۴) اشہب بن عبدالعزیز مالکی (۱۴۵ھ-۲۰۴ھ)

(۴) امام علی رضا بن موسیٰ کاظم (۱۵۳ھ-۲۰۳ھ)

قراء: (۵) یعقوب حضرمی بصری (۱۱۷ھ-۲۰۵ھ)

محدثین: (۶) یحییٰ بن معین (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ)

زہاد: (۷) معروف کرخی (م۲۰۴ھ)

صدی سوم

(۱) سلطان اسلام: المقتدر باللہ (۲۸۲ھ-۳۲۰ھ)

فقہاء: (۲) ابوالعباس بن سریج شافعی (۲۴۹ھ-۳۰۶ھ)

(۳) ابوجعفر طحاوی حنفی (۲۳۸ھ-۳۲۱ھ)

(۴) ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون خلال حنبلی (م ۳۱۱ھ)

محدثین: (۵) ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی (۲۲۵ھ-۳۰۳ھ)

متکلمین: (۶) امام ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴)

قراء: (۷) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عباس بن مجاہد بغدادی (۲۴۵ھ-۳۲۴ھ)

فرقہ امامیہ: (۸) ابوجعفر محمد بن یعقوب رازی۔

صدی چہارم

(۱) سلطان اسلام: القادر باللہ (۳۳۶ھ-۴۲۲ھ)

فقہاء: (۲) ابوحامد احمد بن طاہر اسفرائینی شافعی (۳۴۴ھ-۴۰۶ھ)

(۳) ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی حنفی (م ۴۰۳ھ)

(۴) ابومحمد عبدالوہاب بن علی بن نصر مالکی (۳۶۲ھ-۴۲۲ھ)

(۵) ابوعبداللہ وراق: حسن بن حامد بن علی بن مروان بغدادی حنبلی (م ۴۰۳ھ)

متکلمین: (۶) قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی (۳۳۸ھ-۴۰۳ھ)

(۷) استاذ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک شافعی (م ۴۰۶ھ)

محدثین: (۸) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ)

(۹) حافظ عبدالغنی بن سعید مصری ازدی (۳۳۲ھ-۴۰۹ھ)

قراء: (۱۰) ابوالحسن علی بن احمد الحمامی بغدادی (۳۲۸ھ-۴۱۷ھ)

زہاد: (۱۱) ابوبکر محمد بن عبداللہ دینوری (م ۴۳۰ھ)

فرقہ امامیہ: (۱۲) مرتضیٰ موسوی اخوالرضی الشاعر۔

صدی پنجم

(۱) سلطان اسلام: المستظہر باللہ (۴۷۰ھ-۵۱۲ھ)

فقہاء: (۲) امام محمد بن محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)

(۳) قاضی فخر الدین محمد بن علی الارسابندی حنفی مروزی (م۵۱۲ھ)

(۴) ابوالحسن علی بن عبید اللہ زاغونی حنبلی (۴۵۵ھ-۵۲۷ھ)

قراء: (۵) ابوالعز محمد بن حسین بن بندار قلانسی عراقی (۴۳۵ھ-۵۲۱ھ)

محدثین: (۶) رزین بن معاویہ عبدری سرقسطی اندلسی (م۵۳۵ھ)

(جامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ ج ۱۱ص ۳۱۹-فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۱ص۱۵)

توضیح: ابن اثیر جزری شافعی نے چوتھی صدی کے مجددین میں ’ابوعبداللہ الحسین بن علی بن حامد: من اصحاب احمد‘‘ لکھا ہے، اس کی پیروی میں امام مناوی نے بھی ’’الحسین الحنبلی‘‘ تحریر فرمایا۔شاید’ جامع الاصول‘‘ میں کاتب سے خطا ہوئی۔یہ دراصل ابوعبداللہ وراق: حسن بن حامد بن علی بن مروان حنبلی بغدادی (م۴۰۳ھ) ہیں۔اسی طرح جامع الاصول میں ابوبکر محمد بن عبداللہ دینوری کو’ ابوبکر محمد بن علی الدینوری‘‘ لکھا گیا ہے۔یہ بھی سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔یہ دراصل’’ ابوبکر محمد بن عبداللہ دینوری (م۴۳۰ھ) ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم

اس فہرست میں امام ابن اثیر جزری نے مامون رشید کا نام بھی مجددین کی فہرست میں درج فرمایا، حالانکہ مامون رشید اپنی موت تک مذہب معتزلہ کی سرپرستی کرتا رہا، اور اسی مذہب پر اس کی موت ہوئی، اسی کے حکم سے امام احمد بن حنبل قید کیے گئے۔ ہماری کتاب ’دلیل الطالبین فی احوال المجتہدین‘‘ میں تفصیل ہے۔ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

ابن کثیر (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا ﴿قَدْ کَانَ اَوْصٰی اِلٰی اَخِیْهِ الْمُعْتَصِمِ وَ کُتِبَ وَصِیَّتُهٗ بِحَضْرَتِهٖ وَبِحَضْرَةِ اِبْنِهِ الْعَبَّاسِ وَجَمَاعَةِ الْقُضَاةِ وَالْاُمَرَاءِ وَالْوُزَرَاءِ وَالْکُتَّابِ-وَفِیْهَا الْقَوْلُ بِخَلْقِ الْقُرْاٰنِ وَلَمْ یَتُبْ مِنْ ذٰلِکَ، بَلْ مَاتَ عَلَیْهِ

وَانْقَطَعَ عَمَلُهٗ وَهُوَعَلٰی ذٰلِکَ وَلَمْ یَرْجِعْ عَنْهُ وَلَمْ یَتُبْ مِنْهُ—وَاَوْصٰی اَنْ یُکَبِّرَ عَلَیْهِ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْهِ خَمْسًا وَاَوْصَی الْمُعْتَصِمَ بِتَقْوَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالرِّفْقِ بِالرَّعِیَّةِ وَاَوْصَاهُ اَنْ یَعْتَقِدَ مَا کَانَ یَعْتَقِدُهٗ اَخُوْهُ الْمَامُوْنُ فِی الْقُرْاٰنِ وَاَنْ یَدْعُوا النَّاسَ اِلٰی ذٰلِکَ وَاَوْصَاهُ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاهِرٍ وَاَحْمَدَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ وَاَحْمَدَ بْنِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَقَالَ: شَاوِرْهُ فِیْ اُمُوْرِکَ وَلَاتُفَارِقْهُ﴿ (البدایۃ والنہایۃ ج۱۰ص۲۹۳)

﴿ت﴾ مامون نے اپنے بھائی معتصم کو (خلافت کی) وصیت کی، اور مامون کی موجودگی اور اس کے بیٹے عباس بن مامون اور قضات، امرا، وزرا اور کاتبوں کی جماعت کی موجودگی میں اس کی وصیت لکھی گئی، اور اس وصیت نامہ میں خلق قرآن کا قول تھا، اور مامون اس عقیدے سے توبہ نہیں کیا، بلکہ اسی عقیدے پر مرا، اور اس کا عمل (موت کی وجہ سے) منقطع ہو گیا اور وہ اسی عقیدہ پر تھا، اور نہ وہ اس سے رجوع کیا اور نہ اس سے توبہ کیا، اور وصیت کیا کہ جو اس کی نماز جنازہ پڑھائے، وہ پانچ تکبیر کہے، اور معتصم کو اللہ سے ڈرنے اور رعایا کے ساتھ نرمی اختیار کرنے کی وصیت کیا، اور اسے یہ وصیت کیا کہ قرآن کے بارے میں وہ وہی عقیدہ رکھے، جس عقیدے پر اس کا بھائی مامون تھا اور لوگوں کو اس (خلق قرآن کے قول) کی دعوت دے، اور معتصم کو عبداللہ بن طاہر، احمد بن ابراہیم اور قاضی احمد بن ابوداؤد کے بارے میں وصیت کیا اور کہا کہ اپنے امور کے بارے میں قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی (م۲۴۰ھ) سے مشورہ لیا کرنا اور اس کو جدا نہ کرنا۔

فرقہ امامیہ میں مجدد کیسے؟

امام ابن اثیر نے اپنی فہرست میں روافض کے فرقہ امامیہ کے دو افراد کا نام درج کیا۔ تیسری صدی ہجری میں فرقہ امامیہ کا مجدد ابوجعفر محمد بن یعقوب رازی اور چوتھی صدی ہجری میں فرقہ امامیہ کا مجدد مرتضیٰ موسوی کو قرار دیا۔ اہل باطل دین میں تخریب کاری کرتے ہیں، نہ کہ تجدید دین۔ حدیث نبوی میں مجدد سے مذہب اسلام کے طبقہ حق کا مجدد مراد ہے جو اہل

باطل کی بیخ کنی اور احیائے سنت کرے۔ بدعتوں کو پھیلانے والے مخرب ہیں نہ کہ مجدد۔ تجدید وتخریب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ چونکہ تخریب کبھی تجدید نہیں ہوسکتی، اس لیے کوئی اہل بدعت مجدد نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں شیعوں کا تذکرہ امام مناوی نے نہیں فرمایا، لیکن مامون رشید کا تذکرہ ان کے قلم سے بھی ہوگیا: عفی اللہ عنا ما صدر منّا من الزلۃ والخطا: آمین

☆☆☆☆☆

باب سوم

لفظ ''سواد اعظم'' کی تشریح

عرب کے وہابیہ اب اپنا حلیہ ذرا بدل کر خود کو سلفی کہنے لگے ہیں، اور وہ اپنے علاوہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک سمجھتے ہیں۔ چونکہ اہل سنت و جماعت کے مقابلے میں ان کی تعداد حد درجہ کم ہے، اس لیے انہوں نے اپنی مشہور عادت کے مطابق حدیث نبوی ''اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار'' کے مفہوم میں تحریف کرنے کے لیے نعیم بن حماد خزاعی مروزی مصری (م ۲۲۹ھ) کے قول کو اپنا مستدل بہ بنایا، حالانکہ ان کا قول ''علیٰ سبیل الفرض و علیٰ سبیل التقدیر و التمثیل'' تھا۔ سب سے پہلے ابن قیم نے اس کے مفہوم میں تحریف کی۔ ذیل میں نعیم بن حماد کے قول کی تشریح کی جاتی ہے۔

(۱) قول نعیم بن حماد

(۱) ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے لکھا ﴿قَالَ نَعِیْمُ بْنُ حَمَّادٍ: یَعْنِیْ اِذَا فَسَدَتِ الْجَمَاعَۃُ، فَعَلَیْکَ بِمَا کَانَتْ عَلَیْہِ الْجَمَاعَۃُ قَبْلَ اَنْ تَفْسُدَ، وَاِنْ کُنْتَ وَحْدَکَ، فَاِنَّکَ اَنْتَ الْجَمَاعَۃُ حِیْنَئِذٍ﴾ (اغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان ج ا ص ۷۰- سد الذرائع و تحریم الحیل ج ۲ ص ۳۱۴ - اعلام الموقعین ج ۳ ص ۳۹۷)

﴿ت﴾ نعیم بن حماد خزاعی مروزی مصری (م ۲۲۹ھ) نے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تشریح کرتے ہوئے) کہا کہ مراد ہے کہ جب جماعت میں فساد پیدا ہو جائے تو تم اسی طریقے پر رہو جس طریقے پر اہل جماعت فاسد ہونے سے پہلے تھے، اگرچہ تم تنہا رہو، اس لیے کہ تم ہی اس وقت جماعت ہو۔

(۲) خطیب بغدادی نے لکھا کہ حضرت ابراہیم نخعی تابعی (م ۹۵ھ) نے فرمایا۔

﴿اَلْجَمَاعَةُ هُوَ الْحَقُّ وَاِنْ كُنْتَ وَحْدَکَ﴾ (الفقیہ والمتفقہ ج۲ص۸۱)

〈ت〉 جماعت ''حق'' ہے، اگرچہ تم تنہا رہو۔

توضیح: اس قسم کے اقوال کا ماخذ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کی تحقیق وتدقیق سے اعتراضات دفع ہو جائیں گے۔ آئندہ صفحات میں مختلف عناوین کے تحت قول ابن مسعود کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۳) خطیب بغدادی شافعی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) نے لکھا۔

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنَّمَا الْجَمَاعَةُ مَا وَافَقَ الْحَقَّ وَاِنْ كُنْتَ وَحْدَکَ﴾ (الفقیہ والمتفقہ ج۲ص۸۱- دار ابن جوزی سعودیہ عربیہ)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جماعت وہ ہے جو حق کے موافق ہو، گرچہ تم تنہا رہو۔

(۳) امام ابوالقاسم لالکائی شافعی (م ۴۱۸ھ) نے ''اعتقاد اہل السنۃ'' (ج اص ۱۰۹) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اور نعیم بن حما (دم ۲۲۹ھ) کا قول نقل کیا ہے۔

توضیح: یہ تمام اقوال علیٰ سبیل التقدیر والفرض ہیں، یعنی بالفرض اگر کسی زمانے میں ایک ہی سنی ہوتو وہ خود کو اہل حق شمار کرے، اور خود کو ایک جماعت سمجھے، لیکن اس کا وقوع نہ کبھی ہوا، نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی ہوگا۔ ماقبل میں ثابت ہو چکا کہ اہل سنت وجماعت کا قلیل التعداد ہو جانا ممکن بالذات اور محال بالغیر ہے، جیسے کافر کی مغفرت ممکن بالذات اور محال بالغیر ہے۔

(۲) قول نعیم بن حماد کی تشریح

نعیم بن حماد کے قول کو گمراہ گروں نے ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا، جس کی وجہ سے حدیث نبوی میں وارد ہونے والے الفاظ ''سواد اعظم'' اور ''جماعت'' کا مقصد فوت ہونے لگا، اور غفلت شعاری کے سبب اہل علم اس جانب متوجہ نہ ہو سکے، لیکن اب چونکہ اہل سنت و جماعت میں یاسیت وقنوطیت اور ناامیدی کے جراثیم پیوست ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے

حقائق کی جلوہ نمائی ناگزیر ہوئی، تاکہ اہل سنت و جماعت حالات اصلیہ سے مطلع ہو سکیں۔اب اہل سنت و جماعت کا ایک طبقہ اس وہم میں مبتلا ہو چکا ہے کہ اہل سنت کی تعداد روز بروز کم ہوتی جارہی ہے، اور اغیار بڑھتے جارہے ہیں، حالانکہ یہ محض ایک فاسد خیال ہے۔قرآن وحدیث یا اقوال ائمہ کرام سے اس فکر باطل کو تائید نہیں ملتی۔

ہاں، یہ ہوسکتا ہے کہ کسی شہر یا کسی ملک میں اہل سنت کی تعداد کم ہو جائے، لیکن افراد شماری کا دائرہ کوئی شہر یا ملک نہیں ہے، بلکہ اس عہد میں موجود ساری دنیا کے مسلمانوں کے اعتبار سے کثرت وقلت مراد ہے، ورنہ ایک ہی مسلک کہیں حق اور بعینہ وہی مسلک کہیں باطل قرار پائے گا، اور غیروں کی جانب سے بھی غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں، جن سے عام مسلمان تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے، پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۳) حل و تطبیق

(۱) ''اتبعوا السواد الاعظم'' حدیث نبوی ہے، اور ''اَلْجَمَاعَةُ اَهْلُ الْحَقِّ وَاِنْ كُنْتَ وَحْدَكَ'' وغیرہا اقوال، صحابی، تابعی یا دیگر حضرات کا قول ہے۔تعارض کی صورت میں یقینی طور پر حدیث نبوی کو ترجیح دی جائے گی۔گرچہ یہاں تعارض کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ مذکورہ دونوں احادیث نبویہ عقائد سے متعلق ہیں، یعنی مسلمانوں کا سب سے بڑا طبقہ جس عقیدہ پر ہو، اسی عقیدہ پر تم رہو، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اعمال سے متعلق ہے، یعنی قرآن وحدیث میں عمل کی جو صحیح صورت بتائی گئی ہے، تم اسی طریقہ پر عمل کرو۔گرچہ اس طریقہ کو اختیار کرنے والے کم لوگ ہوں۔حدیث میں آیا کہ اخیر زمانہ میں اسلام پر عمل کرنا اتنا مشکل ہوگا جیسے ہاتھ پر آگ کا انگارہ لینا، اور زیر بحث امر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان نماز کی جماعت سے متعلق ہے، جس کی تفصیل آنے والی ہے۔

(۲) حدیث نبوی میں سواد اعظم کی پیروی کا حکم ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق جماعت سواد اعظم یعنی بڑی جماعت ہوگی، اسی لیے اس جماعت کے اتباع کا حکم آیا، اور یہ جماعت قیامت

تک سواد اعظم یعنی سب سے بڑی جماعت رہے گی۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی وغیرہما کا یہ قول ترغیب کے لیے ہے کہ اگر تم اکیلے بھی مذہب حق پر رہو تو اسی پر قائم رہو۔ خود کو اکیلا وتنہا سمجھ کر حق سے روگردانی نہ کرو، اور گمراہ اکثریت کے پیروکار مت بن جاؤ۔

(۴) کسی بھی زمانہ میں اہل حق کا ایک فرد میں منحصر ہونا درست نہیں، کیونکہ حدیث نبوی میں ''لاتزال طائفہ'' اور ''لا تبرح عصابہ'' کا لفظ وارد ہوا ہے، اور طائفہ اور عصابہ کا لفظ ایک فرد کے لیے استعمال نہیں ہوتا، اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ''الجماعۃ اہل الحق وان کنت وحدک'' (جماعت اہل حق ہے، گرچہ تم ایک فرد رہو) فرض وتقدیر کے طریقہ پر وارد ہوا، ورنہ یہ قول حدیث نبوی ''لاتزال طائفہ'' کے معارض ہو جائے گا، اور بصورت تعارض حدیث نبوی کو ترجیح حاصل ہوگی۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابراہیم نخعی وغیرہما کا یہ قول فرض محال کے طریقے پر ہے، کیونکہ جب عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ہر زمانے میں اہل حق کی ایک جماعت رہے گی تو جماعت ختم ہو کر اہل حق کا ایک فرد میں منحصر ہو جانا درست نہیں۔

(۶) ﴿اَلْجَمَاعَةُ اَهْلُ الْحَقِّ وَاِنْ كُنْتَ وَحْدَکَ﴾ (جماعت اہل حق ہے گرچہ تم ایک فرد رہو) کا ایک مفہوم قریب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کا بڑا طبقہ جس مذہب پر ہو، تم بھی اسی مذہب پر قائم رہو، اگرچہ تم اپنے شہر یا اپنی آبادی میں تنہا رہو۔

(۷) واضح رہے کہ اہل حق کا بڑی جماعت ہونا اور تعداد میں زیادہ ہونا اسلام کے دیگر باطل فرقوں کے اعتبار سے ہوگا۔ ایسا نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب کے بالمقابل اہل حق تعداد میں زیادہ ہوں گے، بلکہ تمام منسوخ اور غیر آسمانی مذاہب کے بالمقابل قلیل التعداد ہونا حدیثوں سے ثابت ہے، پس ''کثیر التعداد'' اور ''قلیل التعداد'' ہونے کی جہت مختلف ہے۔

(۸) اسلام کا کلمہ پڑھنے والوں میں سے جو فرد یا جو جماعت اپنے کفر وارتداد کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جائے، اس کا شمار اہل اسلام میں نہ ہوگا، اور وہ امت اجابت میں سے نہیں، بلکہ

امت دعوت میں سے ہے جیسے عہد حاضر میں قادیانی جماعت یا بدمذہبوں میں سے وہ لوگ جو رب تعالیٰ یا حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور بے ادبی کرتے ہوں، اور علم واطلاع کے بعد بھی توبہ ورجوع نہ کریں، بلکہ تاویل باطل کی مشقت اٹھائیں۔ آخرت میں بھی ان کے لیے مشقت ہی مشقت ہے، پس تابع ومتبوع کے لیے تباہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مذہب

احادیث مبارکہ میں مختلف الفاظ وعبارات کے ساتھ ''جماعت'' کو معیار حق قرار دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تشریح فرمائی کہ ان مقامات پر ''جماعت'' سے مسلمانوں کا بڑا طبقہ مراد ہے۔ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل حق کو کہیں سواد اعظم اور کہیں قلیل التعداد فرمایا، لیکن دونوں فرمان کی جہت جداگانہ ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا، پھر کبھی اہل جماعت کے طریقہ کار سے جدا ہونے کا حکم دیا تو دونوں قول کی جہت الگ ہے۔

قول ابن مسعود کا مفہوم یہ ہے کہ عقائد میں اسی طریقہ پر قائم ومستحکم رہو، جس پر مسلمانوں کا سواد اعظم قائم ہو، اور اعمال کے باب میں اگر مسلمانوں کی جماعت غفلت شعاری اختیار کرے تو تم اس امر میں ان کی پیروی نہ کرو، مثلاً عہد حاضر میں اکثر مسلمان داڑھی منڈاتے ہیں تو اس عمل میں مسلمانوں کی قلت تعداد وکثرت تعداد کو نہیں دیکھا جائے گا، کیونکہ یہ امر اعمال کے باب سے ہے، اور عقائد سے تعلق رکھنے والے امور میں مسلمانوں کے سواد اعظم کے طریقہ کار کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

(۱) امام شاطبی مالکی (م ۷۹۰ھ) نے لکھا: ﴿اختلف الناس فی معنی الجماعة المرادة فی هذه الاحادیث علٰی خمسة اقوال-احدها انها السواد الاعظم من اهل الاسلام-وهو الذی یدل علیه کلام ابی غالب-ان السواد الاعظم هم الناجون من الفرق-فما کانوا علیه من امر دینهم فهو الحق-ومن خالفهم،مات میتة

جاهلية–سواء خالفهم فی شئ من الشريعة اوفی امامهم وسلطانهم فهو مخالف للحق–وممن قال بهذا ابومسعود الانصاری وابن مسعود–فروی انه لما قتل عثمان،سئل ابومسعود الانصاری عن الفتنة–فقال:عليک بالجماعة فان اللّٰه لم يکن ليجمع امة محمد صلی اللّٰه عليه وسلم علی ضلالة–وَاصْبِرْ حَتّٰی تَسْتَرِيْحَ او يُسْتَرَاحَ من فاجر–وقال:اياک والفُرْقَةَ،فان الفُرْقَةَ هی الضلالة–وقال ابن مسعود:بالسمع والطاعة فانها حبل اللّٰه الذی امربه،ثم قبض يده وقال:ان الذی تکرهون فی الجماعة خيرمن الذين تحبون فی الفُرْقَةِ﴾(الاعتصام ج۲ص۷۷۱-دارعفان سعوديہ عربيہ)

﴿ت﴾علمانے ان احاديث مبارکہ میں وادرہونے والے لفظ''جماعت''کے معنی مراد کے بارے میں پانچ مختلف اقوال بیان کیا۔ان میں سے پہلا یہ ہے کہ وہ اہل اسلام کا سواداعظم ہے،اورابو غالب کا کلام اسی مفہوم پردلالت کرتا ہے کہ سواداعظم اسلامی فرقوں میں سے نجات پانے والوں کی جماعت ہے،پس سواداعظم اپنے جس دینی عقیدہ پرہوں،وہ حق ہے،اورجوان کی مخالفت کرے،وہ جاہلیت کی موت مرا۔خواہ شرعی امورمیں سے کسی امرکے بارے میں ان کی مخالفت کرے،یاسواداعظم کےامام وسلطان کے بارے میں ان کی مخالفت کرے،پس وہ حق کا مخالف ہے،اورجن حضرات نے یہ قول کیا،ان میں سے حضرت ابومسعودانصاری صحابی اورحضرت عبداللہ بن مسعودصحابی ہیں،پس روایت آئی کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی توحضرت ابومسعودانصاری سے فتنہ کے بارے میں سوال ہوا،پس انہوں نے فرمایا:تجھ پرجماعت کی پیروی لازم ہے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کوگمرہی پرجمع نہیں فرمائے گا،اورصبرکریہاں تک کہ توآرام پالے،یابدکارسے آرام حاصل ہوجائے،اورفرمایا:تم فرقہ بندی سے بچو،اس لیے کہ فرقہ بندی(جماعت سے الگ ہونا)گمرہی ہے،اورحضرت عبد اللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ نے فرمایا:(اہل حکم کی باتوں کو)ماننااورفرماں برداری کرنی لازم ہے،اس لیے کہ یہی وہ رسی ہے جس(کومضبوطی کے ساتھ پکڑنے)کاحکم دیاگیا،پھرانہوں نے

اپنے ہاتھ کی مٹھی باندھی، اور فرمایا: جسے تم جماعت میں ناپسند کرتے ہو، وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جنہیں تم فرقہ بندی میں پسند کرتے ہو۔

قول ابن مسعود کی تشریح احادیث نبویہ کی روشنی میں

(۱) ایک فرد میں انحصار کا قول بطور تمثیل

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابراہیم نخعی اور نعیم بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا قول فرض و تقدیر کے طور پر ہے، کیونکہ اب قیامت تک کوئی ایسا زمانہ نہیں آئے گا کہ جس میں مسلمانوں کی تعداد صرف ایک فرد تک محدود ہو جائے۔ قیامت سے چالیس سال پہلے ایک ہوا چلے گی، جس سے تمام مسلمانوں کی موت ہو جائے گی۔ اس وقت بھی مسلمانوں کی تعداد ایک سے زائد ہو گی۔ اس ہوا کے چلنے سے قبل ''دابۃ الارض'' کا خروج ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہو گی۔

دابۃ الارض عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نورانی نشان بنائے گا، اور انگوٹھی سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت کالا دھبہ بنائے گا۔ اس وقت تمام مومن و کافر علی الاعلان ظاہر ہو جائیں گے۔ یہ علامت کبھی نہیں بدلے گی۔ جو مومن ہے، وہ کبھی کافر نہ ہوگا، اور جو کافر ہے، وہ کبھی مومن نہیں ہوگا۔ دابۃ الارض کے خروج کے وقت بھی مسلمانوں کی تعداد ایک سے زائد ہو گی، اور یہ تعداد کم نہیں ہوگی، کیونکہ نشانی لگ جانے کے بعد کوئی مومن کافر نہیں ہوگا، پس ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی تعداد قیامت تک کبھی بھی ایک فرد میں منحصر نہ ہو گی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان بطریق فرض و تقدیر ہے، نیز وہ قول اعمال سے متعلق ہے۔

موت کی ہوا چلنے تک ''سواد اعظم'' کا مفہوم کثیر التعداد ہونا برقرار رہے گا۔ جن احکام کا تعلق کسی خاص زمانہ سے نہ ہو، وہ احکام زمانہ بدلنے سے نہیں بدلتے، پس لامحالہ ثابت ہو گیا کہ مدت اسلام کی تکمیل تک اہل حق کثیر التعداد ہوں گے۔ ایسا نہیں کہ ابھی ''سواد اعظم'' کا مفہوم

کثیر التعداد ہونا ہے، اور قرب قیامت یہ مفہوم بدل جائے گا۔

(۲) آثار قیامت

قیامت کے آثار صغریٰ کے ظاہر ہونے کے بعد حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور ہوگا۔ مکہ معظّمہ میں کعبہ مقدسہ کے پاس اولیا و ابدال سب آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے۔ آپ مسلمانوں کا لشکر لے کر ملک شام کی طرف جائیں گے۔ ملک شام پر عیسائیوں قبضہ ہو چکا ہوگا۔ آپ ملک شام فتح فرمائیں گے۔ اس کے بعد قسطنطنیہ فتح کریں گے۔ اس کے بعد امام مہدی ملک شام چلے آئیں گے۔

اسی درمیان دجال کا ظہور ہوگا۔ ظہور دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیٰ رسولنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام زعفرانی رنگ کا دو جوڑا زیب تن کیے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنا دست مبارک رکھے جامع مسجد دمشق کی مشرقی جانب سفید منارہ پر نزول فرمائیں گے۔ فجر کی نماز کا وقت ہو چکا ہوگا۔ امام مہدی آپ سے امامت کی درخواست کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کو امامت کا حکم دیں گے، اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلیں گے، اور دجال کو بیت المقدس کے قریب موضع لُد کے دروازہ کے پاس قتل فرمائیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصلاحات کی طرف مشغول ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ کفار سے جزیہ قبول نہ کریں گے۔ سوائے قتل اور قبول اسلام کے دوسرا حکم نہ ہوگا۔ سب کافر مسلمان ہو جائیں گے، اور سب مذہب اہل سنت پر ہوں گے۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پانچ سال، سات سال یا نو سال ہوگی۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے ۔ اس کے کچھ زمانے کے بعد یاجوج ماجوج کا ظہور ہوگا۔ رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ میرے ایسے بندے ظاہر ہوئے ہیں کہ جن سے مقابلے کی قوت کسی کو نہیں۔ آپ میرے بندوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ

ایک مدت تک کوہ طور پر رہیں گے۔ یاجوج ماجوج کے خاتمے کے بعد کوہ طور سے اتر کر میدان کی طرف آئیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں چالیس سال رہیں گے، اور بعض روایت کے مطابق سات سال رہیں گے۔ آپ کی شادی ہوگی، اور اولاد ہوگی، پھر آپ کا وصال ہوگا۔ مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے، اور آپ حضور اقدس سید دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قبیلہ قحطان میں سے ایک شخص جہجاہ نامی یمن کا رہنے والا آپ کا خلیفہ ہوگا، اور امور خلافت کو عدل وانصاف کے ساتھ سرانجام دے گا۔ جہجاہ کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے۔ ان بادشاہوں کے عہد میں کفر وجہل شائع ہوجائے گا، اور علم دین کم ہو جائے گا، پھر سب سے اخیر میں وہ ہوا چلے گی، جس سے تمام مسلمانوں کی موت ہوجائے گی۔

ہوا چلنے کے چالیس سال بعد قیامت آئے گی۔ اس کے بعد دنیا میں صرف کفار باقی رہیں گے۔ مسلمانوں کی موت کے بعد جو چالیس سال باقی رہیں گے، اس چالیس سالہ مدت میں کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا، اور جن کافروں پر قیامت قائم ہوگی، وہ تمام چالیس سال یا اس سے زائد عمر کے ہوں گے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور سے دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ اسی کا نام قیامت ہے۔

مذہب اسلام کی آخری مدت کیا ہے؟

سواد اعظم یعنی اہل سنت وجماعت ہر عہد میں دیگر فرق باطلہ کے بہ نسبت کثیر تعداد میں عہد رسالت سے متصلاً، بلا انقطاع حیات اسلام تک باقی رہے گا، پھر یمن یا شام سے ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی کہ جس سے مسلمین کا خاتمہ اور زمان اسلام کی تکمیل ہوگی (صحیح مسلم ج ا ص ۷۵، ج ۲ ص ۴۰۲) موت کی ہوا چلنے کے چالیس سال بعد قیامت آئے گی۔

قیامت صرف کافروں پر آئے گی۔ قیامت سے چالیس سال قبل مدت اسلام مکمل ہوجائے گی، اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسلام کے آخری دن تک سواد اعظم، کثرت تعداد کے ساتھ موجود رہے گا۔ مذہب اسلام قیامت تک باقی نہیں رہے گا، بلکہ قیامت سے چالیس سال قبل تک رہے گا۔

(۳) خلافت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱)﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِی الْمَھْدِیُّ، اِنْ قَصُرَ فَسَبْعٌ وَ اِلَّا فَتِسْعٌ﴾ (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۰)

﴿ت﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں امام مہدی ہوں گے۔ اگر کم تو سات سال، ورنہ نو سال (عہدۂ خلافت پر رہیں گے)

(۲)﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: .... فَیَلْبَثُ سَبْعَ سِنِیْنَ ثُمَّ یُتَوَفّٰی وَ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ۔ قَالَ اَبُوْدَاوُدُ: وَقَالَ بَعْضُھُمْ عَنْ ھِشَامٍ: تِسْعَ سِنِیْنَ وَقَالَ بَعْضُھُمْ: سَبْعَ سِنِیْنَ﴾

(سنن ابی داؤد ص ۵۸۹)

﴿ت﴾ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام مہدی سات سال رہیں گے، پھر ان کی وفات ہو جائے گی، اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ امام ابوداؤد نے کہا کہ ہشام راوی سے بعض لوگوں نے نو سال کی روایت کی، اور بعض نے سات سال کا قول کیا۔

(۳)﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ خَشِیْنَا اَنْ یَکُوْنَ بَعْدَ نَبِیِّنَا حَدَثٌ، فَسَأَلْنَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَالَ: اِنَّ فِیْ اُمَّتِی الْمَھْدِیُّ یَخْرُجُ یَعِیْشُ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ تِسْعًا، زَیْدُ الشَّاکُ۔ قَالَ قُلْنَا: وَمَا ذَاکَ؟ قَالَ: سِنِیْنَ۔ الحدیث﴾

(جامع الترمذی ج ۲ ابواب الفتن)

﴿ت﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نئی باتیں پیدا نہ ہو جائیں، پس ہم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ظاہر ہوں گے، جو پانچ، سات یا نو تک زندہ رہیں گے (راوی زید کو شک ہے) ہم نے سوال کیا کہ یہ تعداد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: سال مراد ہیں۔

(۴) عہد امام مہدی میں مسلمانوں کی کثرت

(۱) امام مہدی کے زمانے میں مسلمان دنیا کے مختلف علاقوں میں ہوں گے۔ ماوراء النہر سے حارث بن حراث نامی ایک شخص امام مہدی کی مدد کے لیے ایک لشکر لے کر آئے گا۔ شام و عراق کے ابدال واوتاد آپ سے بیعت کرنے مکہ معظّمہ آئیں گے۔

(۲) اس وقت مسلمان کثیر تعداد میں ہوں گے۔

(۳) امام مہدی مدینہ منورہ سے مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلیں گے۔ ملک شام اور قسطنطنیہ فتح فرما کر واپس ملک شام آجائیں گے۔

(۴) خروج دجال کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام میں نزول فرمائیں گے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ابواب الفتن)

(۵) امام مہدی کے زمانے میں بدمذہبوں کا فرقہ بھی ہوگا۔ ستر ہزار بدمذہب اور ستر ہزار یہودی دجال کے لشکر میں ہوں گے، یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار کا لشکر دجال کے ساتھ ہوگا۔

توضیح: مذکورہ بالا حقائق سے ثابت ہو گیا کہ اہل حق کی تعداد کبھی بھی ایک فرد میں منحصر نہیں ہو گی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول بطور تمثیل ہے، بلکہ درحقیقت اعمال سے متعلق ہے۔

(۵) عہد مہدی میں مختلف ممالک میں مسلمانوں کا وجود

(۱) ﴿عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ بْنُ حَرَّاثٍ، عَلٰى مُقَدَّمَتِهٖ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُوْرٌ، يُوَطِّئُ اَوْ يُمَكِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُهٗ اَوْ قَالَ: اِجَابَتُهٗ﴾

(سنن ابی داوٗد: ابواب المہدی ص ۵۸۹)

〈ت〉 حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماوراء النہر سے ایک شخص (فوج لے کر) نکلے گا، جس کا نام حارث بن حراث ہوگا، اور اس کے مقدمۃ الجیش پر ایک آدمی (افسر) ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ وہ (حارث) آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی امام مہدی) کو قوت دے گا جیسے قریش نے اللہ کے رسول کو قوت دی۔ ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے، یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی (جنگ کے لیے) دعوت قبول کرنا واجب ہے۔

(۲)﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَكُوْنُ اِخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيْفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ هَارِبًا اِلٰى مَكَّةَ فَيَاتِيْهِ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُوْنَهٗ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُوْنَهٗ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةِ، فَاِذَا رَاَى النَّاسُ ذٰلِكَ، اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُوْنَهٗ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ—الحديث﴾ (سنن ابی داؤد: ابواب المہدی ص ۵۸۹)

〈ت〉 حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ سے ایک آدمی نکل کر مکہ چلا جائے گا، پس مکہ معظّمہ کے باشندگان ان کے پاس آئیں گے، پھر انہیں خلافت کے لیے آمادہ کریں گے، اور وہ اسے ناپسند کر رہے ہوں گے، پس اہل مکہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت کریں گے، اور ملک شام سے ان کی طرف (ان سے جنگ کرنے کے لیے) ایک لشکر بھیجا جائے گا، پس انہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیدا میں (من جانب اللہ) زمین میں دھنسا دیا جائے گا تو لوگ جب یہ (کرامت) دیکھیں گے تو ملک شام کے ابدال اور عراق کے اوتاد ان کے پاس آئیں گے، اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت کریں گے۔

توضیح: امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی مسلمان کثیر تعداد میں ہوں گے، اور امام مہدی سے ماقبل کے زمانوں کو عہد رسالت سے آج تک دیکھ لیا جائے۔ ہر عہد میں مسلمان کثیر

تعداد میں رہے ہیں۔کبھی بھی مسلمان دو،چار کی تعداد میں منحصر نہ رہے۔اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول فرض وتقدیر پر مبنی ہے، یا اس قول کا تعلق اعمال سے ہے،عقائد سے نہیں۔

(۶) مسلمانوں کی کثرت تعداد

﴿عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعَی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِہَا–فَقَالَ قَائِلٌ:وَمِنْ قِلَّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ ،قَالَ:بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ،وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَہَابَۃَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَہَنَ–فَقَالَ قَائِلٌ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَا الْوَہَنُ؟ قَالَ:حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاہِیَۃُ الْمَوْتِ﴾(سنن ابی داؤد ص ۵۹۰)

〈ت〉 حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:قریب ہے کہ(غیر مسلم) قومیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی،جیسے کھانے والے اپنے پیالوں پرٹوٹ پڑتے ہیں،پس ایک صحابی نے عرض کیا ۔کیااس وقت ہماری قلت کی وجہ سے؟(غیر مسلم قومیں ہم پرٹوٹ پڑیں گی؟)آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:بلکہ اس وقت تم لوگ زیادہ ہوگے،لیکن تم لوگ جھاگ کی طرح ہوگے جیسے سیلاب کا جھاگ ہوتا ہے،اوررب تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گااورتمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا،پس ایک سائل نے دریافت کیا کہ کمزوری کیا ہے؟آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:دنیا کی محبت اورموت کی ناپسندیدگی۔

توضیح : حدیث مذکورہ میں صریح لفظوں میں بتایا گیا کہ اپنے زوال کے وقت بھی مومنین کثیر تعداد میں ہوں گے۔صحابی نے قلت تعداد کا سوال بھی کیا تواس کی تردید کی گئی۔اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ عہد اخیر میں مسلمان کثیر تعداد میں ہوں گے،کیونکہ مسلمانوں کی جس بزدلی کی خبر اس حدیث میں بتائی گئی ہے،وہ بہت بعد کے زمانوں میں پائی گئی۔اس کی بڑی مثال ہسپانیہ کی شکست اورخلافت عثمانیہ کی بربادی ہے۔ان دونوں مواقع پرقوم نصاریٰ قوم مسلم پرٹوٹ پڑی تھی

،اور ہماری ناکامی بھی ہوئی۔خلافت عثمانیہ کی تباہی میں وہابیہ کا بھی اہم کردار تھا۔

سلطان نورالدین زنگی (۵۱۱ھ-۵۶۹ھ-۱۱۱۸ء-۱۱۷۴ء)،صلاح الدین ایوبی (۵۳۲ھ-۵۸۹ھ-۱۱۳۷ء-۱۱۹۳ء) وغیرہ کے عہد میں بھی عیسائی سلاطین نے مسلمانوں پر حملے کیے ہیں، لیکن ان جنگوں میں مسلمانوں نے جرأت وجواں مردی کی نادر ونایاب مثالیں پیش کی تھی،اور دشمنوں کو خاک چاٹنے پر مجبور کیا تھا،اس لیے یہ حدیث ان جنگوں پر صادق نہیں آتی،کیونکہ اس حدیث میں مسلمانوں کی بزدلی کا ذکر ہے۔یہ کیفیت بعد کے زمانوں میں پیدا ہوئی۔

حدیث مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ عہد زوال میں بھی مسلمانوں کی کثیر تعداد ہوگی۔اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول فرض وتقدیر پر مبنی ہے،یا اس قول کا تعلق اعمال سے ہے،عقائد سے نہیں۔

(۷)امام مہدی کی عیسائیوں سے جنگ

(۱)﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَیَخْرُجُ اِلَیْھِمْ جَیْشٌ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ مِنْ خِیَارِ اَھْلِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْھُمْ-فَیَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ:لَا،وَاللّٰہِ لَانُخَلِّیْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا،فَیُقَاتِلُوْنَھُمْ فَیَنْھَزِمُ ثُلُثٌ لَایَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ اَبَدًا،وَیُقْتَلُ ثُلُثُھُمْ اَفْضَلُ الشُّھَدَاءِ عِنْدَ اللّٰہِ وَیَفْتَحُ الثُّلُثُ لَایُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَیَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِیْنِیَّۃَ فَبَیْنَاھُمْ یَقْسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُیُوْفَھُمْ بِالزَّیْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِیْھِمُ الشَّیْطَانُ اَنَّ الْمَسِیْحَ قَدْ خَلَفَکُمْ فِیْ اَھْلِیْکُمْ فَیَخْرُجُوْنَ وَذٰلِکَ بَاطِلٌ،فَاِذَا جَاؤُوْا الشَّامَ خَرَجَ فَبَیْنَمَاھُمْ یُعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ یُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَمَّھُمْ فَاِذَا رَاٰہُ عَدُوُّ اللّٰہِ،ذَابَ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ فَلَوْ تَرَکَہٗ لَانْذَابَ حَتّٰی یَھْلِکَ وَلٰکِنْ یَقْتُلُہُ اللّٰہُ بِیَدِہٖ فَیُرِیْھِمْ دَمَہٗ فِیْ حَرْبَتِہٖ﴾

﴿ت﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ روم کے نصرانیوں کا لشکر اعماق یا دابق میں اترے گا، پھر مدینہ طیبہ سے ایک لشکر ان کی طرف نکلے گا جوان دنوں تمام روئے زمین والوں سے بہتر ہوگا، پس جب سب (جنگ کے لیے) صف باندھیں گے تو نصاریٰ (مسلمانوں کے ایک طبقہ سے) کہیں گے۔تم لوگ ان لوگوں سے جدا ہو جاؤ، جنہوں نے ہم میں سے (ہماری بیویوں اور بچوں کو) غلام بنالیا۔ہم ان سے جنگ کریں گے تو مسلمان کہیں گے۔نہیں، قسم بخدا! ہم کبھی اپنے بھائیوں سے جدا نہ ہوں گے، پھر مسلمان عیسائیوں سے جنگ کریں گے تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا، اللہ تعالیٰ کبھی ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، اور مسلمانوں کا تہائی لشکر قتل ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل شہدا ہوں گے، اور تہائی لشکر فتح حاصل کرے گا ، وہ کبھی بھی فتنے میں مبتلا نہ ہوں گے، پھر وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔

پس اسی درمیان کہ وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے، اور اپنی تلواروں کو درخت زیتون سے لٹکا دیئے ہوں گے کہ اچانک شیطان آواز لگائے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں آپڑا ہے، تو مسلمان وہاں سے نکلیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی، پس جب مسلمان ملک شام آئیں گے تب دجال نکلے گا، پس اسی درمیان کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو کر صفیں باندھ رہے ہوں گے کہ نماز فجر کی اقامت ہوگی۔اسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، پس وہ مسلمانوں کی امامت فرمائیں گے، پھر جب دشمن خدا (دجال) رسول خدا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھے گا تو وہ پگھلنے لگے گا، جیسا کہ نمک پانی میں پگھلنے لگتا ہے تو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں چھوڑ دیں تو وہ پگھلتے پگھلتے ہلاک ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اسے قتل فرمائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برچھی میں دجال کا خون لوگوں کو دکھلائے گا۔

توضیح: اعماق اور دابق شام میں حلب کے قریب دو مقام ہیں۔مذکورہ بالا حدیث سے ظاہر ہو

گیا کہ عہد مہدی میں بھی مسلمان ایک فرد میں منحصر نہیں ہوں گے، بلکہ اتنی کثیر تعداد ہوگی کہ وہ فوج کی شکل میں نصرانیوں سے جنگ کریں گے، اور یہ بہت بڑی جنگ ہوگی۔ اس سے بالکل واضح ہوگیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول فرض وتقدیر پر مبنی ہے، یا اس قول کا تعلق اعمال سے ہے، عقائد سے نہیں۔

(۸) جنگ عظیم

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ بہت بڑی جنگ ہوگی۔ عیسائیوں کی تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی۔ اسے حضور اقدس خاتم پیغمبراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی جنگ عظیم کہا ہے۔ حضور اقدس تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں قیامت کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا۔

(۱) ﴿......ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً، تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا﴾

(صحیح البخاری ج ۲: کتاب الجہاد والسیر باب ما یحذر من الغدر)

﴿ت﴾ پھر تمہارے اور عیسائیوں کے درمیان صلح ہوگی، پس وہ معاہدہ توڑ کر تم سے لڑنے آئیں گے۔ ان کی فوج میں اسی جھنڈے ہوں گے، اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوجی۔

(۲) محدث ابوبکر شیبانی (۲۰۶ھ-۲۸۷ھ) نے لکھا ﴿............ثم يُقْبِلُوْنَ اِلَيْكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً، تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَاعَشَرَ اَلْفًا-قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَتِلْكَ الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى﴾ (الآحاد والمثانی ج ۵ ص ۱۲۷- دار الرایۃ الریاض)

﴿ت﴾ پھر نصاریٰ تمہاری طرف اسی (۸۰) جھنڈے تلے آئیں گے، اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار فوجی ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنگ عظیم ہے۔

(۳) ﴿......فَيَجْمَعُوْنَ لِلْمَلْحَمَةِ فَيَاتُوْنَ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً، تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا﴾ (سنن ابن ماجہ باب الملاحم)

﴿ت﴾ پھر نصاریٰ جنگ کے لیے جمع ہوں گے، پس وہ لوگ اسی جھنڈے تلے آئیں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار لشکری ہوں گے۔

توضیح: مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نصاریٰ کا اتنا بڑا لشکر لانا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ مسلمان اس وقت کثیر تعداد میں ہوں گے۔ اگر مسلمان دو چار ہوں، یا کم تعداد میں ہوں تو ان سے مقابلہ کے لیے نو لاکھ ساٹھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل عظیم الشان لشکر کی کیا ضرورت ہے؟ پس ان احادیث مبارکہ سے ظاہر ہو گیا کہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی مسلمان کثیر تعداد میں ہوں گے، اور امام مہدی سے ماقبل کے زمانوں کو ہر کوئی دیکھ رہا ہے کہ مسلمان ساری دنیا میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول فرض و تقدیر پر مبنی ہے، یا اس قول کا تعلق اعمال سے ہے، عقائد سے نہیں۔

(۹) عہد مہدی میں بدمذہب فرقہ

(۱) ﴿عَنْ شَرِیْکِ بْنِ شِھَابٍ قَالَ: کُنْتُ اَتَمَنّٰی اَنْ أَلْقَی رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَسْأَ لُہٗ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِیْتُ اَبَا بَرْزَۃَ فِی یَوْمِ عِیدٍ فِی نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ، فَقُلْتُ لَہٗ: ھَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ الْخَوَارِجَ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِأُذُنَیَّ وَرَأَیْتُہٗ بِعَیْنَیَّ، أُتِیَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَّمَہٗ فَاَعْطٰی مَنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَمَنْ عَنْ شِمَالِہٖ وَلَمْ یُعْطِ مَنْ وَرَائَہٗ شَیْئًا فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِہٖ — فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! مَا عَدَلْتَ فِی الْقِسْمَۃِ، رَجُلٌ اَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَبْیَضَانِ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِیْدًا وَقَالَ: وَاللّٰہِ لَا تَجِدُوْنَ بَعْدِی رَجُلًا ھُوَ اَعْدَلُ مِنِّی ثُمَّ قَالَ: یَخْرُجُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ کَاَنَّ ھٰذَا مِنْھُمْ، یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ، سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ، لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ حَتّٰی یَخْرُجَ اٰخِرُھُمْ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ،

فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ،هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ﴾

(سنن النسائی ج۲ص ۱۵۶-مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰۹)

﴿ت﴾ حضرت شریک بن شہاب نے کہا کہ میری تمنا تھی کہ میں حضوراقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے ملاقات کروں،اوران سے خوارج کے بارے میں دریافت کروں،پس میں عید کے دن حضرت ابوبرزہ اسلمی سے ان کے دوستوں کی ایک جماعت میں ملا،پس میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے حضوراقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوخوارج کا ذکرفرماتے ہوئے سنا؟انہوں نے فرمایا۔ہاں، میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے دونوں کانوں سے سنا،اوراپنی دونوں آنکھوں سے میں نے انہیں دیکھا کہ حضوراقدس تاجدارکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مال لایا گیا،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تقسیم فرمایا،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دائیں اور بائیں جانب والے کوعطافرمایااوراپنے پیچھے والے کوکچھ نہ عطافرمایاتو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سے ایک آدمی کھڑاہوا،کالا،بال منڈائے،اس کے بدن پر دوسفید کپڑے تھے، پس اس نے کہا۔یامحمد!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہ کیا،پس حضرت رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے،اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:قسم بخدا!میرے بعدایسا آدمی نہ پاؤگے جومجھ سے زیادہ انصاف پسند ہو،پھرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:آخری زمانہ میں ایک قوم ظاہرہوگی،گویا کہ یہ اسی قوم میں سے ہے۔وہ لوگ قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا۔وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر،شکار سے نکل جاتا ہے۔ان کی علامت سرمنڈانا ہے۔وہ لوگ نکلتے رہیں گے،یہاں تک کہ ان کا آخری حصہ،دجال کے ساتھ نکلے گا،پس جب تم ان سے ملوگے تووہ سب سے بدترین مخلوق ہوں گے۔

(۲)﴿عَنْ اَبِی سَعِیدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:یَتَّبِعُ الدَّجَّالَ مِنْ اُمَّتِی سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَیْهِمُ السِّیْجَانُ–رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۷)

〈ت〉 حضور اقدس سید عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری امت کے ستر ہزار لوگ دجال کے پیچھے چلیں گے۔ان پر منقش چادریں ہوں گی۔

توضیح: دجال کے ساتھ ستر ہزار خوارج اور ستر ہزار یہودی ہوں گے۔خوارج نقش ونگار والی چادریں اوڑھے ہوں گے۔دجال کا خروج حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا،اور خروج دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا،پس ثابت ہوا کہ حضرت امام مہدی کے زمانہ میں بھی بد مذہب لوگ موجود ہوں گے،پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخیر زمانہ میں کفرو بد مذہبیت ختم ہوجائے گی۔ابھی نقش ونگار والی چادر سعودی عرب کے وہابیہ اوڑھتے ہیں۔ ہندوستان کے وہابیوں اور دیوبندیوں کو بھی کاندھوں پر نقش ونگار والی چادر ڈالے دیکھا جاسکتا ہے۔یہ ایسی نشانی ہے کہ عام افراد بھی اس کو دیکھ کر حق و باطل کا کچھ امتیاز کرسکتے ہیں۔

(۳) ﴿عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:يَتَّبِعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ اَصْفَهَانَ سَبْعُونَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةِ–رواه مسلم﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۵-صحیح مسلم ج ۲: ابواب الفتن)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے چلیں گے۔ان (کے بدن) پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔

(۱۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

(۱) ﴿عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ ....اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ بْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْزُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ–الحديث﴾

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۱-جامع ترمذی ج ۲ ص ۴۷-سنن ابن ماجہ کتاب الفتن-مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۳)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کے وقت دجال کا ذکر فرمایا (اور فرمایا کہ خروج دجال کے وقت) رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا، پس وہ دمشق کی مشرقی جانب سفید منارہ پر دوزعفرانی رنگ کے جوڑے پہنے، اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے نزول فرمائیں گے۔

(۲) ﴿عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ....ثُمَّ يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ﴾ (سنن ابی داؤد ص ۵۹۳)

﴿ت﴾ حضور اقدس حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا۔ (اسی حدیث میں فرمایا کہ خروج دجال کے وقت) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی مشرقی جانب سفید منارہ کے پاس نزول فرمائیں گے، پس دجال کو باب لُد کے پاس پائیں گے تو اس کو قتل وہاں کریں گے۔

(۱۱) مومنین کی دجال سے جنگ

(۱) ﴿عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ: لَا، اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَاءُ، تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ﴾ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۷)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کا ایک طبقہ حق کے لیے جنگ کرتا ہوا قیامت تک غالب رہے گا، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو مسلمانوں کے امیر (امام مہدی) عرض کریں گے کہ آئیں! ہمیں نماز پڑھائیں تو وہ فرمائیں گے۔ نہیں، آپ میں سے بعض، بعض کے امیر ہیں۔ (یہ) اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعزاز ہے۔

(۲) ﴿عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ

الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ﴾ (سنن ابی داؤد: باب دوام الجہاد۔المستدرک للحاکم ج۲ص۸۱)

﴿ت﴾ حضوراقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ میری امت کا ایک طبقہ حق کے لیے جنگ کرتا رہے گا،اپنے مخالفین پرغالب رہے گا،یہاں تک کہ ان کا آخری حصہ دجال کے ساتھ جنگ کرے گا۔

توضیح: دجال کے خروج تک ہر عہد میں مسلمانوں کاایک طبقہ موجود رہے گا۔اس سے ثابت ہوگیا کہ کبھی مسلمان ایک فرد میں منحصر نہیں ہوگا،پس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول فرض وتقدیر پر مبنی ہے،یااس قول کاتعلق اعمال سے ہے،عقائد سے نہیں۔

(۱۲) صرف مذہب اسلام کا وجود

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم.........وَیُهْلِکُ اللّٰهُ فِیْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ کُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ﴾ (سنن ابی داؤدص۵۹۴)

﴿ت﴾ حضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مذہب اسلام کے علاوہ تمام مذاہب کوفنا کردے گا۔

توضیح: قوم مسلم کے ایک فرد میں منحصر ہونے کی کوئی روایت تونہیں ملتی ہے۔ہاں،حدیث مذکورہ بالا سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں تمام بنی آدم مسلمان ہی ہوں گے۔نہ کوئی کافر ہوگا،نہ ہی کوئی بدمذہب۔

صدرالشریعہ حضرت علامہ امجدعلی اعظمی (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۷ھ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کے حالات بیان کرتے ہوئے تحریرفرمایا:’’تمام جہاں میں دین ایک،دین اسلام ہوگا،اور مذہب ایک،مذہب اہل سنت‘‘۔(بہار شریعت ج اص۶۰)

(۱۳) یاجوج ماجوج کا خروج

﴿عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ ....فَبَیْنَمَاهُمْ کَذٰلِکَ اِذْ اَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی عِیْسٰی اِنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ

عِبَادًا لِیْ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰهُ یَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ-الحدیث﴾ (صحیح مسلم ج۲ص۴۰۱-جامع الترمذی ج۲ص۴۷-سنن ابن ماجہ کتاب الفتن-مشکوٰۃ المصابیح ص۴۷۴)

﴿ت﴾ حضور اقدس شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کو دجال کا ذکر فرمایا (اور فرمایا کہ دجال کا خروج ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل فرمائیں گے اس کے بعد لوگ امن وسکون کے ساتھ ہوں گے)، پس اسی درمیان کہ لوگ اس طرح (راحت ونعمت میں) ہوں گے، اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے، جن سے جنگ کرنے کی کسی کو قوت نہیں، پس میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر حفاظت فرمایئے، اور اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو نکالے گا۔

توضیح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں جب یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا، اس وقت بھی مسلمان کثیر تعداد میں ہوں گے، اسی لیے ان کی حفاظت کے لیے انہیں کوہ طور پر لے جانے کا حکم ہوگا۔ حدیث مبارک میں لفظ بھی جمع کا استعمال ہوا، یعنی ''عبادی''۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس عہد میں مسلمانوں کی تعداد فرد واحد میں منحصر نہیں، پس حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تجویز محض کے طور پر وارد ہوا ہے۔

(۱۴) جہجاہ بادشاہ

(۱)﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتَذْهَبُ الْاَیَّامُ وَ اللَّیَالِیُ حَتّٰی یَمْلِکَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ﴾ (صحیح مسلم ج۲ص۳۹۵)

﴿ت﴾ حضور اقدس تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شب وروز ختم نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ ایک آدمی بادشاہ ہوگا، اس کا نام جہجاہ ہوگا۔

(۲)﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ یَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ﴾ (صحیح مسلم ج۲ص۳۹۵)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی ، یہاں تک کہ قبیلہ قحطان کا ایک شخص (جہجاہ) نکلے گا ، جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا (یعنی لوگوں پر حکومت کرے گا)

(۱۵) احوال قرب قیامت

جہجاہ بادشاہ کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے۔ رفتہ رفتہ اسلام میں ضعف آتا جائے گا۔ مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی۔ علم دین اس قدر کم ہو جائے گا کہ کوئی قابل امامت نہ ملے گا ۔ دابۃ الارض کا خروج ہوگا۔ اسلام پر عمل کرنا اتنا مشکل ہوگا کہ جیسے ہاتھ پر آگ کا انگارہ رکھنا مشکل ہوتا ہے، پھر یکے بعد دیگرے مسلمان مدینہ منورہ کو اپنا ٹھکانہ بنالیں گے ۔ اس کے بعد ایک ایسی ہوا چلے گی کہ سارے مسلمانوں کی موت ہو جائے گی۔ کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا۔ صرف کافر ہی کافر رہ جائیں گے۔ قیامت ان کفار پر ہی آئے گی ،لیکن اسلام کے عہد اخیر تک مسلمانوں کی جماعت کا وجود رہے گا ، اور عہد اخیر میں بھی بد مذہبوں کی تعداد اہل سنت سے زیادہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ، بلکہ اس دور اخیر میں بھی اہل سنت کی تعداد زیادہ ہونے کا ثبوت انہی احادیث مذکورہ سے ہوتا ہے، کیونکہ حدیث ''لاتزال طائفہ'' میں ''الیٰ یوم القیامہ'' کا لفظ وارد ہوا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اہل سنت عہد رسالت سے قیامت تک تعداد میں زیادہ ہوں گے۔

(۱۶) ہر عہد میں جماعت مسلمانوں کا وجود

﴿عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ يَقُوْلُ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُدْرِكَنِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَائَنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ ،فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟قَالَ :نَعَمْ-قُلْتُ:وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ-قَالَ:نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ:وَمَا دَخَنُهٗ؟قَالَ:قَوْمٌ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ-قُلْتُ:فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ

الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ–قَالَ:نَعَمْ،دُعَاۃٌ عَلٰی اَبْوَابِ جَھَنَّمَ،مَنْ اَجَابَھُمْ اِلَیْھَا،قَذَفُوْہُ فِیْھَا–
قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ:صِفْھُمْ لَنَا–قَالَ:ھُمْ مِنْ اَھْلِ جِلْدَتِنَا وَ یَتَکَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا–
قُلْتُ:فَمَا تَامُرُنَا اِنْ اَدْرَکَنِیْ ذٰلِکَ–قَالَ:تَلْزَمْ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَھُمْ–
قُلْتُ:فَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَھُمْ جَمَاعَۃٌ وَلَا اِمَامٌ–قَالَ:اِعْتَزِلْ تِلْکَ الْفِرَقَ کُلَّھَا،وَلَوْاَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَۃٍ حَتّٰی یُدْرِکَکَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰی ذٰلِکَ﴾ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۴۹–مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۶۲–صحیح مسلم ج ۲ باب وجوب جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن)

﴿ت﴾ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں دریافت کرتے تھے، اور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا اس خوف سے کہ وہ مجھے پا نہ لے، پس میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم جاہلیت اور شر میں تھے، پس اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، تو کیا اس خیر کے بعد شر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ میں عرض گذار ہوا کہ کیا اس شر کے بعد خیر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، اور اس میں دھواں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ دھواں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ ہماری ہدایت کے علاوہ کی طرف رہنمائی کریں گے، ان کی بعض باتیں تم پسند کرو گے اور بعض ناپسند۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، کچھ لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، جو ان کی بات مانے گا، اس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔

میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں ان کی حالت بتائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ ہماری ہی جماعت سے ہوں گے، اور ہماری ہی بولی بولیں گے۔ میں نے عرض کی کہ اگر وہ زمانہ مجھے پالے تو آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا ۔ میں عرض گذار ہوا کہ اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور ان کا کوئی امام نہ ہو تو؟ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ان تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کر لینا، اگرچہ تمہیں کسی درخت کی جڑ ہی کے پاس رہنا پڑے، یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے، اورتم اسی حالت پر رہو۔

توضیح: ارشادنبوی ''تَلْزَمْ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَهُمْ'' سے صاف ظاہر ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں کی جماعت یعنی اہل حق کی جماعت موجود ہوگی، اوراس حدیث میں اہل بدعت کے بالمقابل ''جماعۃ المسلمین'' کا لفظ وارد ہوا، اور''جماعۃ المسلمین'' کا لفظ خود اعلان کر رہا ہے کہ اہل حق کی جماعت ہوگی، اوراہل بدعت اس کے بالمقابل قلیل التعداد ہوں گے، اوراہل حق کے بالمقابل وہ ''جماعت'' کہلانے کے لائق نہیں ہوں گے، بلکہ اکا دکا یا ایک گروپ کی منزل میں ہوں گے۔رہی بات غیرآبادمقام کی طرف جانے کی تو یہ بات محض فرض وتقدیر کے طور پر سائل کے سوال کے جواب میں وارد ہوئی۔اگرحقیقت یہی ہوتی کہ اہل حق کا وجوداس عہد میں نہ ہوگا تو اولاً جماعت مسلمین کولازم پکڑنے کا حکم نہ فرماتے، بلکہ دونوں بات ارشادفرماتے کہ اگر مسلمانوں کی جماعت ہوتوان کے ساتھ رہنا، ورنہ غیرآبادمقامات کی طرف چلے جانا۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان بکریوں کو لے کر جنگلوں یا پہاڑوں کی طرف چلا جائے گا، لیکن وہاں بدمذہبیت کا ذکر نہیں کہ بدمذہب کثیر التعداد ہوں گے،اور مومنین بدمذہبیت کے خوف سے پہاڑوں یا جنگلوں جائیں گے، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ اہل عالم کا حال ایسا ہوگا کہ اسلام پر عمل کرنا مشکل ہوجائے گا، اس لیے بعض مسلمان آبادی سے الگ ہوجائیں گے۔تمام مسلمانوں کا یہ حال نہیں ہوگا۔شارحین احادیث کی عبارتوں سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

(۱۷)ہرعہد میں کثرت تعداد کا ثبوت

اسلاف کرام نے''السوادالاعظم'' کا مفہوم کثیرالتعداد جماعت بتایا۔ماضی قریب میں امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)،صدرالشریعہ علامہ امجدعلی اعظمی (۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء)، حافظ ملت محدث عبدالعزیز مرادآبادی (۱۸۹۴ء-۱۹۷۶ء) نے بھی یہی مفہوم بتایا، اورفرمایا کہ عہد رسالت سے آج تک اہل سنت کثیر التعداد رہے ہیں۔حافظ ملت کی وفات کو قریباً بیالیس

گذرے ہیں۔عہد حاضر میں بھی اہل سنت و جماعت کثیر التعداد ہیں۔

مسلمان قرب قیامت بھی کثیر التعداد ہوں گے۔حدیث نبوی میں اس عہد کے مومنین کی کثرت تعداد کا ذکر آیا ہے۔اس حدیث میں اس جنگ کی جانب اشارہ ہے، جو حضرت امام مہدی کے زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ لڑی جائے گی،جس میں نصاریٰ اسی جھنڈے لے کر آئیں گے،اور ہر جھنڈا کے تحت بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں سب مومن اور اہل سنت ہی ہوں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ عہد مسیح کے بعد بھی بقائے اسلام تک اہل سنت و جماعت کثرت تعداد کے ساتھ باقی رہیں گے،کیونکہ ہمارے پاس مذہب حق کے کثیر التعداد ہونے کی دلیل موجود ہے۔قلیل التعداد ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں غور کیا جائے تو اسلوب کلام خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ کلام علیٰ سبیل الفرض والتقدیر وارد ہوا ہے،کیونکہ اصل حقائق اس کی موافقت نہیں کرتے،بلکہ حق یہی ہے کہ یہ قول اعمال سے متعلق ہے۔

(۱۸)اسلام پر عمل مشکل

(۱)﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:یُوْشِکُ اَنْ یَکُوْنَ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتَّبِعُ بِھَا شَغَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ﴾ (صحیح البخاری ج۲ص۱۰۵۰-مشکوٰۃ المصابیح ص۴۶۲)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔عنقریب مسلمان کا اچھا مال بکریاں ہوں گی،اسے لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں میں جائے گا۔وہ فتنوں(کے خوف) سے اپنے دین کو لے کر بھاگے گا(تاکہ اس کا دین و مذہب فتنوں سے محفوظ ہو جائے)

(۲)﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَا لِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:یَاتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ﴾

(جامع الترمذی ج۲ص۵۲)

(جامع الترمذی ج۲ص۵۲)

﴿ت﴾ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے درمیان اپنے دین پر صبر کرنے والا آگ کا انگارہ پکڑنے والے کی طرح ہوگا۔

توضیح: محررہ بالا احادیث طیبہ میں اسلوب کلام پر غور کیا جائے، صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس عہد میں بھی مومنین فرد واحد میں منحصر نہ ہوں گے۔اب ابن مسعود کا قول کس عہد سے متعلق ہے؟ یقیناً ان کا قول فرض وتقدیر کے طور پر وارد ہوا ہے، یا پھر اعمال سے متعلق وارد ہوا ہے۔

(۳)﴿فان من ورائكم اياما، الصبر فيهن مثل القبض على الجمر -للعامل فيهن مثل أجر خمسين رجلا يعملون مثل عملكم-قال عبد الله بن المبارك: وزادني غير عتبة: قيل يا رسول الله ! اجر خمسين منا او منهم؟ قال: بل اجر خمسين منكم﴾ (سنن ترمذی ج۲ باب سورۃ المائدۃ-سنن ابی داؤد باب الامر والنہی-حلیۃ الاولیاء ج۲ص۳۰-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۱۰ص۹۱-شعب الایمان للبیہقی ج۷ص۱۲۷-صحیح ابن حبان ج۲ص۱۰۸-کنز العمال ج۳ص۱۴۴)

﴿ت﴾ حضرت ابوثعلبہ خشنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا..................اس لیے کہ تمہارے بعد کچھ ایسے زمانے ہیں کہ ان میں صبر کرنا ہاتھ میں انگارہ پکڑنے کی طرح ہوگا۔ان زمانوں میں عمل کرنے والوں کو پچاس آدمی کی طرح اجر دیا جائے گا، جو تمہاری طرح عمل کریں۔محدث عبد اللہ بن مبارک نے کہا: مجھے عتبہ کے علاوہ راوی نے (روایت میں) اضافہ کیا کہ دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم میں سے پچاس آدمی کا اجر (دیا جائے گا)، یا ان میں کے پچاس کا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ تم میں کے پچاس آدمی کا اجر (دیا جائے گا)۔

(۱۹) حجاز کی طرف اہل ایمان کی ہجرت

(۱)﴿عَنْ عَمْرِوبْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الدِّيْنَ

لَیَـارِزُ اِلَـی الْحِجَازِ کَمَا تَارِزُ الْحَیَّۃُ اِلٰی حُجْرِھَا وَلَیَعْقِلَنَّ الدِّیْنُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْاُرْوِیَّۃِ مِـنْ رَأسِ الْـجَبَلِ۔اِنَّ الدِّیْنَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ،فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ﴾

(جامع الترمذی ج۲ص ۸۷-مشکوٰۃ المصابیح ص۳۰)

﴿ت﴾ حضور اقدس سید عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین اسلام حجاز کی طرف سمٹ جائے گا، جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹ کر چلا جاتا ہے،اور دین اسلام حجاز میں پناہ لے گا، جیسے کہ پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی ہے۔بے شک دین اسلام اجنبی شکل میں شروع ہوا،اور(اخیر زمانے میں)ویساہی ہو جائے گا جیسا شروع ہوا،پس غربا(دین اسلام پر قائم رہنے والے لوگ)کے لیے اچھائی ہے،اور یہ وہ لوگ ہیں جو میری اس سنت کی اصلاح کرنے والے ہیں،جس سنت میں میرے بعد لوگوں نے فساد پیدا کر دیا ہو۔

(۲)﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَارِزُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کَمَا تَارِزُ الْحَیَّۃُ اِلٰی حُجْرِھَا﴾(صحیح بخاری ج اص۱۵۲)

﴿ت﴾ حضور اقدس سید دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین اسلام مدینہ منورہ کی طرف سمٹ جائے گا، جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹ کر چلا جاتا ہے۔

توضیح: مرقومہ بالا احادیث طیبہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد میں بھی مسلمان ایک فرد میں منحصر نہیں ہوگا، بلکہ مسلمانوں کی ایک تعداد ہوگی۔

(۲۰)علوم دینیہ کی قلت

(۱)﴿عَنْ سَلَامَۃَ بِنْتِ الْحُرِّ اُخْتِ خَرَشَۃَ قَالَتْ:سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: یَاتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَقُوْمُوْنَ سَاعَۃً لَایَجِدُوْنَ اِمَامًا یُصَلِّیْ بِھِمْ﴾

(سنن ابن ماجہ ص ۷۰)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ

لوگ گھنٹہ بھرانتظار کرتے رہیں گے، لیکن کوئی امام نہ پائیں گے جو انہیں نماز پڑھائے۔

(۲)﴿عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: يُدْرَسُ الْاِسْلَامُ كَمَا يُدْرَسُ وَشْئُ الثَّوْبِ، حَتّٰى لَايَدْرِىْ مَاصِيَامٌ وَلَاصَلٰوةٌ وَلَا نُسُكٌ وَ لَا صَدَقَةٌ، وَلَيُسْرٰى عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِىْ لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقٰى فِى الْاَرْضِ مِنْهُ اٰيَةٌ وَ تَبْقٰى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْعَجُوْزُ يَقُوْلُوْنَ: اَدْرَكْنَا اٰبَائَنَا عَلٰى هٰذِهِ الْكَلِمَةِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَنَحْنُ نَقُوْلُهَا — الحديث﴾ (سنن ابن ماجہ باب اشراط الساعہ)

﴿ت﴾ حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام ایسا پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑے کی سلائی پرانی ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ یہ جاننے والے بھی نہ رہیں گے کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ کیا چیز ہے، اور قرآن ایک رات میں ایسا غائب ہو جائے گا کہ اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، اور مسلمانوں کے چند گروہ باقی رہ جائیں گے، جن میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو یہ کلمہ کہتے سنا تھا — "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" — اور ہم بھی یہ کہا کرتے ہیں۔

(۲۰) موت کی ہوا سے مسلمانوں کا خاتمہ

(۱)﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ رِيْحًا مِنَ الْيَمَنِ اَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيْرِ فَلَا تَدَعُ اَحَدًا فِىْ قَلْبِهٖ — قَالَ اَبُوْعَلْقَمَةَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ﴾ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۵)

﴿ت﴾ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یمن سے ریشم سے زیادہ نرم ایک ہوا بھیجے گا کہ وہ ہوا جس کے دل میں (بروایت ابی علقمہ) دانہ برابر اور (بروایت عبدالعزیز) ذرہ برابر ایمان ہوگا، اسے موت سے ہمکنار کرے گی۔

(۲)﴿......ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ اَوْاِيْمَانٍ اِلَّاقَبَضَتْهُ — الحديث﴾

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۲)

〈ت〉 پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، پس جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا، اسے باقی نہ چھوڑے گی۔

توضیح: مرقومہ بالا احادیث مقدسہ میں اسلوب کلام پر غور کیا جائے۔ اس میں اسلام کے بالکل آخری عہد کا بیان ہے۔ اسلوب کلام بتا رہا ہے کہ اس عہد میں بھی مومنین فرد واحد میں منحصر نہ ہوں گے۔ اب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کس عہد سے متعلق ہے؟ یقیناً ان کا قول تجویز محض کے طور پر وارد ہوا، یا پھر اعمال سے متعلق ہے۔

(۲۱) قیامت صرف کفار پر

(۱) ﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ﴾ (صحیح مسلم ج ۲ ابواب الفتن)

〈ت〉 حضور اقدس شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت صرف برے لوگوں پر قائم ہوگی۔

(۲) ﴿عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ﴾ (صحیح مسلم ج ۲ ابواب الفتن)

〈ت〉 حضور اقدس رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت اس وقت قائم ہوگی، جب زمین میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے۔

(۳) ﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَقُوْلُ اَللّٰه اَللّٰه﴾ (صحیح مسلم ج ۲ ابواب الفتن)

〈ت〉 حضور اقدس تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہو۔

توضیح: محررہ بالا احادیث طیبہ کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت صرف کافروں پر قائم ہوگی۔ تمام

مومنین قیامت سے پہلے ہی وفات پا جائیں گے۔ ملک شام سے چلنے والی ٹھنڈی ہوا کے سبب باقی ماندہ تمام مسلمین ایک ہی ساتھ وفات پا جائیں گے، جیسا کہ گذرا۔

کیا دجال کے بعد بھی گمراہ فرقہ ہوگا؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث مبارک میں صریح لفظوں میں فرمایا کہ خوارج کا آخری طبقہ دجال کے ساتھ ہوگا۔ جب یہ آخری طبقہ ہے تو اس کے بعد خوارج نہیں ہوں گے۔ اب خوارج کے علاوہ کوئی دوسرا گمراہ فرقہ ہوگا یا نہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔

حدیث شریف میں یہ ضرور آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں سب مسلمان ہوں گے، اور جب مطلق مسلمان کہا جائے تو اس سے ''ما انا علیہ واصحابی'' پر عمل پیرا مسلمان یعنی صحیح العقیدہ اہل سنت وجماعت مراد ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اگر گمراہ لوگ ہوں بھی تو گمرہوں کے کثیر التعداد ہونے کی کوئی روایت موجود نہیں اور اہل سنت کے کثیر التعداد ہونے کی روایتیں کسی زمانہ سے مقید نہیں، بلکہ مطلق ہیں، پس ہمیشہ اہل سنت وجماعت کثیر التعداد ہوں گے۔ ہاں، متعدد حدیثوں سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قرب قیامت اسلامی احکام پر عمل کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اسی سبب سے اس زمانہ میں عمل کرنے والوں کا ثواب زیادہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

باب چہارم

قول نعیم بن حماد کی تحقیق و تنقیح

(۱) جرح وتعدیل

اقول وباللّٰہ التوفیق: اولاً نعیم بن حماد سے متعلق اصحاب جرح وتعدیل کے اقوال تحریر کیے جاتے ہیں۔نعیم بن حماد بن معاویہ بن حارث خزاعی مروزی مصری (م ۲۲۹ھ) امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔روایت حدیث کے باب میں نا قابل اعتماد ہیں۔جس حدیث کی سند میں نعیم بن حماد آ جائیں، وہ حدیث ان کی وجہ سے ضعیف قرار دی جاتی ہے۔یہ منکر الحدیث ہیں اور احادیث بھی گڑھ لیا کرتے تھے۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں زبان طعن دراز کرتے،اور جھوٹی کہانیاں گڑھتے۔

(۱)امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعیم بن حماد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

''طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے۔یہ اگرچہ فقیہ وفرائض داں تھا،مگر حدیثی حالت میں یحییٰ سے بھی بدتر ہے۔تقریب میں کہا''صدوق یخطئ کثیراً''(سچا ہے مگر خطا بہت کرتا ہے) یہاں تک کہ ابوالفتح ازدی نے کہا۔حدیثیں اپنے جی سے گھڑتا ہے،اور امام ابوحنیفہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو،مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ ومیزان الاعتدال دونوں میں اس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف امامت منکر الحدیث ہے، قابل احتجاج نہیں۔جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے،نہ بطور حجیت۔

امام جلال الدین سیوطی''ذیل اللآلی''میں اس کی حدیث''اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَنْزِلَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا نَزَلَ عَنْ عَرْشِہٖ بِذَاتِہٖ''(جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اترنا چاہتا ہے تو بذاتہ عرش سے اتر آتا ہے)ذکر کرکے فرماتے ہیں۔

"اتعبنا نعيم بن حماد من كثرة ما ياتی بهذه الطامات،وكم ندرؤ عنه وعن الطرطوسی الراوی عنه؟ فلا ادری،البلاء فی الحديث منه اومن شيخه نعيم-

ا۵:ملخصًا" یعنی نعیم بن حماد اس کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے۔کہاں تک اس کا اور اس کے شاگرد طرطوسی کا بچاؤ کریں۔مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بلا اس کی طرف سے آئی یا اس کے استاد نعیم سے"۔(فتاویٰ رضویہ ج۵ص ۲۶۵-جامعہ نظامیہ لاہور)

(۲) محدث ابن جوزی حنبلی (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ) نے نعیم بن حماد کے بارے میں لکھا۔

﴿قال ابو الفتح الازدی قالوا:یضع الحديث فی تقوية السنة وحكايات مزورة فی ثلب ابی حنيفة كلها كذب﴾

(الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج۳ص۱۶۴-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾امام ابو الفتح ازدی نے فرمایا کہ نعیم بن حماد سنت کی تقویت کے لیے حدیث گڑھتا،اور امام ابوحنیفہ کی عیب جوئی میں جھوٹی حکایتیں گڑھتا۔وہ سب جھوٹی ہوتیں۔

(۳)﴿قال النسائی:ليس بثقة-وقال الدارقطنی: كثير الوهم﴾

(الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج۳ص۱۶۴-دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾امام نسائی (۲۱۵ھ-۳۰۳ھ) نے فرمایا کہ نعیم بن حماد ثقہ نہیں ہے،اور محدث دار قطنی (۳۰۶ھ-۳۸۵ھ) نے کہا کہ کثیر الوہم ہے۔

(۴) امام الجرح والتعدیل حافظ ابن عدی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) نے لکھا۔

﴿كان يضع الحديث فی تقوية السنة وحكايات عن العلماء فی ثلب ابی حنيفة مزورة كذب﴾(الکامل فی ضعفاء الرجال ج۷ص۱۶،ج۸ص۲۵۱)

﴿ت﴾ نعیم بن حماد سنت کی تقویت کے لیے حدیث وضع کرتا،اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طعن وعیب جوئی میں علما کی جھوٹی حکایات گڑھتا۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا۔

﴿قال النسائی:ضعيف-وقال غيره:كان يضع الحديث فی تقوية السنة و

حکایات فی ثلب ابی حنیفة کلها کذب﴾ (تہذیب التہذیب ج۱۰ص۴۱۲)

〈ت〉امام نسائی نے فرمایا کہ نعیم بن حماد ضعیف ہے۔وہ سنت کی تقویت کے لیے حدیث گڑھتا، اورامام ابوحنیفہ کی عیب جوئی میں حکایتیں گڑھتا۔وہ سب جھوٹی ہوتیں۔

(۲)اسناد خطیب بغدادی

(۱)﴿انا محمد بن الحسن بن محمد المتوثی انا ابو الحسین احمد بن عثمان بن یحی الأدمی نا ابویحی الزعفرانی جعفربن محمد نا عبد السلام بن صالح نا حسین الاشقر نا ابواسحق الفزاری (۲)وانا ابوعبد اللّٰہ احمد بن احمد بن محمد بن علی السیبی نا ابوالقا سم الحسن بن انس بن عثمان الانصاری بقصرابن هبیرة نا احمد بن حمدان العسکری نا اسحٰق بن ابراهیم نا الولید بن مسلم کلاهما عن الاوزاعی عن حسان بن عطیة عن ابن سابط–زاد السیبی–عبد الرحمٰن–ثم اتفقا عن عمروبن میمون عن ابن مسعود قال: الجماعة الکتاب والسنة وان کنت وحدک،وفی حدیث السیبی عن عبد اللّٰہ قال:الجما عة اهل الحق وان کنت وحدک﴾

(الفقیہ والمتفقہ ج۲ص۸۱–دارابن الجوزی سعودیہ عربیہ)

توضیح: ابواسحاق فزاری اورولید بن مسلم نے امام اوزاعی کی سند سے روایت کیا۔روایت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جماعت کتاب اورسنت ہے،گرچہ تم تنہارہو۔سیبی کی روایت میں ہے کہ جماعت اہل حق ہے،گرچہ تم تنہارہو۔

(۳)﴿انا القاضی ابوبکر الحیری نا ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم نا ابوعلی الحسن بن اسحق بن یزید العطار بغد ادی نا عمر یعنی ابن شبیب المسلی نا عثمان بن ثوبان عن ابیه قال قال ابراهیم النخعی:الجماعة هوالحق وان کنت وحدک﴾(الفقیہ والمتفقہ ج۲ص۸۱–دارابن الجوزی سعودیہ عربیہ)

﴿ت﴾ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جماعت، حق ہے، گرچہ تم تنہا رہو۔

توضیح: حضرت ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں سے ہیں، اس لیے امام نخعی کا قول دراصل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ماخوذ ہے۔

(۳) روایت بالمعنٰی کے سبب غلط فہمیاں

امام اہل سنت نے لکھا۔ ''احادیث مرویہ بالمعنٰی صحیحین وغیرہما صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع واجزا وغیرہا میں دیکھیے۔ صدہا مثالیں اس کی پائیے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنٰی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں۔ کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے، ولہٰذا امام الشان ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں۔ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے، اس کی حقیقت نہ پہچانتے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۳۴ - رضا اکیڈمی ممبئی)

(۴) مقطوع القصہ روایت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بعض کتابوں میں مقطوع القصہ ہو کر مروی ہوا، اسی وجہ سے اس کی تشریح میں مشکل درپیش ہوئی۔ ان کا قول اعمال سے متعلق وارد ہوا ہے کہ اگر کسی حکم شرع پر لوگ عمل کرنا ترک کر دیں تو تم بھی ان کی پیروی میں اس عمل کو ترک نہ کرو، بلکہ حکم شرع پر عمل کرتے رہو، جیسے عہد حاضر میں اکثر مسلمان بے ریش ہیں تو دیگر مسلمانوں کے لیے حلق ریش کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا، اور حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ''اتبعوا السواد الاعظم'' اور ''علیکم بالجماعۃ'' عقائد سے متعلق ہے، یعنی جس عقیدہ پر مسلمانوں کا بڑا طبقہ ہو، اسی عقیدہ پر قائم رہو۔

ذیل میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول نقل کیا جاتا ہے، اس کے راوی اور شارح نعیم بن حماد ہیں۔ نعیم بن حماد کے قول کو بعض لوگوں نے ایک مستقل قول سمجھ لیا، اور مفہوم میں پیچیدگی پیدا

ہوگئی، اور غلط فہمی کا سلسلہ دراز ہوا۔

(۱) امام لا لکائی: ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور طبری رازی شافعی (م ۴۱۸ھ - ۱۰۲۷ء)

نے لکھا:﴿اخبرنا علی بن عمربن ابراھیم قال حدثنا محمد بن عبد اللّٰہ بن عتاب قال حدثنا عبید بن شریک قال حدثنا نعیم یعنی ابن حماد قال حدثنا ابراھیم بن محمد الفزاری قال حدثنا الاوزاعی عن حسان بن عطیة عن عبد الرحمٰن بن سابط عن عمروبن میمون قال قدم علینا معاذ بن جبل علٰی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فوقع حبہ فی قلبی فلزمتہ حتّٰی واریتہ فی التراب بالشام، ثم لزمت افقہ الناس بعدہ عبد اللّٰہ بن مسعود فذکریومًا عندہ تاخیر الصلٰوۃ عن وقتھا—فقال صلوھا فی بیوتکم واجعلوا صلاتکم معھم سبحةً—قال عمرو بن میمون—فقیل لعبد اللّٰہ بن مسعود: کیف لنا بالجماعة؟فقال لی:یا عمرو بن میمون! ان جمھور الجماعة ھی التی تفارق الجماعة،انما الجماعة ما وافق طاعة اللّٰہ وان کنت وحدک﴾

(اعتقاد اہل السنۃ لابی القاسم اللالکائی ج ا ص ۱۰۹ - دار طیبہ ریاض)

﴿ت﴾ حضرت عمرو بن میمون نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل تشریف لائے تو میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہوگئی تو میں نے ان کی صحبت اختیار کرلی، یہاں تک کہ میں نے انہیں ملک شام میں مٹی میں چھپا دیا (یعنی بعد وفات ملک شام میں ان کو دفن کردیا)، پھر میں نے ان کے بعد لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کرلی، پس ایک دن ان کے پاس نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے ادا کرنے کا تذکرہ ہوا (یعنی مساجد میں نماز کی جماعت وقت مستحب کے بعد ہوتی ہے) تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں نماز ادا کرلو، اور جماعت کے ساتھ اپنی نماز کو نفل بنالو (یعنی جماعت کے ساتھ بھی نماز ادا کرو۔ وہ تمہارے لیے نفل نماز ہوگی) عمرو بن میمون نے کہا کہ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ان کا جواب سن کر)

سوال کیا گیا کہ ہمارے لیے جماعت کا اتباع کیسے ہوگا؟ (جبکہ ہم اکیلے نماز پڑھ لیں گے)، پس حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا۔اے عمرو بن میمون! جمہور جماعت وہی ہے جو جماعت (کے قانون) سے جدا ہو رہی ہے (یعنی جماعت مسلمین کے لیے جو نماز کا وقت تھا، اسے ترک کر کے غیر مستحب وقت میں نماز ادا کی جارہی ہے) جماعت وہ ہے جو اللہ کی طاعت کے موافق ہو، گرچہ تم ایک ہی رہو۔

توضیح: حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ جماعت کے لقب سے ملقب ہونے کا صحیح حقدار وہی ہے جو اللہ کی طاعت وفرماں برداری میں رہے، گرچہ ایک ہی آدمی ایسی صفت کا ہو۔ایسا نہیں کہ تاخیر نماز کی وجہ سے سب لوگ جماعت یعنی مذہب اہل سنت وجماعت سے خارج ہو گئے۔اس فرمان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقت پر گھر میں نماز ادا کرنے کو کہا اور نماز کی جماعت میں بھی حاضر ہونے کہا، تاکہ اہل جماعت کی مخالفت نہ ہو، اور شریعت پر بھی عمل ہو جائے یعنی وقت پر نماز کی ادائیگی بھی ہو جائے، اور جماعت کی حاضری بھی ہو جائے۔

چونکہ اس زمانے میں جماعت کے امام امرا وحکام ہوا کرتے تھے، اور وہ اپنی کثرت مشغولیت کی وجہ سے مسجد میں تاخیر سے حاضر ہوتے تھے، اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا مشورہ دیا، اور جماعت مسلمین ہی کو جماعت قرار دیا۔انہوں نے فرمایا۔ ''ان جمہور الجماعۃ ہی التی تفارق الجماعۃ''۔اس جملہ میں انہوں نے جماعت کو جماعت ہی تسلیم کیا۔وقت مستحب پر نماز کی ادائیگی نہ کرنے کے سبب ان پر ناراضگی ظاہر فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے الفاظ کو بغور دیکھا جائے۔یہ روایت مزید آنے والی ہے۔ ہر روایت میں الفاظ پر غور کیا جائے۔ہاں، ان کے قول سے یہ ضرور ہوتا ہے کہ جماعت مسلمین حکم خداوندی کے عدم اطاعت کی وجہ سے جماعت کا لقب پانے کا مستحق نہیں، اور اگر ایک ہی آدمی طاعت کی راہ پر ہو تو وہی اس لقب کا حقدار ہے۔یہ الفاظ جماعت کے عدم طاعت کی وجہ سے اظہار ناراضگی کے طور پر صادر ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے جماعت مسلمین کے جماعت نہ ہونے کا فیصلہ صادر نہیں فرمایا، بلکہ اسے جماعت ہی سے تعبیر کیا۔حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی ہیں۔ترک مستحب بھی صحابہ کرام کو ناگوار گذرتا تھا۔حضرت عبداللہ بن مسعود کی زبان سے جو الفاظ صادر ہوئے، وہ محض زجر وتوبیخ کے طور پر صادر ہوئے، ورنہ مسلمانوں کی اس حالت سے واقف ہونے کے باوجود انہوں نے اسے جماعت مسلمین تسلیم کیا،اسی لیے اپنے ارباب صحبت کو مسجد میں جماعت کی نماز میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔اگر جماعت سے ان کو خارج سمجھتے تو ان کی جماعت میں شریک ہوکر نماز ادا کرنے کا حکم نہیں فرماتے، بلکہ ان سے دور ہو جانے کا حکم فرماتے۔ذیل کے فرمان میں عبداللہ بن مسعود نے امور خیر میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہنے کی ترغیب فرمائی ہے۔

(۲)﴿اخبرنا احمد بن عبید قال اخبرنا علی بن عبد اللّٰہ بن مبشر قال حدثنا عبد الحمید بن بیان قال اخبرنا محمد بن یزید عن اسماعیل بن ابی خالد عن ثابت بن قطبة قال سمعت ابن مسعود وهو يخطب وهو يقول:يا ايها الناس! عليكم بالطاعة والجماعة،فانهما السبيل فى الاصل الٰى حبل اللّٰه الذى امر به وان ما تكرهون فى الجماعة خير مما تحبون فى الفرقة﴾ .

(اعتقاد اہل السنۃ للالکائی ج۱ص ۱۰۸)

﴿ت﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیتے ہوئے فرمارہے تھے۔اے لوگو! تمہارے لیے طاعت اور جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے،اس لیے کہ حقیقت میں یہی دونوں ''حبل اللہ'' کا راستہ ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا،اور جو کچھ تم جماعت میں ناپسند کرتے ہو، اس سے بہتر ہے جسے تم تنہائی میں پسند کرتے ہو۔

توضیح: رب تعالیٰ نے فرمایا﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (سورہ آل عمران: آیت۱۰۳)اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور فرقوں میں نہ بٹ جانا۔حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حبل اللہ تک جانے کا راستہ،رب تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طاعت اور جماعت مومنین کی معیت ہے۔ان دونوں کو ترک نہ کرنا۔اس قول سے

یہی سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت ابن مسعود کے یہاں بھی جماعت مسلمین حقانیت کی دلیل ہے۔

خیال رہے کہ ایسے مواقع پر جماعت سے مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت مراد ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے گمراہ فرقوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں خوارج کا بھی ایک گروہ تھا، جس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ فرمایا، اور انہیں گمراہ فرقہ قرار دیا، لیکن عامۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتقاد پر تھے، پس اس طرح گمرہوں کی بھی جماعت ہوگی۔ حق و باطل جماعت میں وجہ امتیاز تعداد کی کثرت وقلت ہے۔ کثرت تعداد حقانیت کا معیار اور مذہب حق کی شناخت کا ذریعہ ہے۔

(۳) نعیم بن حماد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تشریح کی، اور اس تشریح کو بعض نے ایک مستقل قول سمجھ لیا۔ ذیل کی روایت میں متن وشرح یکجا ہیں۔

حافظ جمال الدین مزی (۶۵۴ھ-۷۴۲ھ) نے لکھا: ﴿قال الاوزاعی عن حسان بن عطية عن عبد الرحمن بن سابط عن عمرو بن ميمون الْاَوْدِیِّ قدم علينا معاذ اليمن رسول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من الشحر رافعًا صوته بالتكبير اجش الصوت، فالقيت عليه محبتی فما فارقته حتّٰی حثوت عليه من التراب بالشام ميتًا، ثم نظرت الٰی افقه الناس بعده فاتيت عبد اللّٰه بن مسعود فسمعته يقول: عليكم بالجماعة فان يد اللّٰه على الجماعة- ويرغب فی الجماعة ثم سمعته يومًا من الايام وهو يقول: سيلی عليكم ولاةٌ يؤخرون الصلٰوة عن مواقيتها فصلوا الصلٰوة لميقاتها فهی الفريضة وصلوا معهم فانها لكم نافلة- قال، قلت: يا اصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم! ما ادری، ما تحدثونا؟ قال: وما ذاک؟ قلت: تَامُرُنِیْ بِالْجَمَاعَةِ وَتَحُضُّنِیْ عَلَيْهَا ثم تقول لی: صَلِّ الصَّلٰوةَ وَحْدَکَ وهی الفريضة وصَلِّ مع الجماعة وهی نافلةٌ- قال: يا عمرو بن ميمون! قد كنت اظنک من افقه هذه القرية، تدری ما الجماعة؟ قال- قلت: لا- قال: ان جمهور الجماعة الذين فارقوا الجماعة- الجماعة ما وافق الحق وان كنت

وحدک–وفی روایة قال:ویحک ان جمهور الناس فارقوا الجماعة–ان الجماعة ما وافق طاعة اللّٰہ عزوجل–قال حمید بن زنجویه–قال نعیم بن حماد فی هذا الحدیث: یعنی اذا فسدت الجماعة فعلیک بما کانت علیه الجماعة قبل ان تفسد–وان کنت وحدک فانک انت الجماعة حینئذ﴾

(تہذیب الکمال ج۲۲ص۲۶۴-مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

﴿ت﴾حضرت عمرو بن میمون اَودِی سے روایت ہے کہ ہمارے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرستادہ بن کر مقام شحر سے اپنی کرخت آواز سے تکبیر کہتے ہوئے یمن تشریف لائے، پس میں ان پر فریفتہ ہو گیا تو میں ان سے جدائی اختیار نہ کیا، یہاں تک کہ میں نے ملک شام میں ان کے جنازہ کو دفن کیا، پھر میں ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ فقہ جاننے والے کی طرف نظر کیا تو میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پس میں نے انہیں فرماتے سنا۔تم لوگوں کو جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا لازم ہے،اور وہ جماعت مسلمین کے ساتھ رہنے کی ترغیب دیتے۔

پھر میں نے ایک دن ان کو سنا،اور وہ فرما رہے تھے کہ عنقریب تمہارے کچھ ایسے حکمراں ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے ،پس تم لوگ نماز کو اس کے وقت (مستحب وقت) پر ادا کرلو،اور یہ فرض نماز ہوگی،اور جماعت کے ساتھ (مساجد میں) نماز ادا کر لو تو یہ تمہارے لیے نفل نماز ہوگی۔حضرت عمرو بن میمون (م۷۵ھ) نے کہا کہ میں نے عرض کیا ۔اے اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے معلوم نہیں پڑتا،آپ حضرات کیا ہمیں بتاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔اور وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔آپ ہمیں جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیتے ہیں اور اس پر ابھارتے ہیں، پھر آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تنہا نماز ادا کرلو،اور یہ فرض ہو گی،اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلو،اور وہ نفل ہوگی۔

عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔اے عمرو بن میمون! تجھے معلوم ہے کہ جماعت کیا ہے؟ (یعنی جماعت کے اوصاف کیا ہیں۔جماعت کی حقیقت کے بارے میں یہ سوال نہیں ہے،جیسا کہ ابن

مسعود کے جواب سے ظاہر ہوجائے گا) میں نے کہا: نہیں۔انہوں نے فرمایا کہ جمہور اہل جماعت وہ ہیں جنہوں نے جماعت کو چھوڑ دیا (یعنی جماعت کے قانون پر عمل کو ترک کر دیا)۔ جماعت وہ ہے جو حق کے موافق ہو (اور نماز کو وقت مستحب سے مؤخر کر کے ادا کرنا طریق حق نہیں، بلکہ باطل طریقہ ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا۔تعجب ہے تجھ پر، تمام لوگ جماعت (کے قانون) سے جدا ہوگئے ۔جماعت وہ ہے جو اللہ کی طاعت کے موافق ہو۔حمید بن زنجویہ (م ۲۵۱ھ) نے کہا کہ نعیم بن حماد (م ۲۲۹ھ) نے اس قول کی تشریح میں کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مراد یہ ہے کہ (بالفرض) جب جماعت فاسد ہوجائے (غلط راہ پر چل پڑے) تو تم اسی طریقے پر رہو، جماعت جس طریقے پر فاسد ہونے سے پہلے تھی، اگرچہ تم اکیلے رہو،اس لیے کہ تم ہی اس وقت جماعت ہو۔

(۵) نعیم بن حماد کا قانونی تسامح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''اِنْ'' شرطیہ کا استعمال فرمایا تھا،اور نعیم بن حماد (م ۲۲۹ھ) نے تشریح میں ''اِذَا'' کا استعمال کیا۔''اِنْ'' فرض وتقدیر کو بتاتا ہے،اور''اِذَا'' وقوع کو بتاتا ہے۔یہ ایک علمی تسامح ہے۔اس سے غلط فہمی ہوسکتی ہے،اور بہت ممکن ہے کہ اسی وجہ سے بعض اہل علم کشمکش میں مبتلا ہوئے ہوں،اور یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ کبھی اہل حق کی تعداد ایک فرد میں بھی منحصر ہوسکتی ہے، نیز اگر بفرض محال ایک فرد میں بھی انحصار مان لیا جائے تو بھی سواد اعظم کا قلیل التعداد ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ عبداللہ بن مسعود کا یہ قول اعمال سے متعلق ہے۔اس کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ بعض عہد میں طاعت شعار مومن کی تعداد ایک فرد میں منحصر ہونا ممکن ہے،لیکن اعتقادی طور پر اہل حق ایک کی تعداد میں منحصر ہوجائے۔برسبیل فرض وتقدیر بھی ان روایتوں میں ایسا نہیں بتایا گیا، پھر حقیقت میں ایک فرد میں انحصار کیونکر ہوسکتا ہے؟ ایسا ماننے پر سواد اعظم کے مفہوم پر متعدد سوالات اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(۱) شیخ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی (۶۶۶ھ-۷۳۹ھ) نے لکھا۔

﴿ان واذا للشرط فی الاستقبال،لکن اصل ''ان''عدم الجزم بوقوع الشرط و اصل ''اذا''الجزم بوقوعه﴾ (تلخیص المفتاح ص- جامعہ اشرفیہ مبارکپور)

﴿ت﴾ان اوراذا مستقبل میں شرط کے لیے ہے،لیکن ان کی اصل شرط کے وقوع کا عدم تیقن ہے، اوراذا کی اصل شرط کے وقوع کا یقینی ہونا ہے۔

(۶) قول نعیم بن حماد کا ماخذ

نعیم بن حماد کے قول کا اصل ماخذ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کا فرمان اعمال سے متعلق ہے تو نعیم بن حماد کا قول بھی اعمال تک محدود رہے گا ،اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کبھی جماعت مسلمین کی اکثریت بے عملی کا شکار ہو سکتی ہے،جیسا کہ عہد حاضر میں نمازیوں کی تعداد کم ہے،اور بے نمازی مسلمان کثیر تعداد میں ہیں ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے وقت پر نماز ادا کرنے کا حکم تھا،اس عملی حکم کو ترک کر کے وہ تاخیر سے نماز ادا کرتے ہیں، اس لیے تم لوگ وقت مستحب پر گھروں میں نماز ادا کرلو۔

اگر عبداللہ بن مسعود کے قول کو باب اعمال سے متعلق نہ مانا جائے تو ''ان جمہور الناس فارقوا الجماعۃ'' حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''لا تجتمع امتی علی الضلالۃ'' کے معارض ہوگا،اور قول ابن مسعود اخبار آحاد میں سے ہے ،اور قول صحابی ہے،اور جمہور مسلمین کے عدم ضلالت سے متعلق احادیث نبویہ کا مجموعہ تواتر معنوی کی حد تک جا پہنچتا ہے،اور اس نوع کی احادیث میں امت سے ''سواد اعظم'' یعنی امت اجابت مراد ہے،نہ کہ امت دعوت ، کیونکہ وہ گمرہی یا کفر میں مبتلا ہونے کے سبب ہی سواد اعظم سے خارج ہوتی ہے، پس سواد اعظم گمرہی پر مجتمع نہیں ہوسکتا۔ ہاں، فسق عملی میں اہل حق کی کثیر تعداد کا مبتلا ہونا ممکن الوقوع ہے، جیسے آج ہمیں دیکھنے کو مل رہا ہے۔قریباً نصف امت یا اس سے بھی زائد حصہ فسق عملی سے متاثر ہے،یعنی تارک نماز ہیں۔

سواد اعظم کا ضلالت یعنی فسق اعتقادی میں مبتلا ہونا ممکن بالذات اور محال بالغیر ہے۔محال

بالغیر ہونے کی تفصیلی بحث باب چہارم میں مرقوم ہے۔

(۷) قول ابن مسعود کا پس منظر

(۱) امام بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) نے لکھا﴿عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ -اَخَّرَ الْوَلِیْدُ بْنُ عُقْبَةَ الصَّلٰوةَ بِالْکُوْفَةِ فَانْکَفَأَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰی مَجْلِسِهٖ وَاَنَا مَعَ اَبِیْ﴾ (التاریخ الاوسط ج ا ص ۵۲۶-التاریخ الصغیر ج ا ص ۹۹)

﴿ت﴾ قاسم بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے بیان کیا کہ ولید بن عقبہ حاکم کوفہ نے کوفہ میں نماز میں تاخیر کی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجلس کی طرف چلے گئے، اور میں (عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود) اپنے والد کے ساتھ تھا۔

توضیح: اس روایت نے بالکل واضح کر دیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا، وہ کوفہ کے حالات کے پیش نظر فرمایا۔ چونکہ امیر کوفہ ولید بن عقبہ تاخیر سے مسجد میں آتے۔ امیر وحاکم ہی اس زمانہ میں نماز کی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ امیر کے تاخیر سے آنے کے سبب جماعت بھی تاخیر سے ہوتی، اور لوگ بھی تاخیر سے مسجد میں آتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ سب لوگ جماعت کو چھوڑ چکے، یعنی جماعت مسلمین کے عمل (وقت مستحب پر نماز کی ادائیگی) کو ترک کر چکے۔ اس کا سبب امیر کوفہ تھے، کیونکہ اس عہد میں امیر شہر ہی نماز کی امامت کرتے تھے۔ جب امیر تاخیر سے مسجد آتے تو جماعت بھی تاخیر سے ہوتی۔ اسی تاخیر جماعت پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ قول فرمایا۔

گرچہ مسجد میں جماعت تاخیر سے ہوتی، لیکن محتاط حضرات وقت مستحب پر نماز ادا کر لیتے، پھر ولید بن عقبہ کی اقتدا میں بھی نماز ادا کر لیتے، تاکہ تفریق بین المسلمین نہ ہو سکے۔ قاضی عیاض مالکی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ایسا ہی لکھا ہے۔ تفصیل آنے والی ہے۔

(۲) محبّ الدین طبری (۶۱۵ھ-۶۹۴ھ) نے لکھا﴿ان ابن مسعود لما عزله عثمان من

الكوفة وولى الوليد بن عقبة ورأى صنيع الوليد فى جوره و ظلمه،فعاب ذلك عليه وجمع الناس بمسجد الكوفة وذكرلهم احداث عثمان ثم قال: ايها الناس! لتامرن بالمعروف ولتنهن عن المنكراوليسلطن اللّٰه عليكم شراركم،ثم يدعوخياركم فلا يستجاب لكم،وبلغه خبرنفى ابى ذر الى الربذة فقال فى خطبته بمحفل من اهل الكوفة:هل سمعتم قول اللّٰه تعالٰى﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ﴾وَعَرَّضَ بذلك لعثمان،فكتب الوليد بذلك الٰى عثمان فاشخصه من الكوفة﴾

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ص۲۳۳)

توضیح: مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوکوفہ کی ولایت سے معزول فرما کرولید بن عقبہ کوکوفہ کا والی بنا دیا،لیکن ولید بن عقبہ شرائط ولایت کو پوری نہ کر سکے،اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کوکوفہ کی مسجد میں جمع کر کے حالات بتائے، پھر بعض وجوہات کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن مسعودکو مدینہ منورہ واپس بلالیا،پس قول ابن مسعود میں حاکم کوفہ کی تاخیرنماز پرانہیں زجروتوبیخ ہے۔یہ قول ایک خاص امر سے متعلق ہے۔

چونکہ جماعت ہی تاخیر سے ہوتی تھی،اس لیے لوگ بھی تاخیر سے نماز پڑھتے۔اسی کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل جماعت،مسلمانوں کے طریق کارکوترک کردیئے۔یہاں اعتقادیات کا کوئی مسئلہ نہ تھا،پس جب ابن مسعود کے قول کا سبب معلوم ہوگیا تواب اس قول کواعتقادیات پرمحمول کرنا درست نہیں۔اگر ولید بن عقبہ اعتقادی طور پر جماعت مسلمین سے الگ ہوتے،یعنی گمراہ ہوتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود اپنے پیروکاروں کوان کی اقتدامیں نماز ادا کرنے کی ترغیب ہرگزنہیں دیتے۔

احادیث نبویہ میں جو جماعت اورسواداعظم کے طریق کواختیار کرنے کا حکم ہے، وہاں عقائد مراد ہیں۔مسائل فقہیہ مرادنہیں،جیسا کہ ماقبل میں تفصیل مرقوم ہوئی۔

(۸) قول ابن مسعود کا ماخذ ومبنیٰ

(۱)﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :سَتَكُوْنُ اُمَرَاءُ بَعْدِیْ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا–قُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !مَا يَصْنَعُ مَنْ اَدْرَكَهُمْ؟قَالَ صَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا،فَاِذَا حَضَرْتُمُ الصَّلٰوةَ فَصَلُّوْا﴾ (المعجم الکبیر للطبرانی ج۲۰ص۱۴۳-المعجم الاوسط للطبرانی ج۱ص۲۹۱)

(۲)﴿عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْيُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا؟ قَالَ قُلْتُ:فَمَا تَامُرُنِیْ؟قَالَ:صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا،فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ،فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ﴾ (صحیح مسلم ج۱:باب کراہیۃ تاخیر الصلوٰۃ)

(۳)﴿عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ:اِنَّ خَلِيْلِیْ اَوْصَانِیْ اَنْ اَسْمَعَ وَاُطِيْعَ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْاَطْرَافِ،وَاَنْ اُصَلِّیَ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا،فَاِنْ اَدْرَكْتَ الْقَوْمَ وَقَدْ صَلُّوْا كُنْتَ قَدْ اَحْرَزْتَ صَلٰوتَكَ وَاِلَّا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً﴾

(صحیح مسلم ج۱:باب کراہیۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتہا)

﴿م﴾مذکورہ بالا احادیث مقدسہ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعد کے زمانوں میں بعض ایسے امرا وحکام ہوں گے جو نماز کو تاخیر سے ادا کریں گے،پس مسلمانوں کو چاہئے کہ نماز کو اس کے مستحب وقت میں اپنے گھروں میں ادا کرلیں،اور اگر مسجد میں جماعت کی نماز مل جائے تو اس میں شریک ہوجائیں۔بعد والی نماز نفل ہوگی۔

توضیح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھروں میں صحیح وقت پر نماز کی ادائیگی کا حکم دیا، اور یہ کہ امرا وحکام کے خلاف مسلمانوں میں کسی طرح کا انتشار نہ پھیلایا جائے،تاکہ مسلمانوں کا اتحاد برقرار رہے۔حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا ماخذ اسی قسم کی احادیث ہیں،اور یہ سب احادیث اعمال سے متعلق ہیں،پس عبد اللہ ابن مسعود کا فرمان ''الجماعة ما

وافق الحق وان کنت وحدک'' بھی اعمال سے متعلق تسلیم کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا احادیث کا ماحصل جماعت کے اتحاد کو برقرار رکھنا ہے، نہ کہ اہل جماعت کو جماعت مسلمین سے خارج کرنا، پس لامحالہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کا بھی یہی مفہوم ہوگا ، جیسا کہ ابن مسعود نے بھی فرمایا کہ اہل جماعت، جماعت کو چھوڑ رہے ہیں، یعنی مسلمانوں کو وقت مستحب پر نماز کی ادائیگی کا جو عملی حکم تھا، اس سے روگردانی کرر ہے ہیں، اور عملی امور میں اگر جماعت مسلمین سے غفلت شعاری ہوتو قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق عمل ہوگا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درج ذیل قول میں صراحت ہے۔

''الجماعۃ الکتاب والسنۃ وان کنت وحدک'' (الفقیہ والمتفقہ ج۲ص۸۱)

اعتقادی امور میں جماعت مسلمین یعنی مسلمانوں کا سواداعظم کسی غلط عقیدہ کی طرف نہیں جاسکتا۔ یہ انتظام رب تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ الحاصل کسی عقیدہ پر سواداعظم کا اتفاق اس عقیدہ کی حقانیت کی دلیل ہوگی، اوراسی طرح فقہی مسائل میں بھی خطا پر امت کا اجماع محال ہے۔ ہاں، انفرادی طور پر کسی مجتہد سے خطا ممکن ہے، اوراس خطا پر بھی اسے ایک اجر ملے گا، اوراگر صحت کو پالے تو دو اجر عطا ہوگا۔ اعتقادی مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَا لَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ وَاَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ، وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ وَاَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ وَاحِدٌ﴾ (مشکوۃ المصابیح ص۳۲۴- صحیح بخاری ج۲ص۱۰۹۲- صحیح مسلم ج۲ص۷۶)

〈ت〉 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاکم فیصلہ کرے، اور وہ (حکم شرع کے بارے میں) اجتہاد کرے، اور درستگی کو پہونچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہے، اور جب فیصلہ کرے، اوراجتہاد کرے، پس خطا کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

(۹) امرا وحکام کی جانب سے نماز میں تاخیر

(۱) امام مناوی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا﴿فقد صح ان الحجاج وامیرہ الولید

كانوا يؤخرونها عن وقتها﴾ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۴ص۱۳۲)

﴿ت﴾ صحیح روایت ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی (م۹۵ھ) اور اس کے امیر ولید بن عبد الملک بن مروان (م۹۵ھ) وغیرہما نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے ادا کرتے تھے۔

توضیح: کثرت مشاغل کے سبب یہ لوگ نماز کو وقت اول یا وقت مستحب کے بعد ادا کرتے تھے،لیکن ان لوگوں کا یہ عذر عند الشرع قابل قبول نہ تھا۔نماز صحیح وقت پر ہونی چاہئے تھی۔

(۲)﴿سَيَكُوْنُ اُمَرَاءُ بِشَغَلِهِمْ اَشْيَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا فَاجْعَلُوْا صَلٰوتَكُمْ مَعَهُمْ تَطَوُّعًا﴾ (الجامع الصغیر للسیوطی)

﴿ت﴾ عنقریب کچھ ایسے امرا ہوں گے کہ کچھ چیزوں میں ان کے مشغول ہونے کی وجہ سے وہ نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے ادا کریں گے،پس تم ان کے ساتھ اپنی نماز نفل سمجھو۔

(۳) امام عبد الرؤف مناوی شافعی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھا۔

﴿قال القاضی:امرهم بذلک حذرًا من هيج الفتن واختلاف الكلمة وقال ابن حجر:يشبه انه اشار بذلک الٰى ما وقع فی اٰخر خلافة عثمان من ولاية بعض امراء الكوفة كالوليد بن عقبة حيث كان يؤخر الصلٰوة اولايقيمها علٰى وجهها فكان بعض الورعين يصلی وحده سرًّا ثم يصلی معه خشية وقوع الفتنة وفيه علم من اعلام النبوة من الاخبار بالشئ قبل وقوعه وقد وقع اشد من ذلک فی زمن الحجاج وغيره﴾ (فیض القدیر ج۴ص۱۳۱-دار الکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے فرمایا کہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنہ برپا ہونے سے اور اختلاف سے بچنے کے لیے اس (یعنی وقت پر گھروں میں نماز ادا کرنے کے باوجود جماعت میں حاضر ہونے) کا حکم دیا۔علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے کہا کہ شاید اس کے ذریعہ حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ فرمایا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں کوفہ کے بعض امرا جیسے ولید بن عقبہ کے عہد ولایت میں واقع ہوا۔اس طرح کہ وہ نماز میں تاخیر

کرتے تھے، یا اس کو صحیح طریقے پر قائم نہیں کرتے تھے، پس بعض متقی حضرات چھپ کر تنہا نماز پڑھ لیتے، پھر فتنہ واقع ہونے کے خوف سے ولید بن عقبہ کے ساتھ نماز پڑھ لیتے، اوراس میں نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، یعنی کسی چیز کے واقع ہونے سے پہلے اس کی خبر دینا، اورحجاج بن یوسف ثقفی (م۹۵ھ) وغیرہ کے زمانے میں اس سے بھی شدید صورتحال پیش آئی۔

توضیح: اسلام کے قرون اولیٰ میں امراوحکام نماز کی امامت کیا کرتے تھے،اوروہ تاخیر سے مسجد میں آتے،اس لیے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنی نماز وقت پر ادا کر لو، پھر جماعت کے ساتھ بھی نماز ادا کرلو،تاکہ تمہاری غیر حاضری کی وجہ سے کسی طرح کا شک و شبہہ نہ پیدا ہوجائے،اور پابند شرع حضرات ایسا ہی کیا کرتے،تاکہ جماعت مسلمین میں فتنہ نہ پیدا ہو،اوراتحاد قائم رہے۔حجاج بن یوسف وغیرہ کے زمانے میں یہ صورت حال مزید ابتر ہوگئی۔یہ حضوراقدس سول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک غیبی خبر ہے۔قاضی عیاض مالکی نے کتاب الشفاء جلداول میں لکھا کہ علم غیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بے شمار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد فاروقی سے ہی کوفہ میں قیام پذیر تھے،اور کوفہ ہی کے امیر سے نماز میں تاخیر سرزد ہوتی اوروقت مستحب پر نماز کی جماعت نہ ہوتی، کیونکہ ان زمانوں میں امیر ہی امامت کیا کرتے تھے،پس کوفہ کی صورت حال کے پیش نظر عبداللہ بن مسعود نے اہل کوفہ کو یہ ترکیب بتائی کہ وقت صحیح پر اپنے گھر میں نماز ادا کرلو،تاکہ وقت صحیح پر نماز کی ادائیگی کا ثواب مل جائے، پھر جماعت میں حاضر ہوکر بھی نماز پڑھ لو،تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے،اور جماعت مسلمین میں کسی طرح کا انتشار بھی نہ ہو۔حضرت عبداللہ بن مسعود نے وہی طریقہ امت مسلمہ کو بتایا،جس کی تعلیم حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی۔

مذکورہ بالا مباحث سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول اعمال سے متعلق ہے،جیسا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک اعمال سے متعلق ہے، کیونکہ ارشاد نبوی ہی ابن مسعود کے مذکورہ قول کی بنیاد ہے۔ابن مسعود کے مذکورہ فرمان ''الجماعۃ ما وافق الحق وان کنت وحدک''کواعتقادیات پر منطبق کرنا اصل حقائق

سے غفلت کا نتیجہ ہے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

(۱۰) معیار حقانیت

دیگر جماعتوں کے بالمقابل کثیر التعداد ہونا اہل حق کی علامت ہے، اسی لیے حضور اقدس سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام جماعت کے ساتھ رہنے کی ترغیب دیا کرتے، اور قول مذکور میں حضرت ابن مسعود نے جمہور مسلمین کو جماعت سے خارج قرار نہ دیا، بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ وہ عملی امور میں سے ایک امر یعنی وقت مستحب پر نماز کی ادائیگی کو ترک کر رہے ہیں، لیکن انہیں جماعت ہی کہا''ان جمہور الجماعۃ الذین فارقوا الجماعۃ'' کے الفاظ میں غور و فکر کریں، تا کہ حق منکشف ہو جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) کی وفات عہد عثمانی میں ہوئی۔ وہ زمانہ حضرات صحابہ کرام اور اکابرین تابعین کا زمانہ تھا۔ ان زمانوں کو حدیث نبوی میں خیر القرون سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس وقت کوئی بد مذہب نہ تھا۔ بعض امرا (مثلاً امیر کوفہ ولید بن عقبہ) میں کچھ عملی خامی تھی ، جس کا ذکر روایتوں میں موجود ہے یعنی تاخیر نماز۔ وہی خامی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کا سبب بنی، اور کسی عملی خامی کی وجہ سے جماعت کو باطل یا جماعت سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا، جبکہ یہ خامی بھی محض ترک مستحب کے درجہ تک تھی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر فقیہ بلا دلیل شرعی انہیں جماعت سے کیونکر خارج قرار دے سکتے ہیں؟ پس ثابت ہوا کہ'' فارقوا الجماعہ،، کا لفظ زجر و توبیخ کے طور پر وارد ہوا۔ مفہوم صرف یہ ہے کہ جماعت مسلمین اپنے شعار متوارث اور ایک امر مستحب کو ترک کر رہی ہے۔ ایسا نہیں کہ جماعت مسلمین حقیقت میں اعتقادی طور پر جماعت سے خارج اور الگ ہو گئی۔ جب یہاں اعتقادی خامی موجود ہی نہیں ہے تو اعتقادی طور پر جماعت سے خارج ہونے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے اقوال کی تحقیق نہ ہونے کے سبب ''سواد اعظم'' کے مفہوم پر ایک قوی حجاب آ گیا۔ اب عام مسلمانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے تحقیق کی ضرورت ہے۔

بد مذہبیت کا آغاز خلافت مرتضوی میں ہوا۔عہد عثمانی میں کوئی بد مذہب فرقہ نہ تھا۔عبداللہ بن سبا یہودی کی سازشوں سے عہد عثمانی میں اختلاف اور عہد مرتضوی میں فرقہ بندی ہوئی ۔ مرتدین ومنکرین زکوٰۃ کا فتنہ عہد صدیقی میں نیست ونابود ہو چکا تھا۔

علمائے اہل سنت وجماعت عہد قدیم سے کثرت تعداد کو معیار حقانیت شمار کرتے آئے ہیں۔ ابن قیم جوزیہ(۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا۔

﴿المختلفون الذين جعلوا السواد الاعظم والحجة والجماعة هم الجمهور و جعلوهم عيارًا على السنة وجعلوا السنةَ بدعةً والمعروف منكرًا لقلة اهله و تفردهم في الاعصار والامصار وقالوا:من شذ شذ في النار﴾

(اعلام الموقعین ج۳ص۳۹۷-دارالجیل بیروت-سدالذرائع وتحریم الحیل ج۲ص۳۱۴)

توضیح: ابن قیم اہل سنت وجماعت کے عقائد پر نہ تھا، بلکہ اپنے استاد ابن تیمیہ حرانی(۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) کے عقائد پر تھا،اورابن تیمیہ کے متبعین کی تعداد صفر کے برابر تھی،اسی لیے ابن قیم نے علمائے اہل سنت کے خلاف ایسی تحریر لکھی۔اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عہد ماقبل میں بھی علمائے دین کثرت تعداد کو علامت حقانیت شمار کرتے آئے ہیں۔

(۱۱)عدم تعارض اور ہمارے جوابات

ماقبل میں علما کے اقوال تحریر کیے جاچکے ہیں کہ ''اتبعوا السواد الاعظم''اور''علیکم بالجماعۃ'' کا تعلق باب عقائد سے ہے،یعنی مسلمانوں کی اکثریت جن عقائد پر ہو،انہی عقائد پر قائم رہو، اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اعمال سے متعلق ہے،پس یہاں تعارض کی کوئی شکل نہیں۔تعارض فرض کرکے بھی ہم نے بہت سے جوابات اس رسالے میں درج کیا۔

(۱۲)امام اہل سنت کی توضیح

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے حدیث سواد اعظم کی تشریح میں لکھا۔

’’اتباع سواداعظم کاحکم اور’’من شذ شذ فی النار‘‘ کی وعید صرف در بارۂ عقائد ہے۔مسائل فرعیہ فقہیہ کواس سے کچھ علاقہ نہیں۔صحابہ کرام سے ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال خلاف جمہور نہ ہوں‘‘۔(فتاویٰ رضویہ ج ۷ص۴۸۲-رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: جب فقہی مسائل کاان احادیث سے کوئی تعلق نہیں تو اعمال عباد کا کیسے تعلق ہوسکتا ہے؟ نیز یہی حکم حدیث’’علیکم بالجماعۃ‘‘ کا بھی ہوگا،یعنی اس حدیث کا تعلق بھی عقائد سے ہوگا،یعنی مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت جن عقائد پر ہو،انہی عقائد پر قائم رہو۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اور علمائے متقنین کے اقوال ماقبل میں تحریر ہوچکے ہیں کہ حدیث سواداعظم کا تعلق عقائد سے ہے۔ابن قیم اہل حق میں سے نہیں،لہٰذا اس کی بات قابل قبول نہ ہوگی۔

خیال رہے کہ اس مضمون میں ہم نے تعارض فرض کر کے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو باب عقائد سے متعلق مان کر بھی چند جوابات دیئے ہیں۔درحقیقت یہ قول اعمال سے متعلق ہے اور یہاں تعارض کی کوئی صورت نہیں ہے۔

(۱۳)شہادت عادلہ

(۱)حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ قول اعمال سے متعلق ہے۔اس کی اہم دلیل یہ ہے کہ علمائے کرام ان کے قول کو عملی خامیوں اور عملی بدعات کے مواقع پر بیان کرتے ہیں ۔ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل شافعی (۵۹۹ھ-۶۶۵ھ) نے عملی بدعات سے متعلق اپنی کتاب’’الباعث علی انکارالبدع‘‘میں چند عملی بدعات خصوصاً’’صلوٰۃ الرغائب‘‘ کا ذکر کیا ہے، اور بدعت کوحسنہ وقبیحہ کی جانب تقسیم کرتے ہوئے لکھا۔

﴿وحیث جاء الامر بلزوم الجماعۃ فالمراد بہ لزوم الحق واتباعہ وان کان المتمسک بالحق قلیلًا والمخالف کثیرًا،لان الحق الذی کانت علیہ الجماعۃ الاولٰی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ رضی اللہ عنہم،ولا نظر الٰی کثرۃ اھل الباطل بعدھم﴾ (الباعث علی انکارالبدع ص۲۲-دارالھدیٰ قاہرہ)

〈ت〉جہاں جماعت کولازم پکڑنے کاحکم آیاتواس سے مرادحق کولازم پکڑنا اوراس کااتباع کرنا ہے،گرچہ حق کواختیارکرنے والے کم ہوں،اورمخالفت کرنے والے زیادہ ہوں،اس لیے کہ حق وہ ہے جس پرپہلی جماعت یعنی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوران کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے،اوران کے بعداہل باطل کی کثرت کاکوئی اعتبارنہیں۔

اس کے بعدامام ابوشامہ نے عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ کاقول اورنعیم بن حماد کی تشریح امام بیہقی کی کتاب ''المدخل'' کے حوالہ سے تحریرفرمایا۔اسی طرح امام مناوی نے عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ کاقول اورنعیم بن حماد کی تشریح اورابوشامہ کے قول کوتاخیرنماز کی مذکورہ بحث میں (فیض القدیرج۴ص۱۳۱) لکھاہے۔اس سے بالکل عیاں ہوجاتاہے کہ یہ قول اعمال سے متعلق ہے نہ کہ عقائد سے۔

امام ابوشامہ اورامام مناوی کے اس قول کامحل استشہادہم نے اس لیے بیان کردیا،تاکہ کوئی ان کے قول کوباب عقائد میں دلیل بناکرغلط فہمی کاشکارنہ ہوجائے،یاکوئی بدمذہب اس قول کو بیان کرکے امت مسلمہ کی گمرہی کاسبب نہ بن جائے،جیساکہ ابن قیم نے کیا۔باب اعمال کے مباحث کوباب اعتقادیات میں داخل کرنا دراصل امت مسلمہ کوگمرہی میں مبتلاکرنے کی ایک سازش ہے۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے:آمین

(۲)ابن قیم جوزیہ نے امام ابوشامہ شافعی کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا﴿**وما احسن ما قال ابو محمد عبد الرحمٰن بن اسماعیل المعروف بابی شامة فی کتاب الحوادث والبدع-حیث جاء الامربلزوم الجماعة فالمراد به لزوم الحق و اتباعه وان کان المتمسک به قلیلًا والمخالف له کثیرًا،لان الحق هو الذی کانت علیه الجماعة الاولٰی من عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واصحابه، و لا نظر الٰی کثرة اهل الباطل بعدهم**﴾ (اغاثۃ اللہفان من مصائدالشیطان ج۱ص۶۹)

〈ت〉امام ابوشامہ شافعی نے کیاہی بہترقول کیاکہ جہاں جماعت کولازم پکڑنے کاحکم آیاتواس سے مرادحق کولازم پکڑنا اوراس کااتباع کرناہے،گرچہ حق کواختیارکرنے والے کم ہوں،اور

مخالفت کرنے والے زیادہ ہوں، اس لیے کہ حق وہ ہے جس پر پہلی جماعت یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، اور ان کے بعد اہل باطل کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں۔

☆☆☆☆☆

باب پنجم

عہد عباسی میں معتزلہ کے فتنے

ابن قیم (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ)، ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) کا شاگرد اور ابن تیمیہ کے عقائد پر تھا۔ بادشاہ وقت کی جانب سے ابن تیمیہ کے عقائد کو اختیار کرنے کی ممانعت تھی۔ اس کے متبعین کی تعدا صفر برابر تھی۔ ابن قیم بھی ابن تیمیہ کی حمایت کے جرم میں جیل کی زندگی گذارا تھا۔ ابن تیمیہ کی موت بھی دمشق کے جیل میں ہوئی۔ اہل سنت و جماعت حدیث نبوی ''اتبعوا السواد الاعظم'' کی روشنی میں کثرت تعداد کو معیار حقانیت تسلیم کرتے رہے ہیں۔ ابن قیم نے اس حدیث کے مفہوم میں تحریف کی، اور لکھا کہ امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کے عہد میں اہل سنت قلیل التعداد تھے، حالانکہ یہ کذب صریح ہے، اور تمام بدمذہب فرقوں کے رہنما جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

(۱) حافظ ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم بن تمام تمیمی مغربی افریقی (۲۵۱ھ-۳۳۳ھ) نے لکھا۔

﴿کتب عامل الیمن: اللّٰہ اللّٰہ یا امیر المومنین فی احمد بن حنبل فان البلاد قد خرجت عن یدیک فخلی عنہ﴾ (المحن ص ۴۵۱- دار العلوم الریاض)

﴿ت﴾ یمن کے گورنر نے (معتصم بن ہارون رشید کو) خط لکھا: امیر المومنین! امام احمد بن حنبل کے بارے میں اللہ سے ڈر، اس لیے کہ بلاد مملکت تیرے ہاتھ سے نکل رہے ہیں، پس معتصم نے انہیں آزاد کر دیا۔

سوال: اگر اس عہد میں اکثر لوگ معتزلی تھے، اور اہل سنت قلیل التعداد تھے تو امام احمد بن حنبل کی قید وسزا کے سبب بلاد اسلامیہ پر معتصم کی گرفت مضبوط ہوتی، نہ کہ بلاد اسلامیہ اس کے ہاتھوں سے نکلنے کا خطرہ ہوتا۔ ابن قیم کے حامیوں کو اس سوال کا جواب دینا ہوگا۔

توضیح: ابن کثیر بھی ابن تیمیہ کا شاگرد اور ابن قیم کا ہمعصر ہے۔ اس نے بھی لکھا کہ ایام محنت

میں علمائے اہل سنت نے رخصت پر عمل کیا، اور بظاہر مامون کی بات پر "ہاں" بول کر اپنی جان بچائی، کیونکہ مامون کا ارادہ تھا کہ جو انکار کرے، اسے قتل کر دیا جائے۔ جان کی حفاظت کے لیے خلاف حقیقت بات بظاہر قبول کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ دل میں اس کا انکار موجود ہو۔ علما کی اکثریت نے اس موقع پر رخصت پر عمل کیا، اور بہت سے حضرات نے عزیمت پر عمل کیا، اور قتل ہوئے یا قید و بند کی زندگی گذارنی پڑی۔ بعض کی موت قید ہی میں ہوئی، اور سزا یافتگان کی بھی ایک لمبی تعداد تھی۔ امام احمد بن حنبل بھی انہیں میں سے ایک تھے۔

امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) نے حالت قید و بند میں کئی بار داعیان اعتزال سے دربار خلافت میں مناظرہ کیا اور معتزلہ مبہوت ولاجواب رہ جاتے۔ ایسوں کو خلیفہ اسلام کہنا محض لفظاً ہے، ورنہ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے، علمائے اسلام کو بھی بڑی آزمائش میں مبتلا کیا۔ یہ سب دین کو ڈھانے والے اور گمراہ گر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا محض فضل تھا کہ ابتلائے عظیم کے بعد بھی عامۃ المسلمین راہ حق پر قائم رہے۔

مامون نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو لوگوں کو اعتزال کی دعوت دینے کے لیے تین خط لکھا، اور اخیر میں ایک خط علما کی گرفتاری کے لیے لکھا۔ علما گرفتار کر کے مامون کی طرف بھیجے گئے، لیکن ابھی یہ حضرات راستہ ہی میں تھے کہ مامون واصل جہنم ہوا۔ مامون نے پہلا خط ربیع الاول ۲۱۸ھ میں لکھا، پھر دوسرا خط اور تیسرا خط لکھا۔ علما کے ساتھ سختی کی گئی۔ اس قدر تشدد کے بعد بھی علمائے اہل سنت راہ حق پر قائم رہے، تب مامون انہیں اپنے یہاں بلایا۔ اللہ تعالیٰ نے مامون کو اپنے دربار میں بلالیا۔ علما واپس بغداد لائے گئے۔ مامون کا جانشین معتصم بھی بغداد آیا۔ یہ بھی معتزلہ کی راہ چلا، اور اہل سنت و جماعت پر ظلم وستم ڈھایا۔

(۲) امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ) نے لکھا۔

﴿وکتب فی شہر ربیع الاول سنۃ ثمان عشر ومأتین﴾

(تاریخ الامم والملوک ج ۵ ص ۱۸۸- دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ مامون رشید نے (اپنے نائب کو) ماہ ربیع الاول سال ۲۱۸ھ میں خط لکھا۔

(۳)ابن کثیر دمشقی (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) نے سال ۲۱۸ھ کے بارے میں لکھا۔

﴿فی هذه السنة كتب المامون الٰی نائبه ببغداد اسحاق بن ابراهيم بن مصعب يامره ان يمتحن القضاة والمحدثين بالقول بخلق القرآن وان يرسل اليه جماعة منهم وكتب اليه يستحثه فی كتاب مطول وكتب غيره-قد سردها ابن جرير كلها-ومضمونها الاحتجاج على ان القرآن محدث وكل محدث مخلوق-وهذا احتجاج لايوافقه عليه كثير من المتكلمين فضلًا عن المحدثين -فان القائلين بان اللّٰه تعالٰی تقوم به الافعال الاختيارية-لا يقولون بان فعله تعالٰی القائم بذاته المقدسة مخلوق،بل لم يكن مخلوقًا،بل يقولون هو محدث وليس بمخلوق،بل هو كلام اللّٰه القائم بذاته المقدسة وما كان قائمًا بذاته لايكون مخلوقًا-وقد قال اللّٰه تعالٰی﴿ما يأتيهم من ذكر ربهم محدث﴾ (الانبياء-۲)وقال تعالٰی﴿ولقدخلقناكم ثم صورناكم ثم قلنا للملئكة اسجدوا لأدم﴾(الاعراف-۱۱)فالامر بالسجود صدر منه بعد خلق اٰدم-فالكلام القائم بالذات ليس مخلوقًا-وهذا له موضع اٰخر،وقد صنف البخاری كتابًا فی هذا المعنی سماه''خلق افعال العباد''.

والمقصود ان كتاب المامون لما ورد بغداد،قری على الناس وقد عين المامون جماعة من المحدثين ليحضرهم اليه-وهم محمد بن سعد كاتب الواقدی وابومسلم المستملی ويزيد بن هارون ويحيی بن معين وابو خيثمة زهير بن حرب واسماعيل ابی مسعود واحمد بن الدورقی-فبعث بهم الی المامون الی الرقة-فامتحنهم بخلق القرآن فاجابوه الٰی ذلک-واظهروا موافقته وهم كارهون-فردهم الٰی بغداد وامر باشتهارامرهم بين العلماء- ففعل اسحاق ذلک-واحضرخلقًا من مشائخ الحديث والفقهاء وائمة المساجد وغيرهم-فدعاهم الٰی ذلک عن امرالمامون،وذكرلهم موافقة

اولـئک المحدثین له علیٰ ذلک،فاجابوا بمثل جواب اولئک موافقة لهم،و وقعت بین الناس فتنة عظیمة–فانا للّٰہ وانا الیه راجعون.

ثـم کتـب الـمـامـون الی اسحاق ایضًا بکتاب ثان یستدل به علی القول بخلق الـقـرآن بشبـه مـن الـدلائـل ایـضًـا،لاتـحقیق تـحتها ولاحاصل لها،بل هی من الـمتشابه واورد من القرآن اٰیات هی حجة علیه–اورد ابن جریر ذلک کله– وامـر نـائبـه ان یـقـرأ ذلک عـلـی الـنـاس وان یدعوهم الیه والی القول بخلق الـقرآن فاحضراسحق جماعة من الائمة وهم احمد بن حنبل وقتیبة وابوحیان الزیادی وبشربن الولید الکندی وعلی بن ابی مقاتل وسعدویه الواسطی وعلی بـن الـجعد واسحاق بن ابی اسرائیل وابن الهرش وابن علیة الاکبرویحیی بن عبـد الحمید العمری وشیخ اٰخرمن من سلالة عمرکان قاضیًا علی الرقة و ابو نـصـر الـتـمـار وابو معمرالقطیعی ومحمد بن حاتم بن میمون ومحمد بن نوح الـجـنـد یسـابـوری الـمـضروب وابن الفرخان والنضر بن شمیل وابوعلی بن عاصم وابوالعوام البارد وابوشجا ع وعبد الرحمٰن بن اسحاق وجماعة.

فـلـما فهموه،قال لبشربن الولید:ما تقول فی القرآن؟فقال:هوکلام اللّٰه–قال: لیـس عـن هـذا اسألک،وانما اسألک–اَ هو مخلوق؟قال:لیس بخالق–قال: ولا عـن هـذا اسـألک–فـقال:ما احسن غیر هذا–وصمم علی ذلک–فقال: تشهد ان لا اله الا اللّٰه احدً ا فردًا لم یکن قبله شئ ولابعده شئ،ولا یشبهه شئ مـن خـلـقه فی معنی من المعانی،ولا وجه من الوجوه؟قال:نعم–فقال للکاتب: اکتب بما قال،فکتب–ثم امتحنهم رجلًا رجلًا فاکثرهم امتنع من القول بخلق الـقـراٰن،فـکـان اذا امتنع الرجل منهم،امتحنه بالرقعة التی وافق علیها بشر بن الـولیـد الـکـنـدی من انه یقال:لا یشبهه شئ من خلقه فی معنی من المعانی ولا وجه من الوجوه–فیقول:نعم–کماقال بشر.

ولـمـا انتهـت الـنـوبة الٰـى امتـحـان احـمد بن حنبل—فقال له:اَ تقول ان القراٰن مـخـلـوق؟فـقـال:القراٰن كلام اللّٰه،لا ازيد علٰى هذا—فقال له:ما تقول فی هذه الـرقـعة؟فقال:اقول﴿ليس كمثله شئ وهوالسميع البصير﴾ (الشورٰی – ١١)
فـقـال رجـل من المعتزلة—انه يقول:سميع باذن بصيربعين—فقال له اسحق:ما اردت بـقـولک سـمـيـع بـصـيـر؟فـقـال:اردت منها ما اراده اللّٰه منها وهو كما وصف نفسه،ولا ازيد علی ذلک،فكتب جوابات القوم رجلًا رجلًا وبعث بها الـی المامون—وكان من الحاضرين من اجاب الی القول بخلق القرآن مصانعةً مـكـرهًـا لانهـم كـانوا يعزلون من لا يجيب عن وظائفه—وان كان له رزق علٰی بيـت المال قطع ،وان كان مفتيًا منع من الافتاء وان كان شيخ حديث ردع عن الاسـما ع و الاداء—ووقعت فتنة صماء ومحنة شنعاء وداهية دهياء— فلا حول ولاقوة الاباللّٰه.

فـلما وصلت جوابات القوم الی المامون—بعث الٰی نائبه يمدحه علٰی ذلک و يـرد عـلٰـی كـل فرد فرد ما قال فی كتاب ارسله،وامرنائبه ان يمتحنهم ايضًا— فـمـن اجـاب مـنهـم شهرامره فی الناس،ومن لم يجب منهم فابعثه الٰی عسكر امـيـر المومنين—مقيد امحتفظا به حتی يصل الی امير المومنين—فيری فيه رأيه —ومـن رأيـه ان يـضـرب عنق من لم يقل بقوله—فعند ذلک عقد النائب ببغداد مجلسًا اٰخر واحضر اولئک وفيهم ابراهيم بن المهدی وكان صاحبًا لبشربن الـولـيـد الـكـنـدی وقد نص المامون علٰی قتلهما ان لم يجيبا علی الفور—فلما امتحنهم اسحاق اجابوا كلهم مكرهين متأولين قوله تعالٰی﴿الا من اكره وقلبه مـطـمـئـن بـالايـمـان﴾ (النحل:١٠٦)الاٰية—الا اربعة،وهم احمد بن حنبل و مـحـمـد بـن نـوح و الحسن بن حماد سجادة وعبيد اللّٰه بن عمر القواريری— فـقـيـدهـم وارصـدهم ليبعث بهم الی المامون،ثم استدعٰی بهم فی اليوم الثانی

فامتحنهم فاجاب سجادة الى القول بذلک فاطلق.

ثم امتحنهم فی الیوم الثالث–فاجاب القواریری الٰی ذلک فاطلق قیده–و اخراحمد بن حنبل ومحمد بن نوح الجندیسابوری لانهما اصرّا علی الامتناع من القول بذلک–فَاَکَّدَ قیودهماوجمعهما فی الحدید،وبعث بهما الی الخلیفة وهو بطرطوس،وکتب کتابا بارسالهما الیه–فسارا مقیدین فی محارة علی جمل متعادلین رضی اللّٰہ عنهما.

وجعل الامام احمد یدعوا اللّٰہ عزوجل ان لایجمع بینهما وبین المامون،وان لا یریاه ولا یراهما–ثم جاء کتاب المامون الٰی نائبه انه قد بلغنی ان القوم انما اجابوا مکرهین متأولین قوله تعالٰی﴿الامن اکره وقلبه مطمئن بالایمان﴾الآیة –وقد اخطأوا فی تاویلهم ذلک خطأ کبیرًا،فارسلهم کلهم الٰی امیر المومنین –فاستدعاهم اسحاق والزمهم بالمسیرالٰی طرطوس فساروا الیها،فلما کانوا ببعض الطریق،بلغهم موت المامون فردوا الی الرقة،ثم اذن لهم بالرجوع الی بغداد–وکان احمد بن حنبل وابن نوح قد سبقا الناس،ولکن لم یجتمعا به،بل اهلکه اللّٰہ قبل وصولهما الیه واستجاب اللّٰہ سبحانه دعاء عبده وولیه الامام احمد بن حنبل،فلم یریا المامون ولا راٰهما،بل ردوا الٰی بغداد﴾

(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۷۲ تا ۲۷۴ –مکتبۃ المعارف بیروت)

﴿ت﴾ اسی سال مامون نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو خط لکھا اسے حکم دیتے ہوئے کہ قاضیان ومحدثین کو خلق قرآن کے قول کے بارے میں آزمایا جائے،اوراس کے پاس قاضیان ومحدثین کی ایک جماعت بھیجی جائے،اوراسحاق کوایک طویل خط لکھا اوراسے اس امر پرابھارنے کے لیے اس کے علاوہ خط لکھا۔ان تمام خطوط کومحمد بن جریرطبری نے (تاریخ الامم والملوک ج ۵ میں) بیان کیا،اوران خطوط کا مضمون اس بات پراستدلال کرنا ہے کہ قرآن حادث ہے،اورہرحادث مخلوق ہے،اوراکثر متکلمین اس استدلال کے خلاف ہیں،چہ جائیکہ

محدثین۔اس لیے کہ اس بات کے قائلین کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختیاری افعال قائم ہیں،اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ رب تعالیٰ کا فعل جو ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے،مخلوق ہے، بلکہ وہ مخلوق نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ حادث ہے اور مخلوق نہیں ہے، بلکہ وہ کلام الٰہی ہے،ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے،اور جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو،وہ مخلوق نہیں ہوگا،اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا(۱)ان کے پاس رب تعالیٰ کا جو نیا ذکر آتا ہے(۲) ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں کو کہا: آدم کو سجدہ کرو تو سجدہ کا حکم رب تعالیٰ سے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد صادر ہوا، پس وہ کلام جو ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے،وہ مخلوق نہیں ہے،اور اس بحث کے لیے دوسرا مقام (کتب عقائد وکلام) ہے،اور امام بخاری نے اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی۔اس کا نام ''خلق افعال العباد'' رکھا۔

حاصل کلام یہ کہ مامون کا خط جب بغداد پہونچا۔لوگوں کے پاس پڑھا گیا اور مامون نے محدثین کی ایک جماعت کو اپنے پاس بھیجنے کے لیے خاص کر دیا،اور وہ محمد بن سعد کاتب واقدی ،ابومسلم مستملی ، یزید بن ہارون، یحییٰ بن معین،ابوخیثمہ زہیر بن کعب، اسماعیل بن ابی مسعود اور احمد بن دورقی ہیں، پس نائب بغداد نے انہیں مامون کے پاس رقہ بھیجا تو مامون نے انہیں خلق قرآن کے مسئلہ کے ذریعہ آزمایا، پس ان محدثین نے مامون کو اس کا جواب دیا اور مجبوراً اس کی موافقت ظاہر کی تو مامون نے انہیں بغداد واپس بھیج دیا اور علما کے درمیان ان محدثین کے معاملہ (اظہار موافقت) کی تشہیر کا حکم دیا، پس اسحاق نے ایسا کیا اور اس نے مشائخ حدیث ،فقہا اور ائمہ مساجد وغیرہم کو جمع کیا،اور ان کے پاس ان محدثین کے مامون کی موافقت کرنے کا ذکر کیا، پس ان حضرات نے ان حضرات کی موافقت کرتے ہوئے انہیں کی مثل جواب دیا،اور لوگوں کے درمیان ایک بڑا فتنہ واقع ہوا، پس یہ ایک بڑی مصیبت تھی۔

پھر مامون نے اسحاق کو دوسرا خط بھی لکھا۔اس خط میں بھی متشابہ دلائل سے خلق قرآن کے قول پر استدلال کرتے ہوئے کہ ان میں کوئی تحقیق نہ تھی اور اس کا کچھ حاصل نہ تھا، بلکہ وہ متشابہات میں سے تھا،اور قرآن کی کچھ آیتیں پیش کیا جو اس کے خلاف حجت ہیں۔ابن جریر

طبری نے ان تمام کو بیان کیا، اور مامون نے اپنے نائب کو حکم دیا کہ اسے لوگوں کے پاس پڑھا جائے، اور انہیں اس کی طرف اور خلق قرآن کے قول کی طرف دعوت دے، پس اسحاق نے ائمہ کی ایک جماعت کو حاضر کیا، اور وہ امام احمد بن حنبل، قتیبہ، ابوحیان زیادی، بشر بن ولید کندی، علی بن ابی مقاتل، سعدویہ واسطی، علی بن جعد، اسحاق بن ابی اسرائیل، ابن ہرش، ابن علیہ اکبر، یحییٰ بن عبدالحمید عمری، فاروق اعظم کی نسل کے ایک دوسرے شیخ کہ وہ رقہ کے قاضی تھے، ابونصر تمار، ابومعمر قطیعی، محمد بن حاتم بن میمون، محمد بن نوح جندیسا پوری، ابن فرخان، نضر بن شمیل، ابوعلی بن عاصم، ابوالعوام بارد، ابوشجاع، عبدالرحمٰن بن اسحاق وغیرہم۔

پس جب ان ائمہ نے اس خط کو سمجھ لیا تو اسحاق نائب بغداد نے بشر بن ولید کو کہا۔ آپ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ پس انہوں نے فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اسحاق نے کہا۔ میں اس بارے میں آپ سے نہیں دریافت کر رہا ہوں، اور میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ کیا وہ مخلوق ہے؟ بشر بن ولید نے فرمایا۔ وہ خالق نہیں ہے۔ اسحاق نے کہا۔ میں اس بارے میں آپ سے نہیں دریافت کر رہا ہوں، پس بشر نے فرمایا۔ میں اس سے اچھا نہیں کہہ سکتا ہوں، اور اسی پر اصرار کیا، پس اسحاق نے کہا۔ آپ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ایک یکتا ہے، اس سے قبل نہ کوئی شئ تھی اور نہ اس کے بعد کوئی شئ ہے، اور مخلوق میں سے کوئی شئ رب تعالیٰ کے کسی معنی اور کسی طریقہ میں مشابہ نہیں؟ بشر نے فرمایا۔ ہاں، پس اسحاق نے کاتب کو کہا۔ لکھ لو جو انہوں نے کہا، پس کاتب نے لکھ لیا، پھر ایک ایک اہل علم کو آزمایا، پس اکثر لوگ خلق قرآن کے قول سے باز رہے، پس جب ان میں سے کوئی آدمی باز رہتا تو اسے اس تحریر کے ذریعہ آزماتا جس کی موافقت بشر بن ولید کندی نے کی تھی کہ کہا جائے کہ کوئی شئ کسی معنی یا کسی طریقہ میں رب تعالیٰ کے مشابہ نہیں، پس وہ فرماتے۔ ہاں، جیسا کہ بشر نے فرمایا۔

اور جب امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کی آزمائش کی باری آئی تو اسحاق نے ان سے کہا۔ کیا آپ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، میں اس پر اضافہ نہیں کرتا تو اسحاق نے انہیں کہا۔ آپ اس تحریر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں۔ ''رب تعالیٰ کی مثل کوئی شئ نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔ پس معتزلہ میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ کان سے سننے والا آنکھ سے دیکھنے والا ہے تو اسحاق نے آپ سے کہا۔ آپ نے اپنے قول سمیع وبصیر سے کیا مراد لیا؟ پس آپ نے فرمایا۔ میں نے اس سے وہی مراد لیا جو اللہ نے اس سے مراد لیا، اور رب تعالیٰ ویسا ہی ہے جیسا اس نے اپنی وصف بیانی فرمائی، اور میں اس پر اضافہ نہیں کرتا، پس اسحاق نے جماعت علما کے ایک ایک فرد کا جواب لکھا، اور اسے مامون کے پاس بھیج دیا۔

اور حاضرین میں سے بعض حضرات نے خلق قرآن کے قول کو تصنع کے ساتھ مجبوراً قبول کیا، اس لیے کہ سرکاری کارندے اس کے عہدوں سے اسے معزول کر دیتے تھے جو خلق قرآن کے قول کو قبول نہ کرتے، اور اگر بیت المال پر ان کا روزینہ ہوتا تو اسے منقطع کر دیتے، اور اگر مفتی ہو تو فتویٰ دینے سے روک دیئے جاتے، اور اگر شیخ حدیث ہوتے تو حدیث سنانے اور ادا کرنے سے روکے جاتے، اور اندھا فتنہ، بری آزمائش اور سخت مصیبت واقع ہوئی، پس اللہ کی پناہ۔

پس جب قوم کے جوابات مامون کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے نائب کے پاس اس امر پر اس کی تعریف کا پیغام بھیجا، اور اسحاق کے پاس ایک خط بھیجا، اس میں ہر ایک ایک فرد کے جواب کی تردید تھی، اور اپنے نائب کو حکم دیا کہ ان کی آزمائش بھی کی جائے، پس ان میں سے جو قبول کرے، لوگوں کے درمیان اس کے معاملہ کی تشہیر کی جائے، اور ان میں سے جو قبول نہ کرے، اسے مامون کے لشکر کی طرف قید کر کے حفاظت کے ساتھ بھیجو، یہاں تک کہ وہ مامون تک پہنچے، پس مامون اس کے بارے میں غور وفکر کرے، اور مامون کا خیال یہ تھا کہ جو خلق قرآن کا قول نہ کرے، اس کی گردن ماردی جائے، پس اس وقت اسحاق نے بغداد میں ایک دوسری مجلس قائم کی، اور ان علما ومحدثین کو حاضر کیا، اور ان میں ابراہیم بن مہدی تھے، اور یہ بشر بن ولید کندی کے شاگرد تھے، اور مامون نے ان دونوں کے قتل کی صراحت کی تھی، اگر یہ دونوں فوراً قبول نہ کریں، پس جب اسحاق نے ان حضرات کی آزمائش کی تو ان حضرات نے مجبوراً قبول کر لیا رب تعالیٰ کے ارشاد ''الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان'' کی تاویل کرتے ہوئے، مگر چار حضرات، اور

وہ امام احمد بن حنبل، محمد بن نوح، حسن بن حماد سجادہ اور عبید اللہ بن عمر قواریری ہیں، پس اسحاق نے انہیں قید کرلیا اوران کی نگرانی کیا، تاکہ انہیں مامون کے پاس بھیجے، پھرانہیں دوسرے دن بلایا، اوران کی آزمائش کیا تو سجادہ نے خلق قرآن کے قول کو قبول کرلیا تو انہیں رہا کردیا۔

پھر تیسرے دن ان حضرات کو آزمایا، پس قواریری نے خلق قرآن کے قول کو قبول کرلیا، اور امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح جندیسا پوری کو مؤخر کیا، اس لیے کہ ان دونوں نے خلق قرآن کا قول کرنے سے انکار کردیا تو ان کے قید و بند کو مضبوط کردیا اوران دونوں کو زنجیر پہنادیا اوران دونوں حضرات کو مامون کے پاس بھیجا اور مامون طرطوس میں تھا، اوران دونوں کو مامون کی طرف بھیجنے کے بارے میں ایک خط لکھا، پس یہ دونوں حضرات قید کی حالت میں ایک اونٹ پر سوار ہوکر چلے۔

اور امام احمد بن حنبل اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں اور مامون کو جمع نہ فرمائے، اور یہ دونوں انہیں نہ دیکھیں، اور اور وہ ان دونوں کو نہ دیکھے، پھر مامون کا خط اس کے نائب کے پاس آیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ علما نے مجبوراً ارشاد الٰہی ''الامن اکرہ وقلبہ مطمئن'' میں تاویل کرتے ہوئے قبول کیا، اور اپنی اس تاویل میں وہ حضرات بڑی خطا کر گیے، پس ان تمام کو مامون کے پاس بھیجا جائے تو اسحاق نے انہیں بلایا اور طرطوس جانے پر مجبور کیا، پس وہ حضرات چلے تو یہ حضرات جب راستے ہی میں تھے، انہیں مامون کی موت کی خبر پہونچی تو انہیں رقہ کی طرف واپس بھیج دیا گیا، پھر انہیں بغداد واپس ہونے کی اجازت ملی، اور امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح ان حضرات سے پہلے جا چکے تھے، لیکن یہ دونوں مامون کے پاس اکٹھا نہ ہوسکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مامون کو ان دونوں حضرات کے اس کے پاس پہنچنے سے قبل ہلاک فرمادیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ اور ولی امام احمد بن حنبل کی دعا کو قبول فرمالی، پس ان دونوں نے مامون کو نہ دیکھا اور مامون نے ان دونوں کو نہ دیکھا، بلکہ یہ سب بغداد کی طرف واپس کیے گئے۔

توضیح: علمائے کرام نے اولاً انکار کیا، پھر دوبارہ بھی آیت کی تاویل کے ساتھ جواب دیا، پھر تیسری بار انہیں بلاکر مامون کے پاس بھیجا گیا۔ ابھی یہ حضرات راستہ ہی میں تھے کہ مامون کی

موت ہوگئی۔اگر یہ حضرات مذہب اعتزال کو فی الحقیقت قبول کر لیے ہوتے تو انہیں مامون کے پاس نہ بھیجا جاتا۔اس اقتباس طویل سے واضح ہوگیا کہ علمائے اسلام مذہب اعتزال پر نہ آسکے، بس چند معتزلی مامون کے دل ودماغ پر قابض ہو چکے تھے،اور یہ سب کچھ ان چند معتزلہ کی کارستانیاں تھیں۔ابن قیم کا یہ فریب کہ امام احمد بن حنبل کے علاوہ سب مذہب اعتزال پر تھے، سفید جھوٹ ہے۔امام احمد بن حنبل کے ساتھ محمد بن نوح بھی قید ہوکر مامون کے پاس بھیجے گئے ۔ان دونوں کے پیچھے علمائے کرام کا ایک قافلہ مامون کے پاس بھیجا گیا۔اب امام احمد بن حنبل کے تفرد کا کیا معنی؟

(۴)امام ابوالسعادات مجدالدین مبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم شیبانی الشہیر بابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے لکھا کہ جب دوسری بار آزمائش ہوئی تو اسحاق نے مامون کو خط لکھا اور ہر ایک عالم ومحدث کا جواب لکھا۔مامون نے اسحاق کو جواباً خط لکھا۔

﴿فاجاب المامون يذمهم ويذكر كلًّا منهم و يعيبه ويقع فيه بشئ وامره ان يحضربشربن الوليد وابراهيم بن المهدى ويمتحنهما،فان اجابا والا فاضرب اعناقهما-واما من سواهما فان اجاب الى القول بخلق القرآن،والا حملهم موثقين بالحديد الٰى عسكره مع نفر يحفظونهم،فاحضرهم اسحاق واعلمهم بما امربه المامون،فاجاب القوم اجمعون الا اربعة نفر،وهم احمد بن حنبل و سجادة والقواريرى ومحمد بن نوح المضروب،فامربهم اسحق فشدوا فى الحديد،فلما كان الغد دعاهم فى الحديد،فاعاد عليهم المحنة فاجابه سجادة والقواريرى فاطلقهما واصراحمد بن حنبل ومحمد بن نوح علٰى قولهما فشدا فى الحديد ووجههما الى طرطوس،وكتب الى المامون بتاويل القوم فيما اجابوا اليه،فاجابه المامون اننى بلغنى عن بشر بن الوليد بتاويل الاٰية التى انزلها اللّٰه تعالٰى فى عمار بن ياسر﴿الامن اكره وقلبه مطمئن بالا يمان﴾ (النحل:١٠٦)وقد اخطأ التاويل-انما عنى اللّٰه سبحانه وتعالٰى من هذه الاية

-من كان معتقدًا للايمان مظهرًا للشرك-فاما من كان معتقدًا للشرك مظهرًا للايمان-فليس هذا له.

فاشخصهم جميعًا الى طرطوس،ليقيموا بها الى ان يخرج اميرالمومنين من بلاد الروم فاحضرهم اسحاق وسيرهم جميعا الى العسكر،وهم ابو احسان الزيادى وبشربن الوليد والفضل بن غامن وعلى بن مقاتل والذيال بن الهيثم و يحيى بن عبد الرحمن العمرى وعلى بن الجعد وابوالعوام وسجادة و القواريرى وابن الحسن بن على بن عاصم واسحاق بن ابى اسرائيل والنضر بن شميل وابونصرالتماروسعدويه الواسطى ومحمد بن حاتم بن ميمون و ابو معمر بن الهرش وابن الفرخان واحمد بن شجاع وابوهارون بن البكاء-فلما صاروا الى الرقة بلغهم موت المامون فرجعوا الٰى بغداد﴾

(الکامل فی التاریخ ج۳ص۱۸۰)

﴿ت﴾ پس مامون نے ان تمام کی مذمت کرتے ہوئے اوران میں سے ہرایک کاذکرکرتے ہوئے،اوراسحاق پرعیب لگاتے ہوئے،اوراس کے بارے میں بدگوئی کرتے ہوئے جواب دیا ،اوراسحاق کوحکم دیا کہ بشربن ولیداورابراہیم بن مہدی کوحاضرکرے،اوران دونوں کی آزمائش کرے،پس اگریہ دونوں قبول کریں تو ٹھیک ہے،ورنہ ان دونوں کی گردن ماردو،اوران دونوں کے ماسواعلما،اگرخلق قرآن کاقول قبول کریں توٹھیک ہے،ورنہ انہیں زنجیرمیں باندھ کر لشکرکی طرف بھیج دوسپاہیوں کےایک دستہ کےساتھ جوان کی نگرانی کریں،پس اسحاق نے ان علماکوحاضرکیااورانہیں بتایاجس کامامون نے اسے حکم دیاتھا،پس چارکےعلاوہ تمام علمانے قبول کرلیا،اوروہ چارامام احمدبن حنبل،سجادہ،قواریری اورمحمدبن نوح جندیساپوری ہیں تواسحاق نے ان حضرات کےبارے میں حکم دیا،پس انہیں زنجیرمیں باندھ دیاگیا۔

پس جب کل ہواتواسحاق نےانہیں زنجیرمیں بلایا،اوران کے پاس آزمائش کودہرایا،پس اسے سجادہ اورقواریری نےقبول کرلیاتوان دونوں کوچھوڑدیااورامام احمدبن حنبل اورمحمدبن نوح

نے (عدم قبول پر) اصرار فرمایا، پس یہ دونوں زنجیر میں بندھے رہے، اور ان دونوں کو اسحاق نے طرطوس بھیج دیا، اور مامون کو لکھ بھیجا علما نے اسے جواب دینے میں جو تاویل کی، پس مامون نے اسے جواب دیا کہ مجھے بشر بن ولید کے بارے میں اس آیت کی تاویل کے متعلق خبر پہونچی جو اللہ تعالیٰ نے عمار بن یاسر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل فرمائی "مگر جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو" - اور بشر نے تاویل میں خطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے صرف اسے مراد لیا جو ایمان کا معتقد ہو، شرک کو ظاہر کرنے والا ہو، لیکن جو شرک کا معتقد ہو، ایمان کو ظاہر کرنے والا ہو، پس اس کے لیے یہ حکم نہیں۔

پس ان تمام کو طرطوس بھیجو، تاکہ وہ وہاں ٹھہریں، یہاں تک کہ مامون بلاد روم سے واپس آئے، پس اسحاق نے انہیں حاضر کیا اور ان تمام کو لشکر کی طرف بھیج دیا، اور وہ ابو احسان زیادی، بشر بن ولید، فضل بن غامن، علی بن مقاتل، ذیال بن ہیثم، یحییٰ بن عبد الرحمٰن عمری، علی بن جعد، ابو العوام، سجادہ، قواریری، ابن حسن بن علی بن عاصم، اسحاق بن ابی اسرائیل، نضر بن شمیل، ابو نصر تمار، سعدویہ واسطی، محمد بن حاتم بن میمون، ابو معمر بن ہرش، ابن فرخان، احمد بن شجاع، ابو ہارون بن بکا تھے، پس جب یہ حضرات رقہ کے لیے روانہ ہوئے، انہیں مامون کی موت کی خبر پہنچی تو انہیں بغداد واپس کر دیا گیا۔

توضیح: علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت خلق قرآن کے انکار کے سبب گرفتار ہو کر مامون کے پاس بھیجی جا رہی ہے، اور ابن قیم کہتا ہے کہ صرف امام احمد بن حنبل ہی سنی تھے، اور تمام علما و محدثین معتزلی ہو گئے تھے۔ دیکھو، گمراہ لوگ اسی طرح فریب دیا کرتے ہیں، پس اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ ہر عہد میں گمراہ لوگ اسی طرح جھوٹ بول کر لوگوں کو گمرہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ایام محنت

﴿قال علی بن المدینی: ان اللّٰہ اَعَزَّ ھذا الدین بابی بکر الصدیق یوم الردۃ و باحمد بن حنبل یوم المحنۃ﴾ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۱۸ ص ۴۴)

﴿ت﴾ محدث علی بن مدینی بصری (م ۲۳۴ھ) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مذہب کو زمانہ ارتداد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ غلبہ عطا فرمایا، اور زمانہ محنت میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ غالب فرمایا۔

عہد ہارون رشید

حافظ شمس الدین ذہبی شافعی نے لکھا﴿ما زال المسلمون علیٰ قانون السلف من ان القراٰن کلام اللّٰہ تعالیٰ ووحیہ وتنزیلہ غیر مخلوق حتّٰی نبغت المعتزلۃ و الجہمیۃ فقالوا بخلق القراٰن مُتَسَتِّرِیْنَ بذلک فی دولۃ الرشید،فروٰی احمد بن ابراہیم الدورقی عن محمد بن نوح ان ہارون الرشید قال:بَلَغَنِیْ اَنَّ بشر بن غیاث یقول ان القراٰن مخلوق،لِلّٰہِ عَلَیَّ اِنْ اَظْفَرَنِیْ بِہٖ لَاَقْتُلَنَّہٗ–قال الدورقی :وکان بشر مُتَوَارِیًا ایام الرشید فلما مات،ظَھَرَ بشر ودعٰی الی الضلالۃ– قُلْتُ:ثم ان المامون نظرفی الکلام و باعث المعتزلۃ وبقی یقدم رِجْلًا ویؤخر اُخْرٰی فی دعاء الناس الی القول بخلق القراٰن الٰی ان قوٰی عزمہ علٰی ذلک فی السنۃ التی مات فیہا﴾(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۱۸ ص ۶۷)

﴿ت﴾ مسلمان ہمیشہ سے اسلاف کرام کے قانون پر تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام، اللہ کی وحی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ غیر مخلوق ہے، یہاں تک کہ معتزلہ اور جہمیہ ظاہر ہوئے، پس ان لوگوں نے خلق قرآن کا قول کیا، ہارون رشید کے عہد میں اس قول کو پوشیدہ رکھتے ہوئے ۔احمد بن ابراہیم دورقی نے محمد بن نوح سے روایت کیا کہ ہارون رشید نے کہا کہ بشر بن غیاث کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔مجھے اللہ کی قسم ہے، اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس پر کامیاب فرمادے تو ضرور میں اسے قتل کروں گا، اور بشر بن غیاث مریسی (م ۲۱۸ھ) ہارون رشید کے زمانہ میں چھپا ہوا تھا، پھر جب ہارون رشید کی موت ہوگئی تو بشر ظاہر ہوا، اور گمرہی کی دعوت دینے لگا، پھر مامون رشید نے علم کلام میں غور وفکر کیا اور معتزلہ کو ابھارا، اور لوگوں کو خلق قرآن کے قول کی طرف

دعوت دینے میں ایک قدم آگے لے جاتا اور دوسرا قدم پیچھے لاتا، یہاں تک کہ اس امر پر اس کا ارادہ قوی ہوگیا، اس سال میں جس سال اس کی موت ہوئی۔

توضیح: مامون نے سال ۲۱۸ھ میں خلق قرآن کی دعوت دی، اور اسی سال اس کی موت ہوئی ۔عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین عقائد اہل سنت پر قائم تھے، اور عہد ہارونی میں داعیان اعتزال چھپے پھرتے ۔عہد مامون میں ان لوگوں نے مامون کو گمراہ کر کے علمائے اسلام کو اعتزال کی دعوت مامون کے ذریعہ دلوائی، لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔

مامون رشید بن ہارون رشید

خلیفہ ہارون رشید کے بعد معتزلہ نے مامون رشید کو اپنا ہم خیال بنالیا۔معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن جو کلام الٰہی ہے، وہ مخلوق ہے۔مامون رشید نے سال ۲۱۸ھ میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ علمائے اسلام کو خلق قرآن کے عقیدہ کی دعوت دے، اور جو اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرے، اسے سزادی جائے۔جب اسحاق بن ابراہیم نے علما کو بغداد میں اپنے دربار میں بلا کر مامون رشید کا حکم سنایا تو ائمہ اہل سنت اپنے اپنے طریقے پر جواب دے کر چلے گئے ،بعض علمانے رخصت پر عمل کیا اور اجمالی گفت وشنید کے بعد اس مصیبت سے نجات پائے ،لیکن امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند دیگر علمانے عزیمت پر عمل کیا، اور علی الاعلان اس عقیدہ کی مخالفت کی۔انجام کار حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) اور صراحتاً انکار کرنے والے دیگر علما گرفتار کر لیے گئے ۔ان کے ساتھ اہل حکومت نے بہت سختی کی۔اسی زمانے کو تاریخ اسلام میں ”ایام محنت“ یعنی آزمائش کے دور سے تعبیر کیا گیا۔یہ زمانہ علمائے اہل سنت کے لیے ایک مشکل دور ثابت ہوا۔یہ سلسلہ چودہ سال (۱۴) تک رہا، پھر متوکل بن معتصم کے عہد میں یہ آزمائش ختم ہوئی۔ذیل میں تفاصیل رقم کی جاتی ہیں۔

(۱) قال صالح بن احمد قال ابی: صِرْنَا الٰی اُذْنَۃَ ورحلنا منها فی جوف اللیل وفُتِحَ لَنَا بَابُهَا فاذا رجل قد دخل فقال: البُشْرٰی، قد مات الرجل یعنی المامون

-قال ابی: و كنت ادعوا الله ان لا اراه﴾ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۱۸ص ۶۷)

﴿ت﴾ حضرت صالح بن احمد بن حنبل (۲۰۳ھ-۲۶۶ھ) نے کہا کہ میرے والد (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا کہ (گرفتاری کے بعد) ہم لوگ (امام احمد بن حنبل ومحمد بن نوح بن میمون جندیسا پوری) ''اذنہ'' لے جائے گئے ،اور ہم لوگ وہاں سے درمیان شب کو نکلے اور ہمارے لیے اس کا دروازہ کھول دیا گیا، پس ایک آدمی داخل ہوا تواس نے کہا کہ خوشخبری ہو، آدمی مرگیا یعنی مامون (مرگیا)، اور میرے والد (امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ میں اس (مامون) کو نہ دیکھوں۔

توضیح: طرطوس اور مصیصہ کے درمیان ''اذنہ'' نامی ایک شہر تھا جو نہر سیحون کے ساحل پر آباد تھا، اس شہر کو ''ادانم'' بھی کہا جاتا تھا۔

(۲) ہارون رشید کے زمانہ تک معتزلہ مخفی طریقے پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے۔ ہارون رشید کے زمانہ میں ہی خلق قرآن کا مسئلہ نمودار ہوا۔ ہارون رشید کے بعد مامون رشید کو معتزلیوں نے اپنا ہمنوا بنالیا۔ مامون رشید کے عہد سے آزمائش کا دور شروع ہوا، اور چودہ سال تک رہا۔

ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا﴿قد ذكرنا فيما تقدم ان المامون كان قد استحوذ عليه جماعة من المعتزلة فازاغوه عن طريق الحق الى الباطل وزينوا له القول بخلق القراٰن ونفى الصفات عن الله عز وجل-قال البيهقى: ولم يكن فى الخلفاء قبله من بنى امية وبنى العباس خليفة اِلَّاعلٰى مذهب السلف و منهاجهم، فلما وَلِىَ هو الخلافة اجتمع به هولاء فحملوه علٰى ذلك و زينوا له ،واتفق خروجه الٰى طرطوس لغزوالروم فكتب الٰى نائبه ببغداد اسحٰق بن ابراهيم بن مصعب بامره ان يدعوا الناس الى القول بخلق القراٰن واتفق له ذلك اٰخرعمره قبل موته بشهورمن سنة ثمانى عشرة و مأتين﴾

(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ص ۳۳۱-مکتبۃ المعارف بیروت)

﴿ت﴾ ہم نے ماقبل میں ذکر کر دیا ہے کہ مامون پر معتزلہ کی ایک جماعت غالب آ گئی، پس وہ

لوگ اسے راہ حق سے باطل کی طرف لے گئے ،اور خلق قرآن اور رب تعالیٰ سے نفی صفات کے قول کو خوبصورت بنا کر پیش کیا۔امام بیہقی نے فرمایا کہ مامون سے پہلے بنی امیہ اور بنی عباس کے تمام خلفا اسلاف کرام کے مذہب اور ان کے طریقے پر تھے، پس جب مامون خلافت کا والی ہوا تو اس کے ساتھ معتزلہ جمع ہوئے ، پس اسے خلق قرآن کے مسئلے پر آمادہ کیا اور اس کے لیے خلق قرآن کے مسئلہ کو خوبصورت بنا کر پیش کیا ،اور مامون کو سلطنت روم سے جنگ کرنے کے لیے طرطوس جانے کا اتفاق پیش آیا تو اس نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کو اپنے اس حکم کے ساتھ خط لکھا کہ لوگوں کو خلق قرآن کے قول کی طرف دعوت دیں، اور اسے یہ اتفاق اس کی موت سے چند مہینے پہلے سال ۲۱۸ھ میں پیش آیا۔

توضیح: ابن کثیر دمشقی کی عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ معتزلہ کے کچھ لوگ مامون کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ،لیکن عامۃ المسلمین معتزلی عقائد پر نہ تھے،اسی لیے مامون نے علما کو معتزلہ مذہب کی دعوت دی، تاکہ علما کو دیکھ کر عوام بھی اسے قبول کر لیں۔

معتصم بن ہارون رشید

مامون رشید بن ہارون رشید اپنی موت تک اعتزال اور خلق قرآن کے عقیدہ پر قائم رہا، اور اپنے وصی وخلیفہ معتصم کو بھی اس امر کی تاکید کی۔ مامون نے معتزلی مذہب سے توبہ نہیں کی، بلکہ معتزلی مذہب پر اس کی موت ہوئی۔ مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم بن ہارون، پھر واثق بن معتصم بھی معتزلی عقائد پر تھا۔ان تینوں کے بعد متوکل بن معتصم خلیفہ بنا، وہ اہل سنت کے عقائد پر تھا۔متوکل کے عہد میں ایام محنت یعنی آزمائش کا دور ختم ہو گیا۔

عماد الدین ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا:﴿وقد کان اوصٰی الٰی اخیہ المعتصم و کتب وصیتہ بحضرتہ وبحضرۃ ابنہ العباس وجماعۃ القضاۃ و الامراء و الوزراء والکتاب،وفیھا القول بخلق القراٰن ولم یتب من ذلک بل مات علیہ وانقطع عملہ وھو علٰی ذلک ولم یرجع عنہ ولم یتب منہ-واوصٰی

ان یکبر علیه الذی یصلی علیه خمسًا واوصی المعتصم بتقوی اللہ عزوجل والرفق بالرعیة واوصاہ ان یعتقد ماکان یعتقدہ اخوہ المامون فی القراٰن وان یدعو الناس الیٰ ذلک واوصاہ بعبد اللہ بن طاھر واحمد بن ابراھیم واحمد بن ابی داؤد و قال: شاورہ فی امورک ولاتفارقہ

(البدایة والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۸۰ - مکتبة المعارف بیروت)

〈ت〉 مامون نے اپنے بھائی معتصم کو (خلافت کی) وصیت کی، اور اس کی موجودگی اور اس کے بیٹے عباس بن مامون اور قضات، امراء، وزرا اور کاتبوں کی جماعت کی موجودگی میں اس کی وصیت لکھی گئی، اور اس وصیت نامہ میں خلق قرآن کا قول تھا، اور مامون اس عقیدہ سے توبہ نہیں کیا، بلکہ اسی عقیدہ پر مرا، اور اس کا عمل (موت کی وجہ سے) منقطع ہوگیا اور وہ اسی عقیدہ پر تھا، اور نہ وہ اس سے رجوع کیا اور نہ اس سے توبہ کیا، اور وصیت کیا کہ جو اس کی نماز جنازہ پڑھائے، وہ پانچ تکبیر کہے، اور معتصم کو اللہ سے ڈرنے اور رعایا کے ساتھ نرمی اختیار کرنے کی وصیت کی، اور اسے یہ وصیت کیا کہ قرآن کے بارے میں وہ وہی عقیدہ رکھے، جس عقیدہ پر اس کا بھائی مامون تھا، اور لوگوں کو اس (خلق قرآن کے قول) کی دعوت دے، اور معتصم کو عبد اللہ بن طاہر، احمد بن ابراہیم اور قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی کے بارے میں وصیت کی، اور کہا کہ اپنے امور کے بارے میں قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی سے مشورہ لیا کرنا، اور اس کو جدا نہ کرنا۔

توضیح: مامون رشید کے حکم پر بغداد کے نائب اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح جندیساپوری کو طرطوس روانہ کیا تھا۔ ان دونوں کے بعد نائب بغداد نے علمائے اہل سنت کی ایک بڑی تعداد کو مامون کے پاس بھیجا۔ محمد بن نوح جندیساپوری کی راستے میں موت ہوگئی۔ یہ امام احمد بن حنبل کے ساتھ قید کر کے مامون کے پاس طرطوس بھیجے گئے تھے۔ راستے میں مامون کی موت کی خبر آئی، اور ان دونوں کو بغداد واپس لے جانے کا حکم آیا، کیونکہ موجودہ خلیفہ معتصم طرطوس سے بغداد واپس آ رہا تھا۔ راستے میں محمد بن نوح کی موت ہوگئی، امام احمد بن حنبل نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کیا۔

معتزلیوں سے مناظرہ

معتزلیوں کا ایک بڑا مولوی احمد بن ابی داؤد، معتصم کی صحبت اختیار کرلیا، اور معاملہ پہلے سے زیادہ سنگین ہوگیا۔ امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کو اڑتیس مہینے تک بغداد میں قید میں رکھا گیا، پھر معتصم کے دربار میں بلایا گیا۔ آپ کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ معتصم کی موجودگی میں معتزلہ سے آپ کا مناظرہ تین دنوں تک ہوتا رہا۔ ہمیشہ معتزلی مناظرین لاجواب اور مبہوت ہو جاتے۔ آخرکار معتزلیوں کے اکسانے پر معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ بےشمار کوڑے لگائے گئے، یہاں تک کہ آپ بیہوش ہوگئے۔ یہ سب کچھ ۲۵: رمضان ۲۲۱ھ کو ہوا۔ زدوکوب کے بعد معتصم نے آپ کو رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔ آپ کو گھر بھیج دیا گیا۔ گھر میں آپ کا علاج ہوا، بفضل الٰہی آپ شفایاب ہوگئے۔

(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ص ۳۳۲ تا ۳۳۵-مکتبۃ المعارف بیروت)

واثق بن معتصم کی توبہ

ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ واثق بن معتصم اپنی موت سے قبل، خلق قرآن کے عقیدہ سے تائب ہوگیا تھا۔ درحقیقت ان خلفائے بنی عباس کو معتزلیوں نے ورغلا کر دین حق سے دور کر دیا تھا، جب حقیقت معلوم ہوتی تو وہ راہ حق کی جانب آ گئے۔ مامون و معتصم کے عہد میں عباسی خلفا تک علمائے اہل سنت کی رسائی نہ ہوسکی۔

(۱)﴿یقال ان الواثق رجع عن ذلک قبل موتہ﴾(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ص ۳۰۹)

﴿ت﴾ بتایا جاتا ہے کہ خلیفہ واثق نے اپنی موت سے پہلے خلق قرآن کے عقیدہ سے رجوع کرلیا۔

(۲)﴿عن المہدی ان الواثق مات وقد تاب من القول بخلق القرآن﴾

(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ص ۳۰۹-مکتبۃ المعارف بیروت)

﴿ت﴾ مہدی سے روایت ہے کہ واثق بن معتصم کی موت ہوئی، درآنحالیکہ وہ خلق قرآن کے قول

سے توبہ کر چکا تھا۔

احمد خزاعی کا دربار میں قتل

احمد بن نصر خزاعی (م ۲۳۱ھ) کو خلیفہ واثق بن معتصم نے اپنے دربار میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا، کیونکہ یہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔

ابن کثیر دمشقی نے لکھا﴿ **فلما انتهى اليه، ضربه بها على عاتقه وهو مربوط بحبل، قد اوقف على نطع ثم ضربه اخرى علىٰ رأسه ثم طعنه بالصمصامة في بطنه فسقط صريعا رحمه الله على النطع ميتا فانا لله وانا اليه راجعون** ﴾

(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۰۶ - مکتبۃ المعارف بیروت)

﴿ت﴾ پس جب واثق، احمد بن نصر خزاعی کے پاس پہنچا تو انھیں تلوار سے ان کے کندھے پر مارا، اور وہ رسی سے بندھے ہوئے تھے، چمڑے کے فرش پر کھڑے کیے گئے تھے، واثق نے پھر انھیں دوبارہ سر پر مارا، پھر تلوار سے ان کے پیٹ میں مارا، پس وہ غش کھا کر گر پڑے: انا للہ وانا الیہ راجعون

متوکل بن معتصم اور اہل سنت

ابن کثیر نے متوکل کے بارے میں لکھا﴿ **وكان من خيار الخلفاء لانه احسن الصنيع لاهل السنة بخلاف اخيه الواثق وابيه المعتصم وعمه المامون، فانهم اساؤوا الىٰ اهل السنة وقربوا اهل البدع والضلال من المعتزلة وغيرهم** ﴾

(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۰۶ - مکتبۃ المعارف بیروت)

﴿ت﴾ متوکل نیک خلفا میں سے تھا، اس لیے کہ متوکل نے اپنے بھائی واثق بن معتصم اور اپنے والد معتصم بن ہارون اور اپنے چچا مامون بن ہارون رشید کے برخلاف اہل سنت و جماعت کے ساتھ نیک سلوک کیا، کیونکہ ان لوگوں نے اہل سنت کے ساتھ بدسلوکی کی، اور اہل بدعت و ضلال یعنی معتزلہ وغیرہم کو قریب کیا۔

امام احمد کو درس حدیث کی ممانعت

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معتصم اور واثق کے عہد میں درس حدیث کی اجازت نہیں تھی۔متوکل نے وہ تمام پابندیاں ختم کردی، اور خلق قرآن کے قول کی ممانعت کردی۔

﴿وامتنع من التحديث وكانت غلته من ملك له في كل شهر سبعة عشر درهمًا ينفقها على عياله ويتقنع بذلك رحمة الله صابرًا محتسبًا،ولم يزل كذلك مدة خلافة المعتصم وكذلك في ايام ابنه محمد الواثق، فلما وُلِّيَ المتوكلُ على الله الخلافة،استبشر الناس بولايته،فانه كان محبًّا للسنة و اهلها ،ورفع المحنة عن الناس وكتب الى الأفاق-"لايتكلم احد في القول بخلق القرآن"﴾ (البدایۃ والنہایہ ج۱۰ص۳۳۷-مکتبۃ المعارف بیروت)

﴿ت﴾امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)(معتصم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد)حدیث بیان کرنے (درس حدیث) سے روک دیئے گئے ،اور آپ کی مملوکہ جائیداد سے آپ کا کرایہ ہر مہینہ سترہ درہم تھا۔آپ اسے اپنی آل واولاد پر خرچ کرتے اور آپ صبر کرتے ہوئے اور کار ثواب سمجھتے ہوئے رب تعالیٰ کی اس رحمت پر قناعت اختیار فرماتے ،اور معتصم کی مدت خلافت اور اسی طرح اس کے بیٹے واثق کے زمانے میں اسی طرح رہے، پھر جب متوکل علی اللہ خلافت کے والی مقرر ہوئے تو لوگ اس کی حکومت سے خوش ہوگئے، اس لیے کہ وہ سنت اور اہل سنت سے محبت کرنے والے تھے، اور اس نے لوگوں سے محنت (خلق قرآن کے قول کی آزمائش) کو اٹھا دیا، اور ہر چہار جانب لکھ بھیجا کہ کوئی خلق قرآن کا قول نہ کرے۔

ایام محنت کا خاتمہ

معتصم بن ہارون کی موت ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ کو ہوئی۔اس کے بعد اس کا بیٹا واثق بن معتصم خلیفہ ہوا۔واثق نے سال ۲۳۱ھ میں اپنے ہاتھ سے احمد بن نصر خزاعی کو قتل کیا، کیونکہ یہ

خلق قرآن کے قائل نہیں تھے، اور اسی طرح واثق نے ان حضرات کو قید خانے میں ڈال دیا جو خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔ ۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق بن معتصم کی موت ہوئی، اور اس کے بعد متوکل بن معتصم باللہ خلیفۃ المسلمین کے منصب پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اہل سنت و جماعت پر کیے جانے والے مظالم کو ختم کر دیا۔ اس طرح سال ۲۱۸ھ سے سال ۲۳۲ھ تک یعنی قریباً چودہ (۱۴) سال تک اہل سنت و جماعت کے ساتھ خلفائے بنی عباس کے مظالم کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا، اور متوکل بن معتصم کے عہد میں یہ مظالم ختم ہوئے۔

تین عباسی خلفا مذہب معتزلہ سے متأثر

خلفائے بنی عباس میں مامون بن ہارون رشید، معتصم بن ہارون رشید اور واثق بن معتصم بن ہارون نے اعتزال کی راہ اختیار کی۔ بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م ۲۱۸ھ) نے مامون کو گمراہ کیا۔ قاضی احمد بن ابوداؤد ایادی معتزلی (م ۲۴۰ھ) نے مامون، معتصم، واثق اور متوکل کا زمانہ پایا۔ اس نے معتصم اور واثق کو گمراہ کیا اور متوکل کو گمراہ نہ کر سکا، بلکہ اس کے زمانے میں سال ۲۳۳ھ میں فالج زدہ ہو گیا۔ یہ فالج ایسا سخت تھا کہ وہ پتھر کی طرح غیر متحرک بن کر رہ گیا۔

حافظ ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا ﴿وَفِيْهَا اَصَابَ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ دَاؤُدَ فَالِجٌ صَيَّرَهٗ حَجَرًا مُلْقٰى﴾ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۱۷ ص ۱۱)

﴿ت﴾ سال ۲۳۳ھ میں قاضی احمد بن ابوداؤد کو فالج لگا، جس نے اسے مصیبت زدہ پتھر بنا دیا۔

عہد خلافت عباسیہ میں معتزلہ کی فتنہ پروری

(۱) ہارون رشید بن محمد مہدی بن منصور عباسی، ابوجعفر (۱۴۹ھ-۱۹۳ھ-۷۶۶ء-۸۰۹ء)

مدت خلافت: ۱۵: ربیع الاول ۱۷۰ھ تا ۳: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ (تیئس سال، چند ماہ)

ہارون رشید بن مہدی خلافت عباسیہ کے پانچویں خلیفہ تھے۔ ہارون رشید بن مہدی ۱۵: ربیع الاول ۱۷۰ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ ۳: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ کو مقام طوس کے سناباذ

گاؤں میں ان کی وفات ہوئی، وہیں ان کی قبر ہے۔ہارون رشید کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد امین بن ہارون رشید تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت: ہارون رشید کے عہد میں خلق قرآن کا مسئلہ ابتدائی مرحلے میں تھا۔اسی کے عہد میں بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م۲۱۸ھ) نے خلق قرآن کا عقیدہ اپنایا۔ہارون رشید نے قسم کھائی تھی کہ اگر بشر بن غیاث مجھے مل جائے تو میں اسے قتل کر دوں گا، لیکن عہد ہارونی میں وہ روپوش رہا۔

(۲) محمد امین: محمد بن ہارون رشید بن محمد مہدی (۱۷۰ھ-۱۹۸ھ-۷۸۷ء-۸۱۳ء)

مدت خلافت: ۱۴: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ تا ۴: صفر ۱۹۸ھ (قریباً نو سال)

ہارون رشید کے بعد امین بن ہارون رشید کی ۱۴: جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ کو تخت نشینی ہوئی۔ مامون رشید بن ہارون رشید کے حامیوں نے ۴: صفر ۱۹۸ھ کو امین بن ہارون رشید کو قتل کر دیا، اس کے بعد مامون رشید خلیفہ ہوا۔امین اپنے اسلاف کے عقیدہ پر قائم رہے۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت: ہارون رشید کے عہد میں بشر بن غیاث چھپا رہا۔امین کے عہد میں ظاہر ہوا۔خلق قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دینا بھی شروع کیا، لیکن ابھی اس تحریک کو قوت فراہم نہ ہوئی تھی۔

(۳) مامون رشید: ابو العباس عبد اللہ بن ہارون رشید (۱۷۰ھ-۲۱۸ھ-۷۸۶ء-۸۳۳ء)

مدت خلافت: ۴: صفر ۱۹۸ھ تا ۱۷: رجب ۲۱۸ھ (بیس سال، چند ماہ)

مامون رشید اپنے بھائی امین بن ہارون رشید کے قتل کے بعد خلیفہ ہوا۔۱۲: رجب ۲۱۸ھ کو مامون راہی ملک عدم ہوا۔بذندون میں موت ہوئی، اور طرطوس کے دار خاقان میں دفن ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی معتصم باللہ خلیفہ ہوا۔مامون رشید کی موت معتزلہ مذہب پر ہوئی۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت: ہارون رشید کے عہد میں معتزلہ کا رہنما بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م۲۱۸ھ) چھپا ہوا تھا۔امین بن ہارون رشید کے عہد میں ظاہر ہوا۔امین بن ہارون رشید اسلاف کرام کے مذہب پر قائم رہا۔جب مامون خلیفہ بنا تو کسی طرح معتزلہ کی

رسائی مامون رشید تک ہوگئی، اور مامون بھی معتزلی عقائد سے متاثر ہوگیا۔ سال ۲۱۸ھ میں جب وہ طرطوس میں تھا، اور رومیوں سے جنگ ہورہی تھی، اسی زمانے میں مامون رشید نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کو خط لکھا کہ اکابر علما ومحدثین کو خلق قرآن کے قول کی دعوت دو، پس اسحاق بن ابراہیم نے علما ومحدثین کو بلا کر اس کا خط سنایا۔ اکثر حضرات نے خموشی اختیار کی، اور اجمالی جواب پر اکتفا کیا۔

اس تعلق سے مامون نے اسحاق بن ابراہیم کو چار خط لکھا۔ امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح جندیساپوری خلق قرآن کا عقیدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر گئے، اور انکار ہی پر قائم رہے۔ انجام کار اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح جندیساپوری کو قید کر کے مامون رشید کے پاس بھیج دیا، ابھی یہ حضرات راستے ہی میں تھے کہ مامون کی موت ہوگئی۔ ۱۷: رجب ۲۱۸ھ کو مامون راہی ملک عدم ہوا۔

(۴) معتصم باللہ: ابو اسحاق محمد بن ہارون رشید بن محمد مہدی (۱۷۹ھ-۲۲۷ھ-۷۹۵ء-۸۴۱ء)

مدت خلافت: ۱۷: رجب ۲۱۸ھ تا ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ (آٹھ سال، آٹھ ماہ، آٹھ دن)

خلفائے بنی عباس میں سب سے پہلے معتصم نے اپنے نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام شامل کیا اور "معتصم باللہ" کا لقب اختیار کیا۔ مقام سامرا میں ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ کو موت ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ خلیفہ ہوا۔ یہ اخیر عمر تک معتزلہ کے مذہب پر قائم رہا۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت: مامون رشید کے بعد معتصم بن ہارون رشید تخت خلافت پر بیٹھا۔ محمد بن نوح جندیساپوری راستے ہی میں واصل الی اللہ ہوگئے۔ اسی درمیان معتصم طرطوس سے بغداد واپس ہونے لگا۔ امام احمد بن حنبل کو بھی واپس بغداد لایا گیا۔ معتزلیوں کا ایک بڑا مولوی احمد بن ابی داؤد، معتصم کی صحبت اختیار کرلیا، اور معاملہ پہلے سے زیادہ سنگین ہوگیا۔

امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کو اٹھائیس مہینے تک بغداد میں قید میں رکھا گیا، پھر معتصم کے دربار میں بلایا گیا۔ آپ کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ معتصم کی موجودگی میں معتزلہ سے آپ کا مناظرہ تین دنوں تک ہوتا رہا۔ ہمیشہ معتزلی مناظرین لاجواب اور مبہوت ہو

جاتے۔آخرکار معتزلیوں کے اکسانے پر معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کوکوڑے لگانے کا حکم دیا۔بے شمار کوڑے لگائے گئے، یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ یہ سب کچھ ۲۵: رمضان ۲۲۱ھ کو ہوا۔ زدوکوب کے بعد معتصم نے آپ کو رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔ آپ کو گھر بھیج دیا گیا۔گھر میں آپ کا علاج ہوا،بفضل الٰہی آپ شفایاب ہو گئے۔

(۵) واثق باللہ: ابوجعفر ہارون بن معتصم باللہ بن ہارون رشید (۲۰۰ھ-۲۳۲ھ-۸۱۵ء-۸۴۷ء)

مدت خلافت: ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ تا ۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ (پانچ سال، نوماہ، پانچ دن)

محمد معتصم باللہ بن ہارون کی موت ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ کو ہوئی۔اس کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ بن معتصم باللہ خلیفہ ہوا۔۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق بن معتصم کی موت ہوئی،اوراس کے بعد متوکل باللہ بن معتصم باللہ خلیفہ ہوئے۔بعض روایتوں کے مطابق واثق باللہ اخیر عمر میں معتزلی مذہب سے تائب ہو گیا تھا۔

مذہب معتزلہ کی کیفیت: مامون رشید اور معتصم باللہ کے عہد کی طرح واثق کے عہد میں بھی معتزلیوں کا زور برقرار رہا۔واثق نے سال ۲۳۱ھ میں اپنے ہاتھ سے احمد بن نصر خزاعی کو قتل کیا، کیونکہ یہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔اسی طرح واثق نے ان حضرات کو قید خانے میں ڈال دیا جو خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔

(۶) متوکل علی اللہ: ابوالفضل جعفر بن محمد معتصم باللہ بن ہارون رشید بن محمد مہدی (۲۰۶ھ-۲۴۷ھ-۸۲۱ء-۸۶۱ء)

مدت خلافت: ۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ تا ۴: شوال ۲۴۷ھ (چودہ سال، دس ماہ، تین دن)

واثق باللہ کی موت کے بعد متوکل خلیفہ ہوئے۔متوکل کو اس کے بیٹے منتصر نے ۴: شوال ۲۴۷ھ کو قتل کر دیا۔ان کے بعد ان کا بیٹا منتصر خلیفہ بنا۔متوکل کو جعفریہ میں دفن کیا گیا۔

(البدایۃ والنہایہ ج ۱۰ ص-مکتبۃ المعارف بیروت)

مذہب معتزلہ کی کیفیت: متوکل علی اللہ نے اہل سنت وجماعت پر کیے جانے والے مظالم کو ختم کر دیا۔اس طرح سال ۲۱۸ھ سے سال ۲۳۲ھ تک یعنی قریباً چودہ (۱۴) سال

تک اہل سنت وجماعت کے ساتھ خلفائے بنی عباس کے مظالم کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا، اور متوکل بن معتصم کے عہد میں یہ مظالم ختم ہوئے۔

علمائے اہل سنت وجماعت اور آزمائش

(۱) ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا ﴿وکان الذین ثبتوا علی الفتنة فلم یجیبوا بالکلیة اربعة، احمد بن حنبل وهورئیسهم ومحمد بن نوح بن میمون الجند یسابوری و مات فی الطریق ونعیم بن حماد الخزاعی وقد مات فی السجن، وابو یعقوب البویطی وقد مات فی سجن الواثق علی القول بخلق القرآن وکان مثقلا بالحدید، واحمد بن نصر الخزاعی و قد ذکرنا کیفیة مقتله﴾

(البدایۃ والنہایہ ج۱۰ص۳۳۵-مکتبۃ المعارف بیروت)

﴿ت﴾ جولوگ فتنۂ معتزلہ کے سلسلے میں ثابت قدم رہے، اور بالکل (خلق قرآن کے قول کو) قبول نہ کیے، وہ چار حضرات ہیں (۱) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)، اور وہ ان حضرات کے سردار ہیں (۲) اور محمد بن نوح بن میمون جندیساپوری (م ۲۱۸ھ)، اور یہ (قید میں بغداد آتے ہوئے) راستے میں وفات پاگئے (۳) اور نعیم بن حماد خزاعی (م ۲۲۹ھ)، اور یہ قید خانے میں واصل الی اللہ ہوئے (۴) اور ابو یعقوب بویطی، اور یہ خلق قرآن کے قول پر واثق کے قید خانے میں وفات پائے، اور یہ بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے (۵) اور احمد بن نصر خزاعی (م ۲۳۱ھ)، اور ان کے قتل کی کیفیت میں نے بیان کردی۔

توضیح: مذکورہ بالا چار حضرات کے علاوہ بھی بہت سے علما گرفتار ہوئے، بعض کسی طرح رہائی پائے، اور بعض قید خانے میں واصل الی اللہ ہوئے۔ خلیفہ کی جانب سے صرف اکابرین اہل سنت کی گرفتاری ہوئی تھی۔

(۲) ابن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) نے لکھا ﴿والبویطی صاحب الشافعی مات فی السجن مقیدًا علی القول بخلق القراٰن فامتنع من ذلک﴾

(البدایة والنہایہ ج ۱۰ص ۳۰۸-مکتبۃ المعارف بیروت))

﴿ت﴾ امام شافعی کے شاگرد امام بویطی بغدادی (م ۲۳۲ھ) خلق قرآن کے قول پر مقید ہوکر قید خانے میں وفات پائے۔انہوں نے اس قول سے انکار کیا تھا۔

(۳) حافظ حسن بن صباح بغدادی (م ۲۴۹ھ) نے اپنے بارے میں فرمایا۔

﴿حملت فی المحنة الی الروم﴾(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۲ص ۴۸)

﴿ت﴾ ایام محنت میں مجھے ملک روم لے جایا گیا۔

(۴) امام ابو یوسف کے شاگرد قاضی بغداد ابوالولید بشر بن ولید کندی (م ۲۳۸ھ) کواس کے گھر میں مقید کر کے سپاہی متعین کر دیئے گئے، پھر جب متوکل خلیفہ ہوا تو اہل سنت پر سے پابندیاں ختم ہوئیں، اور اہل سنت وجماعت خوش ہوگئے۔

(۵) شمس الدین ذہبی نے لکھا﴿**قال محمد بن سعد العوفی: روی بشربن الولید الکندی عن ابی یوسف کتبه وولی قضاء بغداد فی الجانبین فسعٰی به رجل الی الدولة وقال: انه لایقول بخلق القراٰن فامربه المعتصم ان یحبس فی داره و وَکَّلَ ببابه، فلما استخلف المؤکل، امر باطلاقه**﴾(سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ص ۱۹۰)

﴿ت﴾ بشر بن ولید کندی نے امام ابو یوسف سے ان کی کتابیں روایت کی، اور بغداد کے جانبین (دونوں حصہ) کے قاضی ہوئے تو ایک آدمی نے ان کے بارے میں حکومت کے پاس شکایت کی اور کہا کہ وہ خلق قرآن کے قائل نہیں ہیں، پس معتصم نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں ان کے گھر میں قید کر دیا جائے، اور اس کے دروازہ پر سپاہی متعین کر دیا، پھر جب متوکل خلیفہ ہوا تو ان کی آزادی کا حکم دیا۔

توضیح: مذکورہ احوال علمائے کرام سے متعلق ہیں۔خلفائے بنی عباس کے حکم سے چودہ سالوں تک علمائے اہل سنت کو قتل وقید کیا جاتا رہا، پھر بھی لوگ مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم رہے۔ آخر کار متوکل کے عہد میں آزمائش کا عہد اختتام پذیر ہوا۔اکابرین علمائے کرام کی آزمائش کی جاتی تھی، تاکہ ان کے سبب عام مسلمان بھی معتزلی مذہب کی طرف آجائیں۔علمائے اسلام نے

اپنی جانوں کی قربانیاں دیں، قید و بند کی مشقت برداشت کیں، لیکن گمرہی کو قبول نہ فرمایا۔ اس طرح عام مسلمان مذہب حق پر ہی قائم رہے۔

اب یہ کہنا کہ اس عہد میں یہی چند علمائے کرام ہی مذہب حق پر تھے، باقی تمام عوام وخواص معتزلی مذہب پر تھے، انتہائی غلط پروپیگنڈہ ہے۔ جب عام مسلمانوں کی آزمائش نہ کی گئی تو کن حقائق کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کو معتزلی مذہب کا پیروکار قرار دیا جارہا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اتنے مظالم کے بعد بھی مذہب اہل سنت وجماعت کثرت تعداد کے ساتھ قائم وموجود رہا، اور دنیا نے ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان ''لاتزال طائفۃ من امتی'' کی سچائی کا مشاہدہ اپنے سر کی آنکھوں سے کیا۔

اگر اس عہد میں معتزلہ کثیر التعداد ہوتے، اور اہل سنت قلیل التعداد ہوتے تو خلفائے بنی عباس کو قتل وقید کا راستہ اپنانے کی ضرورت پیش نہیں آتی، بلکہ وہ تبلیغ کے ذریعہ باقی ماندہ افراد کو معتزلی مذہب کی طرف مائل کر لیتے۔ قتل وقید کی نوبت اس لیے آئی کہ تبلیغ کے باوجود عوام وخواص معتزلی مذہب سے دور ہی رہے۔ تب آخری حربہ یعنی قتل وقید کو اختیار کیا گیا۔

☆☆☆☆☆

باب ششم

ابن قیم کا فریب

امام الوہابیہ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) کے تلامذہ میں سے بعض اس کے عقائد پر ہیں، اور بعض محض اس کے حامی ہیں۔ جمال الدین یوسف بن زکی ابی الحجاج مزی (۶۵۴ھ-۷۴۲ھ-۱۲۵۶ء-۱۳۴۱ء)، ابن عبد الہادی (م۷۴۴ھ)، حافظ شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ)، ابن قیم جوزیہ: محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد زرعی دمشقی (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ-۱۲۹۲ء-۱۳۵۰ء)، عماد الدین ابن کثیر: اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ-۱۳۰۲ء-۱۳۷۳ء)، ابن ناصر الدین: محمد بن عبد اللہ بن محمد بن احمد بن مجاہد دمشقی (۷۷۷ھ-۸۴۲ھ-۱۳۷۵ء-۱۴۳۸ء) مؤلف ''الرد الوافر علیٰ من زعم ان من اطلق علیٰ ابن تیمیۃ شیخ الاسلام کافر'' وغیرہم ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔

ابن تیمیہ کے بعض تلامذہ بھی تیمیاتی جراثیم سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ ابن تیمیہ کی حمایت کے سبب ابن قیم جوزیہ اور ابن کثیر دمشقی جیل بھی جا چکے ہیں۔ آج بھی یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ بعض لوگ اپنے استاذ یا شیخ کی حمایت میں حق کی پرواہ نہیں کرتے، اور اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے احکام کے بالمقابل اپنے استاذ و شیخ کی حمایت وطرفداری کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے مکمل پرہیز کیا جائے۔ اگر کوئی مذہب حق پر قائم ہے تو وہ قابل تعظیم ہے، عالم ہو یا جاہل، اور جو بداعتقادی کا شکار ہے، وہ قابل تعظیم نہیں، گرچہ بڑا عالم ہو جیسے عزازیل۔

رب تعالیٰ نے ایسے گمرہوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾

(سورہ جاثیہ: آیت ۲۳)

﴿ت﴾ اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ (کنزالایمان)

بعض علمائے اہل سنت مثلاً علامہ تقی الدین دمشقی حصنی شافعی (۷۵۲ھ-۸۲۹ھ) نے ابن

تیمیہ اوراس کے بعض تلامذہ مثلاً ابن قیم ،ابن کثیر وغیرہما پر کفر فقہی کا فتویٰ دیا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ابن تیمیہ گمراہ وگمراہ گر تھا۔ وہابیت کی اصل اسی کے افکار پر قائم ہے۔عہد حاضر میں بھی بعض لوگ اس کے مداح نظر آتے ہیں۔ان سے مکمل پرہیز کیا جائے۔ ہماری کتاب ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ'' کا ایک اقتباس مرقومہ ذیل ہے۔

ابن تیمیہ کی حقیقت

(۱)قال الھیتمی عن ابن تیمیة–''ومن جملة مَنْ تَتَبَّعَهُ الْوَلِيُّ الْقُطُبُ الْعَارِفُ اَبُوْالحسن الشاذلی نَفَعَنَا بِعُلُوْمِهٖ وَمَعَارِفِهٖ فی حزبه الکبیروحزب البحروَ قَطْعَةٍ مِنْ كَلَامِهٖ–كَمَا تَتَبَّعَ اِبْنَ عَرَبِيٍّ وَ اِبْنَ الْفَارِضِ وَابْنَ سَبْعِيْنَ–وَتَتَبَّعَ اَيْضًا الْحَلَّاجَ الْحُسَيْنَ بْنَ مَنْصُوْرٍ–وَلَازَالَ يَتَتَبَّعُ الْاَكَابِرَ حَتّٰى تَمَالأَ عَلَيْهِ اهل عصره –فَفَسَّقُوْهُ وَبَدَّعُوْهُ–بَلْ كَفَّرَهٗ كَثِيْرٌمِنْهُمْ''. (الفتاوی الحدیثیۃ ص۸۴)

(۲)قال العلامة یوسف بن اسماعیل النبهانی م ۱۳۴۵ھ–''وَمِنْ كَلَامِ سَيِّدى الشیخ عبد الغنی النابلسی رضی اللّٰه عنه فی کتابه المذکور(الرد المتین علٰی منتقص سیدی محی الدین)فی حق ابن تیمیة–قوله''اما ابن تیمیة فحسبه کتاب الشیخ الحصنی رحمه اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ الَّذِىْ صَنَّفَهٗ فِيْهِ وَ رَدَّ عَلَيْهِ مَقَالَاتِهٖ –وَصَرَّحَ فِيْهِ بِتَكْفِيْرِهٖ وَتَكْفِيرِ اَتْبَاعِهٖ كَابْنِ الزَّاغونی وابن حامد والقاضی وابن قیم الجوزیة واسماعیل بن کثیرواتباعهم–وَاِنْ كُنَّا نَحْنُ لَانُوَافِقُهٗ عَلٰى ذٰلِكَ –وَلٰكِنْ مَنْ طَعَنَ،طُعِنَ فِيْهِ–وَمَنْ عَابَ،عِيْبَ عَلَيْهِ –اِنْتَهٰى''.

(جواہر البحار ج۳ص۵۰۵-دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳)قال النبهانی''قال سیدی عبد الغنی بعد ماذکر–قلت:وقد صنف الشیخ الامام العجمی المصری رحمه اللّٰه رسالةً فی ذلک–وَسَمَّاهَا ''تنزیه المصطفی المختار عما لم یثبت من الآثار''و انکرهذه الاقدام المشهورة من

النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الاحجار بمصروبیت المقدس وغیرھماو
اعتمد فی ذلک علیٰ کلام ابن تیمیة وابن القیم ومن تابعھما فی انکارذلک.
ولیس ھذا باول ورطة وقع فیھا ابن تیمیة واتباعہ-فانہ جعل شدَّ الرِّحَالِ اِلٰی
غیر مسجد مکة والمدینة وبیت المقدس معصیةً کَمَا تَقَدَّمَ ذِکْرُ ذٰلِکَ وَرَدُّہٗ ،
وَنَھٰی عَنِ التَّوَسُّلِ بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وبغیرہ من الانبیاء
والاولیاء اَیْضًا-وخَالَفَ الْاِجْمَاعَ مِنَ الائمة الاربعة فی عدم وقوع الطلاق
الثلاث بلفظة واحدة الٰی غیر ذلک من التھورات اللفظیة الموجبة لکمال
القطعیة التی استوفی الرد علیھا الشیخ الامام العلامة و العمدة الفھامة تقی
الدین الحصنی الشافعی رحمہ اللّٰہ تَعَالٰی فی کتاب مستقل فی الرد علیٰ ابن
تیمیة و اتباعہ-وَصَرَّحَ فِیْہِ بِکُفْرِہٖ﴾(جواہرالبحار ج۳ص۵۰۶)
(۴)قال الخفاجی بعد ذکر حدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم﴿لَعَنَ اللّٰہُ
الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَاَنْبِیَائِھُمْ مَسَاجِدَ﴾-''واعلم اَنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ
ھو الذی دَعَا اِبْنُ تَیْمِیَّةَ وَمَنْ تبِعَہٗ کَابْنِ الْقَیِّمِ اِلٰی مَقَالَتِہِ الشَّنِیْعَةِ الَّتِیْ کَفَّرُوْہُ
بِھَا-وَصَنَّفَ فِیْھَا السُّبْکِیُّ مُصَنَّفًا مُسْتَقِلًّا''.
(نسیم الریاض شرح کتاب الشفاء للقاضی عیاض ج۳ص۵۱۴-دارالفکر بیروت)
(۵)قال القاری-''وَقَدْ فَرَّطَ اِبْنُ تَیْمِیَّةَ مِنَ الْحَنَابِلَةِ حَیْثُ حَرَّمَ السَّفَرَ لِزِیَارَةِ
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا اَفْرَطَ غَیْرُہٗ حَیْثُ قَالَ: کَوْنُ الزِّیَارَةِ قُرْبَةً
مَعْلُوْمَةٌ مِنَ الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَةِ-وَجَاحِدُہٗ مَحْکُوْمٌ عَلَیْہِ بِالْکُفْرِ-وَلَعَلَّ الثَّانِیَ
اَقْرَبُ اِلَی الصَّوَابِ-لِاَنَّ تَحْرِیْمَ مَا اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ فِیْہِ بِالْاِسْتِحْبَابِ یَکُوْنُ کُفْرًا
-لِاَنَّہٗ فَوْقَ تَحْرِیْمِ الْمُبَاحِ الْمُتَّفَقِ عَلَیہ''(شرح الشفاء ج۳ص۵۱۴)
(البرکات النبویة فی الاحکام الشرعیة: المقالة العاشرة)

ابن قیم کی معنوی تحریف کے اسباب وعلل

امام بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) نے "المدخل" (ص ۱۵) میں نعیم بن حماد کا قول نقل کیا۔

ابن قیم جوزیہ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) نے امام بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول اور نعیم بن حماد کی تشریح اپنی کتاب "اعلام الموقعین" (ج۳ص ۳۹۷-دار الجیل بیروت) "اغاثۃ اللہفان" (ج۱ص ۷۰-دار المعرفہ بیروت) "سد الذرائع" (ج۲ص ۳۱۴) میں نقل کیا، اوران تینوں کتابوں میں لکھا کہ حقانیت کے لیے تعداد کی قلت وکثرت کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب قلت وکثرت کا کوئی اعتبار نہیں تو پھر پیغمبر اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت حقہ کے لیے سواد اعظم اور جماعت ہونے کی علامت بیان فرمائی ،اس کا کیا مفہوم ہے؟ اسلاف کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کردہ الفاظ مبارکہ سواد اعظم اور جماعت کو ظاہری مفہوم ہی پر محمول فرمایا، اوراس سے کثیر التعداد ہونا مراد لیا، اور جماعت حقہ کا قرآن وسنت کے موافق ہونا ایک مستقل علامت ہے۔اس مفہوم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستقل طور پر الگ حدیث میں بیان فرمایا ہے۔حدیث میں امت مسلمہ کے تہتر فرقوں میں منقسم ہونے کی خبر دی گئی ،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو"ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق ہو، یعنی قرآن وسنت کے موافق ہو، وہی حق جماعت ہوگی، پس جماعت حقہ کی ایک علامت قرآن وسنت کے موافق ہونا بھی ہے ،اور ایک علامت کثیر التعداد ہونا بھی ہے۔دونوں مستقل علامتیں ہیں۔دونوں علامتوں کا ایک ہی مفہوم مراد لینا ایک بیان کردہ علامت کو لغو قرار دینا ہے۔ایک چیز کی متعدد علامتیں ہوسکتی ہیں ،پھر مستقل الفاظ میں بیان کردہ متعدد علامتوں کوایک ہی قرار دینا یقیناً غلط ہے۔

تحریف کا سبب یہ ہے کہ ابن قیم ،ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) کا شاگرد اوراس کے باطل نظریات کا متبع تھا اور سلطان اسلام کی جانب سے پابندی تھی کہ کوئی ابن تیمیہ کے عقائد ونظریات کو قبول نہ کرے،اس لیے عامۃ المسلمین ابن تیمیہ کے عقائد پر نہ تھے۔اس کسمپرسی کے

زمانے میں ابن قیم کو ''اتبعوا السواد الاعظم'' کی غلط تاویل وتشریح کرنی ضروری تھی۔ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اسی مقام پر لکھا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اہل حق یعنی اہل سنت کی تعداد کم تھی ،اور معتزلہ کی تعداد زیادہ تھی، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

خلیفہ اور اس کے چند حاشیہ بردار معتزلی تھے، اور ان کے ساتھ عوام الناس میں سے کچھ معتزلی تھے ،اور عام مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت وجماعت کے اعتقادات پر تھی۔سلفیان زمانہ بھی ابن تیمیہ کے متبع اور تعداد میں کم ہیں،اس لیے ''اتبعوا السواد الاعظم'' کی غلط تشریح کر کے اپنی حقانیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

(۱)ابن قیم جوزیہ(۶۹۱ھ-۷۵۱ھ)نے لکھا:﴿**اعلم ان الاجماع والحجة والسواد الاعظم هو العالم صاحب الحق،وان كان وحده وان خالفه اهل الارض**﴾

(اعلام الموقعین ج۳ص ۳۹۷-سدالذرائع ج۲ص ۳۱۳)

〈**ت**〉جان لو کہ اجماع اور حجت اور سواد اعظم وہ صاحب حق عالم ہیں،اگر چہ تنہا ہوں،اور گرچہ تمام اہل زمین اس کے خلاف ہوں۔

توضیح: یہ بات بالکل درست ہے کہ جو کتاب وسنت کے موافق ہو،وہی حق ہے،لیکن اسی حق جماعت کی نشانی یہ ہے کہ وہ کثیر التعداد ہوگی،پس اب اس جماعت حقہ کا کثیر التعداد ہونا ضروری ہوگا۔جماعت حقہ کا کثیر التعداد ہونا حقانیت کے لیے ضروری نہیں، بلکہ حدیث نبوی ''اتبعوا السواد الاعظم'' کی وجہ سے فرق باطلہ کی بہ نسبت اس کا کثیر التعداد ہونا لازم ہے۔

ارشاد الٰہی ''لیظہرہ علی الدین کلہ'' میں اسلام کی صحیح شکل یعنی مذہب اہل سنت وجماعت مراد ہے۔خلافت راشدہ سے خلافت عثمانیہ ترکیہ تک باستثنائے چند، تمام خلفا وسلاطین اہل سنت و جماعت ہی تھے۔وہابیہ لاکھ کوشش کرلیں،کبھی بھی اہل سنت کی تعداد کونہیں پہونچ سکتے۔جب بھی کشف حقیقت کی خواہش ہو،عالمی پیمانہ پر افراد شماری کرلی جائے۔رب تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کو رد نہ فرمائے گا، نیز فرمان نبوی کو قرآن مجید میں بھی وحی الٰہی کی ایک قسم بتایا گیا ہے۔اسی لیے احادیث نبویہ کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

اعلام الموقعین کی عبارت

ابن قیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونعیم بن حماد کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ﴿وقال بعض ائمة الحديث وقد ذكر له السواد الاعظم فقال:ا تدرى ما السواد الاعظم،هو محمد بن اسلم الطوسى واصحابه-فمسخ المختلفون الذين جعلوا السواد الاعظم والحجة والجماعة هوالجمهور وجعلوهم عيارًا على السنة وجعلواالسنة بدعة،والمعروف منكرًا لقلة اهله وتفردهم فى الاعصار والامصاروقالوا:من شذ شذ اللّٰه به فى النار،وما عرف المختلفون ان الشاذ ما خالف الحق وان كان الناس كلهم عليه الا واحدًا منهم فهم الشاذون ،وقد شذ الناس كلهم زمن احمد بن حنبل الا نفرًا يسيرًا فكانوا هم الجماعة. وكانت القضاة حينئذ والمفتون والخليفة واتباعه كلهم هم الشاذون وكان الامام احمد وحده هوالجماعة،ولما لم يتحمل هذا عقول الناس،قالوا للخليفة-يا اميرالمؤمنين! اَتكون انت وقضاتك وولاتك والفقهاء و المفتون كلهم على الباطل،واحمد وحده هو على الحق؟فلم يتسع علمه لذلك فاخذه بالسياط والعقوبة بعد الحبس الطويل فلا اله الا اللّٰه-ما اشبه الليلة بالبارحة وهى السبيل المهيع لاهل السنة والجماعة حتى يلقوا ربهم، مضٰى عليها سلفهم وينتظرها خلفهم﴾ (اعلام الموقعین ج۳ص۳۹۷،۳۹۸)

﴿ت﴾ بعض محدثین کے پاس جب سواد اعظم کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ سواد اعظم کیا ہے؟ سواد اعظم محمد بن اسلم کندی طوسی (م ۲۴۲ھ) اوران کے اصحاب ہیں، پس اختلاف کرنے والوں نے معنی کو مسخ کر دیا، جنہوں نے سواد اعظم، حجت اور جماعت، جمہور کو بنایا ،اورانہیں سنت کا معیار بنالیا اور سنت کو بدعت بناڈالا، اور معروف کو منکر بنا دیا، اہل سنت کی قلت اور مختلف زمانوں اور مختلف شہروں میں ان کے متفرد ہونے کی وجہ سے، اوران اختلاف کرنے

والوں نے کہا۔ جو (ہم سے) جدا ہوا، اسے اللہ جدا کر کے جہنم میں ڈالے گا، اور اختلاف کرنے والوں نے یہ نہ جانا کہ شاذ وہ ہے جو حق کے خلاف ہو، اگرچہ ان میں سے ایک کے علاوہ تمام لوگ خلافِ حق پر ہوں، اور امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کے زمانے میں مختصر سی جماعت کے علاوہ تمام لوگ جدا ہو گئے تھے، پس وہ تھوڑے لوگ جماعت تھے۔

اور اس وقت کے قاضیان، مفتیان، خلیفہ اور اس کے تمام متبعین شاذ (اہل باطل) تھے، اور امام احمد بن حنبل تنہا جماعت (اہل حق) تھے، اور جب یہ بات لوگوں کی عقلوں میں نہ آ سکی تو انہوں نے خلیفہ کو کہا۔ اے امیر المومنین! کیا تو، تیرے قاضیان، تیرے والیان و حکام، فقہا و مفتیان سب باطل پر ہوں، اور امام احمد بن حنبل تنہا حق پر ہوں؟ پس خلیفہ کا علم اس کا ادراک نہ کر سکا، پس اس نے طویل قید کے بعد کوڑے اور سزا کو اختیار کیا، پس اللہ ہی سے انصاف ہے۔ آج کی رات (عہد ابن قیم) گذشتہ رات (عہد امام احمد بن حنبل) سے کس قدر مشابہ ہے، اور یہ اہل سنت کے لیے خوفناک راستہ ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے رب سے ملیں (وقت موت تک ان کے لیے مشکلات ہیں)، اسی طریقہ پر ان کے اسلاف چلے، اور مابعد والے اسی کے منتظر ہیں (کہ موت بزعم ابن قیم حق پر ہو)

توضیح: ابن قیم کی یہ صریح کذب بیانی ہے۔ امام احمد بن حنبل کی قید و بند کے بعد خلیفہ معتصم نے ان پر مظالم کرنا شروع کیا تو یمن نے گورنر نے اسے خط لکھا کہ امام احمد بن حنبل کے بارے میں ڈرو، ورنہ مملکت اسلامیہ تیرے قبضہ سے نکل جائی گی۔ اگر تمام لوگ معتزلی ہو گئے تھے تو معتصم کی سلطنت کے لیے خطرہ کون لوگ بن رہے تھے؟ چند لوگ اگر سنی ہوتے تو حکومت ان سے خوفزدہ کیونکر ہوتی؟ اس خط کے بعد معتصم نے امام احمد بن حنبل کو آزاد کر دیا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ ایک واقعی خطرہ تھا جو اہل حکومت کے سروں پر منڈلا رہا تھا، اور امام احمد بن حنبل کو مجبوراً آزاد کرنا پڑا۔ ذیلی اشارات پر غور کیا جائے۔

(الف) عہد مامون میں اگر سب لوگ معتزلی ہی تھے تو مامون اور اس کے جانشینوں نے دعوت اعتزال کن لوگوں کو دی؟ دعوت دینے میں کس خوف سے پس و پیش کرتا رہا؟

(ب) عہد مامونی میں علما کی دربار شاہی میں حاضری کے واقعہ پر غور کیا جائے۔ معلوم ہو جائے گا کہ سب لوگ سنی تھے۔ صرف خلیفہ کے چند حاشیہ بردار اور ان کے کچھ متبعین گمراہ تھے۔

(ج) اگر تمام لوگ معتزلی تھے تو عہد متوکل میں دعوت اعتزال کے خاتمے کے بعد عامۃ المسلمین خوش کیونکر ہوئے؟ کیا معتزلہ دعوت اعتزال کے خاتمہ سے خوش ہوئے، یا خوش ہونے اہل سنت وجماعت کے لوگ تھے؟ عامۃ المسلمین کے خوش ہونے کا یہی مفہوم ہے کہ باستثنائے شرذمہ قلیلہ تمام لوگ اہل سنت تھے۔ جب اہل سنت پر سے جبری مذہب کا خاتمہ ہوا تو خوش ہوئے۔

(د) ابن قیم نے خود ہی ابن تیمیہ کی پیروی میں سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت قرار دیا، اور الزام اہل سنت پر قائم کیا۔ الٹے چور کوتوال کو ڈانٹے۔

(ہ) ابن قیم ایک بار لکھتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے ساتھ ایک مختصر سی جماعت اہل حق کی تھی، پھر لکھتا ہے کہ امام احمد بن حنبل تنہا جماعت تھے، یعنی وہ تنہا راہ حق پر تھے۔ سچ کہا جاتا ہے: دروغگو را حافظہ نباشد۔ یہی طریقہ کار محمد بن اسلم کندی طوسی (م ۲۴۲ھ) کے بارے میں اختیار کیا۔ اعلام الموقعین وسد الذرائع میں لکھا کہ محمد بن اسلم طوسی کے ساتھ ان کے اصحاب بھی راہ حق پر تھے، اور اغاثۃ اللہفان میں لکھا کہ تنہا امام طوسی سواد اعظم تھے۔

سوال یہ ہے کہ یہ قول کرنے والے محدث بھی سواد اعظم میں تھے یا نہیں؟ اگر محدث قائل بھی سنی تھے تو محمد بن اسلم طوسی (م ۲۴۲ھ) کا تفرد فی السنیت کا معنی باطل ہوا۔ اس کے قائل محدث اسحاق بن راہویہ ہیں، اور وہ یقیناً ائمہ اہل سنت وائمہ محدثین میں سے ہیں، پس اہل حق کے فرد واحد میں منحصر ہونے کا دعویٰ باطل ہو گیا۔ محدث اسحاق بن راہویہ کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ حافظ محمد بن اسلم طوسی کندی اور ان کے طریقہ پر چلنے والے مومنین سواد اعظم ہیں۔ وہ اہل حق کو فرد واحد میں منحصر ہونے کا قول نہیں فرما رہے ہیں، بلکہ اس عہد میں سواد اعظم کی علامت بتا رہے ہیں کہ اس عہد میں جو لوگ محمد بن اسلم طوسی کے طریقہ پر ہیں، وہ اہل حق ہیں۔

یہاں پر ابن قیم کی نقل، نقل مجہول ہے، اور نقل مجہول غیر معتبر ہے۔ قائل کون ہے؟ ابن قیم نے اسے مخفی رکھا یا قول ہی اختراعی ہے؟ اہل باطل سے کذب وافترا کا صدور امر عجیب نہیں۔

امام احمد رضا قادری نے لکھا ﴿والنقل عن المجهول لایعتمد وان كان الناقل من المعتمدين كما افصح به ش فی مواضع من كتبه وبيناها فی فصل القضاء﴾

(فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۴۰۴)

﴿ت﴾ مجہول سے نقل غیر معتمد ہے اگر چہ ناقل معتمدین میں سے ہو، جیسا کہ علامہ شامی نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی، اور ہم نے اسے ''فصل القضاء فی رسم الافتاء'' میں بیان کیا۔

(و) اس محدث کا قول اگر ثابت ہو تو مفہوم صرف اتنا ہوتا ہے کہ محمد بن اسلم طوسی سواد اعظم کے نمونہ ہیں، اور وہ مسلمانوں کی اجماعی راہ پر قائم ہیں، پس ان کا اتباع کیا جائے، کیونکہ وہ علامت حقانیت ہیں۔ یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ امام طوسی تنہا اہل سنت میں سے تھے، کیونکہ طوسی کے تفرد کی صورت میں قائل خود ہی اہل سنت سے خارج قرار پائے گا، اور قائل خود ہی اپنی گمرہی کا اقراری ہوگا، حالانکہ سیاق کلام بھی اس کا منکر ہے، اور حقیقت حال بھی اس کا منکر۔

(ز) اغاثۃ اللہفان کی عبارت اعلام الموقعین وسد الذرائع کی عبارت کے معارض قرار پائے گی، کیونکہ اغاثۃ اللہفان میں ہے کہ صرف طوسی ہی سواد اعظم ہیں، جبکہ ''اعلام الموقعین'' اور ''سد الذرائع'' میں ہے کہ طوسی اور ان کے اصحاب سواد اعظم ہیں۔ اصحاب سے مراد ہم عقیدہ حضرات ہیں، جیسا سیاق کلام خود اس مفہوم کو متعین کر رہا ہے۔

توضیح: ابن قیم کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے عہد میں بھی اہل سنت کثیر التعداد تھے، اور اس عہد میں بھی کثیر التعداد ہونا علامت حقانیت کے طور پر مشہور تھا۔ ابن قیم کا قول ''لقلۃ اہلہ الخ'' اس حقیقت کو روشن کر رہا ہے کہ اہل باطل یعنی متبعین ابن تیمیہ قلیل التعداد تھے، اور اہل سنت کثیر التعداد، اور امت محمدیہ میں عادت الٰہیہ جاری ہے کہ اہل حق ہمیشہ کثیر التعداد رہے ہیں، اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا حیات اسلام ایسا ہی ہوگا۔

سواد اعظم کی معرفت کے لیے اس کے امام ومقتدا کا نام لینا محض افہام وتفہیم کے لیے ہوتا تھا، اور یہی طریقہ آج تک جاری ہے، جیسے عہد حاضر میں امام احمد رضا قادری کو معیار سنیت تسلیم کیا

جاتا ہے۔اس کامفہوم یہ نہیں کہ صرف امام احمد رضا قادری ہی سنی ہیں۔

اغاثۃ اللہفان کی عبارت

ابن قیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونعیم بن حماد کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ﴿قال ابو شامة عن مبارک عن الحسن البصری،قال:السنة والذی لا اله الا هو بین الغالی والجافی،فاصبروا علیها رحمکم اللّٰہ–فان اهل السنة اقل الناس فیما مضٰی،وهم اقل الناس فیما بقی الذین لم یذهبوا مع اهل الاتراف فی اترافهم ولا مع اهل البدع فی بدعهم وصبروا علٰی سنتهم،حتی لقوا ربهم فکذلک ان شاء اللّٰہ فکونوا–وکان محمد بن اسلم الطوسی الامام المتفق علٰی امامته مع رتبته اتبع الناس للسنة فی زمانه حتّٰی قال:ما بلغنی سنة عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الا عملت بها ولقدحرصت علٰی ان اطوف بالبیت راکبًا فما مکنت من ذلک،فسئل بعض اهل العلم فی زمانه عن السواد الاعظم الذین جاء فیهم الحدیث،اذا اختلف الناس فعلیکم بالسواد الاعظم، فقال:محمد بن اسلم الطوسی،هوالسواد الاعظم وهو سبیل المؤمنین التی من فارقها واتبع سواها،ولاه اللّٰہ ما تولی واصلاه جهنم وسائت مصیرًا﴾

(اغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان ج ۱ص ۷۰)

﴿ت﴾ابوشامہ شافعی (۵۹۹ھ-۶۶۵ھ) نے ''الباعث علیٰ انکار البدع'' (ص ۱۶- دار الہدیٰ قاہرہ) میں لکھا۔مبارک نے حسن بصری سے روایت کی کہ حسن بصری نے فرمایا:قسم بخدا! سنت غالی وجافی (افراط وتفریط) کے درمیان ہے،پس سنت پر صبر کرو (قائم رہو)۔اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے،اس لیے کہ متبعین سنت ماضی میں بھی قلیل التعداد تھے،اورزمانہ ما بعد میں بھی قلیل التعداد ہوں گے۔یہ وہ لوگ ہیں جواہل آسائش کی طرح ان کے عیش وعشرت کونہ اپنائے،اورنہ اہل بدعت کی طرح ان کی بدعات میں مبتلا ہوئے،اوراپنے طریقہ پر گامزن رہے،یہاں تک

کہ اپنے رب سے جا ملے، پس اسی طرح رہو اگر اللہ چاہے۔

اور محمد بن اسلم طوسی متفق علیہ امام ہیں، وہ اپنے فضل ورتبہ کے ساتھ اپنے زمانے میں لوگوں میں سب سے زیادہ سنت کی پیروی کرنے والے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا۔ مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جس بھی سنت کی خبر پہونچی، میں نے اس پر عمل کیا ،اور میں (اتباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں) سوار ہوکر طواف بیت اللہ کا خواہشمند تھا، مگر مجھے اس کی گنجائش نہ ملی۔

پس بعض اہل علم سے ان کے زمانے میں ''سواد اعظم'' کے بارے میں سوال ہوا، جن کے بارے میں حدیث آئی کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو تم پر سواد اعظم کو اختیار کرنا لازم ہے تو انہوں نے فرمایا۔ حافظ محمد بن اسلم طوسی کندی (م ۲۴۲ھ-۸۵۶ء)، وہی سواد اعظم ہیں، اور وہی مومنین کا طریقہ ہیں کہ جو اس سے جدا ہوا، اور اس کے علاوہ کی پیروی کیا، اللہ تعالیٰ اسے ادھر ہی پھیر دے گا، جدھر گیا، اور اسے جہنم پہونچائے گا اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

توضیح: حضرت حسن بصری نے ''اہل سنت'' سے اصطلاحی معنی مراد نہیں لیا، بلکہ اہل تقویٰ مراد لیا، جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تشریح بھی کر دی، اور تقویٰ سے بھی وہ تقویٰ مراد لیا جس سے خلفائے راشدین متصف تھے، اور اسی تقویٰ کے فقدان کے سبب تمام خلفا کو خلیفہ راشد نہ کہا گیا، حتی کہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی اس کا اطلاق عند العلما محل نظر ہے، اور تقویٰ کے اس اعلیٰ درجہ کے حاملین یقیناً قلیل التعداد تھے اور یہی صورت ادوار مابعد میں ہوگی، ورنہ عہد حسن بصری ((۲۱ھ-۱۱۰ھ) سے ماقبل اہل سنت ہی کثیر التعداد تھے، اور اسی طرح ان کے عہد میں بھی اہل سنت ہی کثیر التعداد تھے۔ عہد عثمانی تک تمام حضرات راہ حق پر تھے۔ عہد علوی میں بعض گمرہوں کا ظہور ہوا، یعنی خوارج وروافض کا وجود ہوا۔

اسی طرح صحابہ کرام وتابعین عظام تقویٰ کی راہ پر گامزن تھے، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عہد کو خیر القرون ہونے کی سند عطا فرمائی تھی، پس امام حسن بصری نے تقویٰ سے خلفائے راشدین کا سا تقویٰ مراد لیا، ورنہ حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام بھی تقویٰ

سے خارج قرار پائیں گے، حالانکہ یہ نفوس قدسیہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کے تقویٰ پر فائز تھے۔

امام حسن بصری (۲۱ھ—۱۱۰ھ) نے اس قول میں سنت کے بالمقابل بدعت کا ذکر کیا، اور ایسے مقامات پر سنت و بدعت سے مراد عملی سنت و بدعت ہوتی ہے، پھر محمد بن اسلم طوسی کے بارے میں روایت آئی کہ وہ سنت کے سب سے زیادہ متبع تھے، پس اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ یہاں عملی سنت مراد ہے، ورنہ اعتقادی امور میں کمی بیشی کا کچھ معنی ہے۔ اگر کوئی آدمی اہل سنت کے ایک اصولی عقیدہ کا بھی انکار کردے تو وہ مذہب اہل سنت سے خارج ہے، نیز محمد بن اسلم طوسی کا قول منقول ہوا کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے جس سنت نبوی کی خبر پہنچی، میں نے اس پر عمل کیا، اور میں اتباع نبوی میں سوار ہو کر طواف کرنے کا خواہش مند تھا، لیکن موقع نہ مل سکا۔ اتباع سنت کی ان توضیحات سے متعین ہو جاتا ہے کہ یہاں اتباع سنت سے مراد عملی سنتوں کا اتباع ہے۔ خاص کر مذہب اہل سنت و جماعت اور اعتقادی امور مراد نہیں۔ اگر اس بات پر اصرار ہے کہ اعتقادی امور مراد ہیں تو یہ تسلیم کر کے بھی جوابات اس رسالہ میں مذکور ہیں۔

سدالذرائع کی عبارت

ابن قیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نعیم بن حماد کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ﴿**وقال بعض ائمة الحديث وقد ذكر له السواد الاعظم—فقال: ا تدرى، ما السواد الاعظم؟ هو محمد بن اسلم الطوسى واصحابه—فمسخ المختلفون الذين جعلوا السواد الاعظم والحجة و الجماعة هم الجمهور وجعلوهم عيارًا على السنة وجعلوا السنة بدعة والمعروف منكرًا لقلة اهله وتفردهم فى الاعصار والامصار، وقالوا من شذ شذ اللّٰه به فى النار—وما عرف المختلفون ان الشاذ ما خالف الحق وان كان الناس كلهم عليه الا واحدًا منهم فهم الشاذون**﴾ (سدالذرائع وتحریم الحیل ج ۲ ص ۳۱۴)

〈ت〉 بعض محدثین نے فرمایا جب کہ ان کے پاس سواد اعظم کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ کیا تجھے معلوم

ہے،سواداعظم کیا ہے؟ سواد اعظم محمد بن اسلم کندی طوسی (م۲۴۲ھ)اوران کے اصحاب ہیں، پس اختلاف کرنے والوں نے معنی کومسخ کر دیا،جنہوں نے سواد اعظم ، حجت اور جماعت ، جمہور کو بنا دیا اور انہیں سنت کا معیار بنالیا اور سنت کو بدعت بناڈالا ،اور معروف کو منکر بنا دیا،اہل سنت کی قلت اور مختلف زمانوں اور مختلف شہروں میں ان کے متفرد ہونے کی وجہ سے،اوران اختلاف کرنے والوں نے کہا۔جو(ہم سے)جداہوا،اسے اللہ جدا کرکے جہنم میں ڈالے گا،اور اختلاف کرنے والوں نے یہ نہ جانا کہ شاذ وہ ہے جوحق کے خلاف ہو،اگرچہ ان میں سے ایک کے علاوہ تمام لوگ خلاف حق پر ہوں،پس وہ تمام شاذ ہیں۔

توضیح: ابن قیم کافریب بھی آپ نے دیکھا،اور میرا جواب بھی۔ماقبل میں ملاعلی قاری وغیرہ کے حوالہ سے لکھا جاچکا کہ کثرت تعداد باب عقائد میں حقانیت کی علامت ہے،یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت جن عقائد پر ہو،وہ عقیدہ حق وصحیح ہے، نیز آپ کومعلوم ہو چکا کہ عہد امام احمد بن حنبل میں بھی اکثر مسلمین اہل سنت کے اعتقادات پر قائم تھے۔خلیفہ کے چند حاشیہ بردارحرص دنیا میں معتزلہ کا مذہب اختیار کر چکے تھے،کیونکہ معتزلہ دربار خلافت تک رسائی حاصل کرکے مامون کوگمراہ کر چکے تھے۔ارباب اقتدار کواپنے اقتدار پرخطرہ محسوس ہوا،وہ معتزلی بن گئے۔بعض لوگ بظاہر معتزلی ہوگئے،ہاں مامون رشید ضرور گمراہ ہو چکا تھا،لیکن خلیفہ کے گمراہ ہونے سے ساری قوم کا گمراہ ہونا لازم نہیں آتا۔

ذرا آپ غور کریں کہ دعوت اعتزال کے لیے مامون نے اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو چار خط لکھا۔مذہب اعتزال پرآمادہ کرنے کے لیے علما کو بار بار اسحاق نے اپنے دربار میں بلایا، پھربھی کامیابی نہ ملی۔علما اپنی گرفتاری کے لیے اور مامون کے پاس طرطوس جانے پرراضی ہوگئے ،لیکن مذہب اعتزال کوقبول نہ فرمائے۔ان سب حقائق اورتاریخی شہادتوں کے بعد ابن قیم کا فریب باطل ہوجاتا ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ بوقت ضرورت تاریخی شہادتوں کا انبار لگایا جاسکتا ہے ۔اس موضوع پر جوکچھ مرقوم ہوا،وہ بھی کافی ہے۔سواد اعظم کا مفہوم صحیح کثیرالتعداد ہونا ہے۔

تقبل اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منا خیر قبول: آمین

قائد کے ذریعہ جماعت کی تعبیر

کبھی سواد اعظم کے قائد ور ہنما کو مجازی طور پر ''جماعت'' کہہ دیا جاتا ہے۔مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ عالم جس جماعت کے قائد ہیں،اسی جماعت کی پیروی کرو،اور بالعموم ایسا جواب وہاں دیا جاتا ہے، جہاں اتباع و پیروی کے بارے میں سوال ہو،اور پیروی عوام الناس کی نہیں کی جاتی، بلکہ علما کی پیروی کی جاتی ہے،اور علمائے کرام ہی عقائد و مسائل بتاتے ہیں۔عوام الناس نہ تو عقائد و مسائل بتاتے ہیں،نہ ہی براہ راست عامۃ المسلمین کا اتباع کیا جاتا ہے۔ہاں،ان عقائد کو اختیار کیا جاتا ہے جن عقائد پر مسلمانوں کا سواد اعظم قائم ہو۔ان عقائد کی تفصیل اس جماعت یعنی سواد اعظم کے قائدین سے معلوم ہوتی ہے،یا سواد اعظم کے علما کی کتابوں سے معلوم ہوتی ہے۔کتابوں کی جانب رجوع کرنا بھی درحقیقت ان کے مصنفین ومؤلفین کی جانب رجوع کرنا ہے،اور وہ تمام علمائے کرام ہی ہوا کرتے ہیں۔

(۱)امام شاطبی مالکی (م۷۹۰ھ) نے لکھا:﴿**لما سئل ابن المبارک عن الجماعة الذین یُقْتُدٰی بھم،اجاب بان قال:ابو بکر وعمر–قال:فلم یزل یحسب حتی انتھٰی الی محمد بن ثابت والحسین بن واقد–قیل:فھؤلاء ماتوا،فمن الاحیاء؟قال ابوحمزة السکری وھو محمد بن میمون المروزی**﴾

(الاعتصام ج۲ص ۷۷۶-دار عفان سعودیہ عربیہ)

﴿ت﴾ جب حضرت عبد اللہ بن مبارک(۱۱۸ھ-۱۸۱ھ) سے اس جماعت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جن کی پیروی کی جائے تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ابوبکر صدیق،عمر فاروق۔راوی نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک شمار کرتے رہے، یہاں تک کہ محمد بن ثابت اور حسین بن واقد تک پہونچ گئے تو سوال کیا گیا کہ یہ حضرات وفات پاچکے،پس زندوں میں کون ہیں؟ فرمایا۔ابوحمزہ سکری ہیں،اور یہ محمد بن میمون مروزی ہیں۔

(۲)امام شاطبی مالکی (م۷۹۰ھ)اور شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا۔

﴿روی ابونعیم عن محمد بن القاسم الطوسی قال سمعت اسحاق بن راھویه ،وذکر فی حدیث رفعه الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:ان اللّٰہ لم یکن لیجمع امة محمد علی ضلالة،فاذا رأیتم الاختلاف فعلیکم بالسواد الاعظم- فقال رجل:یا ابا یعقوب-من السوادالاعظم؟فقال:محمد بن اسلم واصحابه و من تبعه،ثم قال:سأل رجل ابن المبارک-من السواد الاعظم؟ فقال: ابوحمزة السُّکَّرِیُّ-ثم قال اسحاق:فی ذلک الزمان،یعنی ابا حمزة وفی زماننا محمد بن اسلم ومن تبعه﴾ (الاعتصام ج۲ص ۷۷۷-دارعفان سعودیہ عربیہ-سیر اعلام النبلاء ج۴ ص۵۴۰-تاریخ الاسلام ج۱۲ص ۳۶۷)

﴿ت﴾ابونعیم اصبہانی (۳۳۶ھ-۴۳۰ھ) نے محمد بن قاسم طوسی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا۔میں نے محدث اسحاق بن راہویہ(۱۶۱ھ-۲۳۸ھ) کوسنا کہ انہوں نے ایک حدیث بیان کی کہ جس کی نسبت حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کوگمرہی پر جمع نہیں فرمائے گا،پس جب تم لوگ اختلاف دیکھوتو سواداعظم کی پیروی کرو،پس ایک آدمی نے کہا۔اے ابویعقوب!سواد اعظم کون ہے؟پس ابن راہویہ نے فرمایا۔محمد بن اسلم طوسی اوران کے اصحاب اوران کے متبعین ہیں،پھرمحدث ابن راہویہ نے فرمایا:ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دریافت کیا ۔سواداعظم کون ہے؟توانہوں نے فرمایا۔ابوحمزہ سکری،پھرابن راہویہ نے فرمایا۔اُس زمانہ میں ،ان کی مراد ابوحمزہ سکری ہیں(یعنی عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں ابوحمزہ سکری تھے)،اور ہمارے زمانہ میں محمد بن اسلم طوسی (م۲۴۲ھ) اوران کے متبعین ہیں۔

توضیح: اس قسم کی عبارتوں کولکھ کرابن قیم نے امت مسلمہ کو یہ فریب دینا چاہا کہ اس زمانہ میں صرف محمد بن اسلم طوسی ہی سواداعظم تھے،حالانکہ مراد یہ ہے کہ وہ جماعت سواداعظم ہے جس کے قائد حافظ محمد بن اسلم بن سالم بن یزید:ابوالحسن طوسی کندی (م۲۴۲ھ-۸۵۶ء) ہیں۔ساتھ

میں ان کے متبعین کا ذکر بھی ہے۔خود محدث اسحاق بن راہویہ بھی سواد اعظم سے تھے،لیکن انہوں نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو سواد اعظم کی پہچان کا ذریعہ تھے۔

مذہب کا تعارف علما وقائدین کے ذریعہ

مذاہب ومسالک کا تعارف یا تو ان کے رہنماؤں کے ذریعہ ہوتا ہے،مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کوعیسائی کہا جاتا ہے۔اسی طرح حنفی ،مالکی ،شافعی ،حنبلی ،قادری ،چشتی ،سہروردی ،نقشبندی ،وہابی ،مودودی وغیرہم ہیں ،یا مذاہب ومسالک کا تعارف کسی خاص وصف کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبع کو''مسلم'' کہا جاتا ہے ۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا﴿**ھو سماکم المسلمین من قبل وفی ھذا**﴾(سورہ حج: آیت ۱۷۸)اہل سنت وجماعت ،معتزلہ ،شیعہ ،اہل قرآن ،اہل حدیث ،نیچری وغیرہ مذاہب کے نام بھی ان کے خاص اوصاف کے سبب ہیں ۔

(۱)امام شاطبی مالکی نے لکھا﴿**ثم قال اسحاق:لو سألت الجھال عن السواد الاعظم ،لقالوا:جماعۃ الناس،ولایعلمون ان الجماعۃ عالم متمسک باثر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وطریقہ،فمن کان معہ وتبعہ فھو الجماعۃ،ثم قال اسحاق:لم اسمع عالمًا منذ خمسین سنۃ،کان اشد تمسکًا باثر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من محمد بن اسلم**﴾(الاعتصام ج۲ص ۷۷۷-دارعفان سعودیہ عربیہ)

〈ت〉 پھر محدث اسحاق بن راہویہ نے فرمایا:اگر تم جاہلوں سے ''سواد اعظم'' کے بارے میں دریافت کروگے تو ضرور کہیں گے کہ لوگوں کی جماعت ہے،اورانہیں معلوم نہیں ہے کہ جماعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اوران کے طریقہ پر چلنے والا عالم ہے،پس جو اس عالم کے ساتھ اوران کا متبع ہے،وہ جماعت ہے،پھر محدث اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ میں نے پچاس سال سے کسی عالم کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ محمد بن اسلم طوسی (م۲۴۲؁ھ) سے زیادہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والا ہو۔

توضیح: مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہو گیا کہ سواد اعظم ''محمد بن اسلم طوسی'' ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ ان کے طریقہ پر چلنے والے ہیں، وہ جماعت میں شامل ہیں، اور جو لوگ ان کے طریقہ سے برگشتہ ہیں، وہ جماعت سے خارج ہیں، اور یہ علمائے کرام اپنے اپنے عہد میں معیار حقانیت رہے ہیں، اسی لیے مجازی طور پر ان کو ہی جماعت سے تعبیر کر دیا گیا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سواد اعظم کی صیانت وحفاظت کے لیے عام طور پر قائد ورہنما کی شکل میں علما موجود ہوں گے ۔احادیث نبویہ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے، اور مذہب حق کا تعارف ان علمائے کرام کے نام پر ہوگا جو دین وسنیت کی خدمات سرانجام دیں گے ۔مندرجہ ذیل احادیث طیبہ واقوال علمائے اسلام سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) ﴿عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ....فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ،تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ–الحديث﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰)

﴿ت﴾ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا......اس لیے کہ جو میرے بعد زندگی گذارے گا، وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم لوگوں پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔تم ان طریقوں کو اختیار کرو، اور انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔

(۳) ﴿عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ......قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۴)

﴿ت﴾ خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔تم ان میں سے جن کی پیروی

کروگے، ہدایت پا جاؤ گے۔

(۴)﴿عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ–يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ–وَ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ–وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ–رواه البيهقى﴾(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۶)

﴿ت﴾ حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس علم دین کو ہر بعد آنے والوں میں سے صالح افراد حاصل کریں گے، وہ صالحین اس علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی کج روی اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔

(۵)﴿اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ﴾ (سنن ابی داؤد باب الحث علیٰ طلب العلم-جامع الترمذی ج۲ باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ -سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علیٰ طلب العلم-صحیح ابن حبان ج۱ص۲۸۹)

﴿ت﴾ علمائے کرام، حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

(۶) حدیث بعثت مجددین، جس کا تفصیلی ذکر علامت چہارم میں ہو چکا ہے۔

توضیح: مرقومہ بالا احادیث طیبہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدین، صحابہ کرام، علمائے دین اور مجددین اسلام کی پیروی کرنی ہے، اور مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ہر عہد میں قائدین آتے رہیں گے، جو دین و مذہب کی تشریح و تفصیل بیان کریں گے، پس ان قائدین کی نسبت کے ساتھ مسلک حق کا تعارف کیا جا سکتا ہے، تاکہ گمراہ و باطل فرقوں سے امتیاز حاصل ہو۔ یہ مفہوم نہیں کہ یہ دین و مسلک خاص اس عالم کا ایجاد کردہ ہوگا، بلکہ یہ نفوس عالیہ دین حق کے وشارح و مبلغ ہوں گے۔ رب تعالیٰ کا فضل و کرم کہ اس سے متعلق علمائے اسلام کی تصریحات بھی موجود ہیں۔

(۷) امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے لکھا﴿قَالَ الْمَآ يُرْقِيُّ: وَلَمْ يَكُنْ اَبُو الْحَسَنِ اَوَّلَ مُتَكَلِّمٍ بِلِسَانِ اَهْلِ السُّنَّةِ–اِنَّمَا جَرٰى عَلٰى سُنَنِ غَيْرِهٖ وَعَلٰى نُصْرَةِ مَذْهَبٍ مَعْرُوْفٍ–فَزَادَ الْمَذْهَبَ حُجَّةً وَبَيَانًا–وَلَمْ يَبْتَدِعْ مَقَالَةً اِخْتَرَعَهَا

وَلا مَـذْهَبًا اِنْـفَرَدَ بِہٖ–اَلا تریٰ،اَنَّ مَذْهَبَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ نُسِبَ اِلٰى مَالِكٍ–وَمَنْ كَـانَ عَـلٰـى مَذْهَبِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ،يُقَالُ لَهٗ مَالِكِيٌّ–وَمَالِكٌ اِنَّمَا جَرٰى عَلٰى سُنَنِ مَنْ كَانَ قَبْلَهٗ،وَكَانَ كَثِيْرَالْاِتِّبَاعِ لَهُمْ،اِلَّا اَنَّهٗ لَمَّا زَادَ الْمَذْهَبَ بَيَانًا وَبَسْطًا،عُزِيَ اِلَيْـهِ–كَـذٰلِكَ اَبُوالْحَسَنِ الْاَشْعَرِيِّ–لَا فَرْقَ،لَيْسَ لَهٗ فِيْ مَذْهَبِ السَّلَفِ اَكْثَرُ مِنْ بَسْطِهٖ وَ شَرْحِهٖ وَتَوَالِيْفِهٖ فِيْ نُصْرَتِهٖ﴾

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۳ص ۳۶۷-داراحیاء الکتب العربیۃ بیروت)

〈ت〉 امام ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴ھ) مذہب اہل سنت کی تشریح کرنے والے پہلے متکلم نہ تھے، بلکہ وہ اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلے اور مذہب مشہور کی مدد پر رہے، پس انہوں نے مذہب میں حجت اورتوضیح کا اضافہ کیا،اوراپنی جانب سے کوئی اختراعی بات نہ لائے،اور نہ کوئی جداگانہ مذہب۔کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اہل مدینہ کا مذہب امام مالک کی طرف منسوب ہوا،اور جواہل مدینہ کے مذہب پر ہو،اسے مالکی کہا جاتاہے،اورامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلاف کے طریقے پر چلے،اور وہ اسلاف کرام کی خوب پیروی کرنے والے تھے،لیکن جب انہوں نے مذہب میں توضیح وتشریح کا اضافہ کیا تو مذہب ان کی طرف منسوب ہوگیا۔ایسے ہی امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان۔(دونوں ائمہ کے مابین) کچھ فرق نہیں۔مذہب اسلاف کے بارے میں امام مالک (۹۳ھ-۱۷۹ھ) کی تشریح وتوضیح اور مذہب کی نصرت میں تالیفات،امام اشعری سے زیادہ نہیں۔

توضیح: حضرت امام مالک کی طرح امام ابوالحسن اشعری نے بھی مذہب اہل سنت کی عظیم خدمات سرانجام دیا،جس کے سبب مذہب اہل سنت کو مذہب اشعری اوراہل سنت وجماعت کو اشاعرہ کہا جانے لگا،اورامام ابوالحسن اشعری وامام ابومنصور ماتریدی (م۳۳۳ھ) کی طرح امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی زندگی بھر مذہب اہل سنت کی خدمت سرانجام دیتے رہے،پس برصغیر میں دانستہ یانادانستہ طور پر مسلک اہل سنت ان کی طرف منسوب ہوگیا۔ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔''مسلک اعلیٰ حضرت'' مسلک اہل سنت کا ایک شناختی نام ہے،کیونکہ

عہد حاضر میں بدمذہب فرقے بھی خود کو اہل سنت کہتے ہیں۔

زمخشری معتزلی کا قول

گمراہ فرقوں کی تعداد ہمیشہ قلیل ہوتی ہے،اس لیے گمراہ فرقوں کے رہنما ،لفظ سواداعظم کا مفہوم کثیر التعداد ہونا تسلیم نہیں کرتے۔اگر یہ مفہوم وہ تسلیم کرلیں تو خودان کی زبان وقلم سے ان کے مذہب کا بطلان ثابت ہوجائے گا۔ابن قیم کی طرح جاراللہ زمخشری معتزلی نے بھی سواداعظم کے مفہوم میں تحریف کی ہے۔بہت سے معتزلہ فروعیات فقہیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع تھے،لیکن وہ اہل سنت وجماعت میں سے نہ تھے۔

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف ''التعرف فی علم الفقہ والتصوف'' میں لکھا کہ ایسے معتزلیوں کو''حنفی معتزلی'' کہا جاتا تھا،جیسے عہد حاضر میں بہت سے حنفی ،اہل سنت وجماعت میں سے نہیں ،مثلاً دیوبندی جماعت۔گرچہ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں، لیکن خلاف اسلام عقائد ونظریات کے سبب یہ لوگ اہل سنت سے خارج ہیں۔

(۱) جاراللہ زمخشری (۴۶۷ھ-۵۳۸ھ) نے لکھا:﴿ان الاذن الواحدة اذا وعت وعقلت عن اللہ فھی السواد الاعظم عند اللہ﴾ (تفسیر کشاف ج۴ص۶۰۰)

﴿ت﴾ جب ایک ہی کان رب تعالیٰ کی بات یاد رکھے،اور سمجھے تو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سواد اعظم ہے۔

توضیح: اسلامی قانون اوردینی اصول کے اعتبار سے یہ بات بالکل سچ ہے کہ جوقرآن وسنت کے مطابق ہو،وہ اہل حق ہے،اورجوقرآن وسنت کے خلاف ہو،وہ باطل ہے۔قرآن وسنت کے موافق اگرایک ہی آدمی ہوتو وہی اہل حق ہے،باقی تمام اہل باطل،لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اہل حق کا ایک فرد میں منحصر ہوجانا ممکن ہے۔اگرایک فرد میں انحصار ممکن وصحیح ہے تو سواداعظم اور جماعت کا کیا مفہوم ہے؟ ظاہری معنی سے عدول کی کیا وجہ ہے؟ قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں آیا کہ اعتقادی طور پرحق جماعت ایک فرد میں کبھی منحصر ہوجائے گی۔حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تشریح میں بہت سی احادیث طیبہ پیش کی گئی ہیں۔وہ حدیث سواد اعظم کے ظاہری مفہوم کی تائید و تاکید کرتی ہیں: وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆☆☆

باب هفتم

سواد اعظم کا قلیل التعداد ہونا شرعاً محال

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے حدیث سواد اعظم کی تشریح میں لکھا۔

''اتباع سواد اعظم کا حکم اور''من شذ شذ فی النار'' کی وعید صرف دربارۂ عقائد ہے۔مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ نہیں۔صحابہ کرام سے ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال خلاف جمہور نہ ہوں''۔(فتاویٰ رضویہ ج ۷ص ۴۸۲- رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: فقہی مسائل کا ان احادیث سے کوئی تعلق نہیں، پس فقہ کے مسالک اربعہ میں سے ہر ایک حق ہے۔اس میں سے کوئی کثیر التعداد بھی ہوسکتا ہے،اور کوئی قلیل التعداد،لیکن فقہی امور میں تعداد کی قلت وکثرت کو معیار بنا کر صحیح وغلط کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔اہل سنت وجماعت کے چاروں فقہی مسالک برحق ہیں۔ہر ایک مسلک کے بیان کردہ فقہی احکام کو اصول شرع کے اعتبار سے صحیح قرار دیا گیا ہے۔ہر مقلد کو اپنے امام مجتہد کے بیان کردہ احکام فقہیہ پر عمل کرنا ہے۔

اہل باطل کی مجموعی تعداد اہل سنت سے قلیل

مذہب اہل سنت وجماعت ہر عہد میں کثیر التعداد رہا۔تمام باطل فرقوں کی مجموعی تعداد بھی اہل سنت وجماعت کے برابر نہ ہوسکی، پھر انفرادی طور پر کسی ایک فرقہ باطلہ کی تعداد اہل سنت کے برابر کیونکر ہوسکتی ہے؟ عہد حاضر میں پیدا شدہ مغالطہ قلت توجہ کا نتیجہ ہے۔

(۱)علامہ سید علوی حداد(م ۱۲۳۲ھ) نے لکھا:﴿**وصاحب الدین صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بان امتہ ستفترق وامرنا بلزوم السواد الاعظم الاکثر من الناس،ولم یزل اہل الحق ظاہرین واکثر الناس من الاشعریۃ والماتریدیۃ من اتباع المذاہب الاربعۃ بحمد اللہ تعالیٰ**﴾(مصباح الانام ص ۳۵-استنبول ترکی)

﴿ت﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی امت فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، اور ہمیں بڑی اور زیادہ لوگوں والی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا اور اہل حق یعنی مذاہب اربعہ کے متبعین میں سے اشعریہ اور ماتریدیہ ہمیشہ غالب اور زیادہ تعداد والے رہے۔

(۲) محدث عبد الغنی بن ابوسعید بن صفی عمری مجددی دہلوی (۱۲۳۵ھ-۱۲۹۶ھ) نے ''انجاح الحاجۃ حاشیۃ علیٰ سنن ابن ماجہ'' میں لکھا ﴿**فعليكم بالسواد الاعظم اى جملة الناس و معظمهم الذين يجتمعون علىٰ طاعة السلطان وسلوك النهج المستقيم كذا فى المجمع-فهذا الحديث معيار عظيم لاهل السنة والجماعة شكر الله سعيهم فانهم هم السواد الاعظم وذلك لايحتاج الىٰ برهان فانك لو نظرت الىٰ اهل الاهواء باجمعهم مع انهم اثنان وسبعون فرقة،لايبلغ عددهم عشر اهل السنة**﴾ (شرح ابن ماجہ ج ا ص ۲۸۳-قدیمی کتب خانہ کراچی)

﴿ت﴾ پس تم پر سواد اعظم کی پیروی لازم ہے، یعنی مسلمانوں کے مجموعی حصہ اور ان کے بڑے طبقہ کی پیروی لازم ہے جو بادشاہ کی طاعت اور صراط مستقیم پر چلنے میں متفق ہوں۔ اسی طرح ''مجمع بحار الانوار'' میں ہے، پس یہ حدیث اہل سنت و جماعت کے لیے ایک عظیم معیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کا بدلہ عطا فرمائے، اس لیے کہ اہل سنت و جماعت ہی سواد اعظم ہیں، اور اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اگر تم تمام اہل بدعت کی طرف دیکھو گے تو باوجویکہ وہ بہتر فرقہ ہیں، ان کی تعداد اہل سنت و جماعت کی دہائی (دس فیصد) کو نہ پہونچ پائے گی۔

(۲) امام اہل سنت امام احمد رضا قادری رقمطراز ہیں۔

''اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے۔ عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں، ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو، وہ حق ہے۔ اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے، مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا

کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہو نچ سکے''۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۶، ۵۷- رضا اکیڈمی ممبئ)

(۳) حافظ ملت نے تحریر فرمایا۔''عہد صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک باوجودیکہ یہ تمام فرقے ظہور میں آئے ،لیکن ہر قرن وہر زمانے میں بڑی جماعت وہی رہی ،جس پر صحابہ وتابعین وتبع تابعین ،ائمہ مجتہدین ،علمائے معتمدین ،اولیائے کاملین قائم رہے ۔ وہی مذہب ، اہل سنت و جماعت کا ہے۔آج بھی بفضل اللہ وبکرم حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل سنت و جماعت کی وہ بڑی جماعت ہے کہ تمام دنیا کے مدعیان اسلام کے کل فرقے جمع کر لیے جائیں ،تب بھی اس کی تعداد کو نہ پہونچ سکیں ،چہ جائیکہ فرداً فرداً اس کا مقابلہ کرسکیں''۔(جنتی فرقہ ص ۱۷)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سواد اعظم وہ ہے جو قرآن وحدیث کے موافق ہے،خواہ وہ قلیل التعداد ہو یا کثیر التعداد ہو۔یہ ایک نا قابل قبول دعویٰ ہے۔یقیناً سواد اعظم قرآن وحدیث کے موافق ہی ہوگا ،لیکن اس کے قلیل التعداد ہونے کی کوئی دلیل نہیں ، بلکہ کثیر التعداد ہونے کے دلائل موجود ہیں۔

سواد اعظم کا گمرہی میں مبتلا ہونا محال

(۱) امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے اجماع کی بحث میں تحریر فرمایا۔

''سواد اعظم کا وقوع فی الضلال اور وہ شرعاً محال ہے:''لقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: لا تجتمع امتی علی الضلالة-وقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم:ید اللّٰه علی الجماعة-وقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم:علیکم بالجماعة والعامة-وقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم:اتبعوا السواد الاعظم-الیٰ غیر ذلک مما بلغ مجموعه حد التواتر وقد سردناها وتخاریجها فی رسالتنا''فیح النسرین بجواب الاسئلة العشرین''. (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۲۸ - رضا اکیڈمی ممبئ)

﴿ت﴾ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو

گمرہی پر جمع نہیں فرمائے گا،اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے،اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک کہ تم پر جماعت مسلمین اور عام مسلمانوں کی پیروی لازم ہے،اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کہ بڑی جماعت کی پیروی کرو،اوران کے علاوہ ارشادات نبویہ کی وجہ سے کہ ان کا مجموعہ تواتر کی حدتک پہونچتا ہے، اور ہم نے ان احادیث کواوران کی تخریجات کواپنے رسالہ ''فیح النسرین بجواب الاسئلۃ العشرین'' میں بیان کر دیا ہے۔

سواداعظم کاقلیل التعداد ہونا محال شرعی

اسلام کے طبقہ کبریٰ یعنی سواداعظم کا گمرہی میں مبتلا ہونا محال شرعی ہے، کیونکہ سواداعظم کے عدم ضلالت اورثبات علی الحق سے متعلق احادیث نبویہ کا مجموعہ تواتر معنوی کے درجہ تک پہونچا ہوا ہے،اورسواداعظم سے کثیرالتعداد ہونا مراد ہے، پس لامحالہ ثابت ہوگیا کہ کثیرالتعداد جماعت، حق پر ہوگی،اور جب کثیرالتعداد جماعت حق پر ہوگی تو دیگر باطل فرقے اس کے بالمقابل قلیل التعداد ہوں گے،اور جب فرق باطلہ قلیل التعداد ہوں گے تو اہل سنت و جماعت کثیرالتعداد ہوں گے، پس ثابت ہوگیا کہ اہل سنت و جماعت کاقلیل التعداد ہونا ممکن بالذات اور محال بالغیر ہے، جیسے کافر کی مغفرت ممکن بالذات اور محال بالغیر ہے۔ جوممکن بالذات شرعی طور پر محال ہوتا ہے، وہ ممتنع بالغیر ہوتا ہے۔ میری کتاب ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ'' میں اس امر کی تفصیل مرقوم ہے۔

سوال: عہد حاضر میں کہا جاتا ہے کہ عہد حاضر میں وہابی جماعت کثیرالتعداد ہے،اورثابت ہو چکا ہے کہ کثیرالتعداد جماعت یعنی سواداعظم کا گمرہی میں مبتلا ہونا محال ہے تواس سے لامحالہ ثابت ہوجائے گا کہ وہابی جماعت حق پر ہے؟

جواب: یہ بات بدیہی البطلان ہے۔ وہابی جماعت اہل سنت و جماعت سے زیادہ نہیں۔ گمراہ جماعتیں کبھی بھی اہل سنت و جماعت کی بہ نسبت کثیرالتعداد نہیں ہوسکتیں۔

''سواداعظم'' اور ''جماعت'' اہل سنت و جماعت ہیں، اور سواداعظم و جماعت کے لفظ سے کثیر التعداد ہونا مراد ہے، اور اگر جماعت یا سواداعظم سے محض جماعت مراد ہو تو تمام گمراہ جماعتیں بھی جماعت ہیں، کیونکہ تین فرد پر ''جماعت'' کا اطلاق ہو جاتا ہے، اور اب تک کی تمام گمراہ جماعتوں کے پاس عموماً تین سے زیادہ افراد ہوئے ہیں، پھر سواداعظم اور جماعت ہونا حقانیت کی علامت ونشانی کیسے ہوسکتی ہے؟ کیونکہ اس صورت میں اہل حق بھی جماعت ہے، اور اہل باطل بھی جماعت ہے، حالانکہ سواداعظم اور جماعت ہونے ہی کو علامت حقانیت بتاتے ہوئے ''اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار'' اور ''ہی الجماعۃ'' کہا گیا، پس ثابت ہو گیا کہ ''سواداعظم'' اور ''جماعت'' سے دیگر فرق اسلامیہ کے بالمقابل کثیر التعداد ہونا مراد ہے، اور مردم شماری کچھ محال نہیں۔ ساری دنیا کے مسلمانان اہل سنت وغیرسنی کلمہ گویان اسلام کی مردم شماری کر لی جائے۔ ہمیشہ تمام فرقوں کی بہ نسبت اہل سنت و جماعت کثیر التعداد ہوں گے۔ اہل سنت و جماعت چار فقہی طبقات میں منقسم ہیں۔

(۱) حنفی (۲) مالکی (۳) شافعی (۴) حنبلی

تیسری صدی ہجری سے اہل سنت و جماعت چار حصوں میں منقسم ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ جب ان چاروں کو جمع کر دیا جائے تو اہل سنت و جماعت ہر زمانہ میں سب سے بڑی جماعت قرار پاتی ہے۔ امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز انہی عقائد پر تھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد ہیں، اور ساری دنیا کے احناف و مالکیہ اور شوافع و حنابلہ اہل سنت و جماعت کے انہی عقائد پر قائم ہیں۔ اس طرح تمام جہاں کے اہل سنت و جماعت، امام احمد رضا خاں قادری کے عقائد پر ہیں۔ یہ خیال غلط کہ صرف ہند و پاک کے سنی مسلمان، اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عقائد پر ہیں، بلکہ ساری دنیا کے سنی مسلمان، امام احمد رضا قادری کے عقائد پر ہیں۔ خواہ وہ امام احمد رضا قادری سے آشنا ہوں یا نا آشنا۔ تمام جہاں کے اہل سنت و جماعت کے عقائد ایک، کتابیں ایک، پس عہد حاضر میں برصغیر میں سنی کی تعریف اس طرح ہوگی۔

''جواصول عقائد میں امام احمد رضا قادری کے مذہب پر ہو، اور فروع اعتقادیہ میں اشعری یا ماتریدی ہو، اور فرعیات فقہیہ میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کا ایک مقلد ہو، وہ سنی ہے''۔

اقول: من كان علٰى مذهب امام اهل السنة المجدد الكبير الامام احمد رضا القادرى فى الاصول الاعتقادية وكان فى الفروع الاعتقادية اشعريا او ماتريديا ومقلدًا لاحد الائمة الاربعة فى الفروع الفقهية فهو من اهل السنة و الجماعة–لان اهل السنة والجماعة قد اجتمعت على المسالك الاربعة الفقهية منذ المأة الثالثة–وقد اختلف الامامان اعنى الاشعرى والماتريدى فى بعض الفروع الكلامية–وقد قال المحققون ان الاختلاف بينهما لفظى–فرفع الخلاف الحقيقى بفضل اللّٰه الهادى–والتفاصيل فى كتابى ''البركات النبوية فى الاحكام الشرعية–فثبت ان من كان فى الاصول الاعتقادية على مذهب الامام احمد رضا القادرى–سواء كا ن فى الفروع الاعتقادية اشعريا او ماتريديا–وهكذا فى الفروع الفقهية اى سواء كان حنفيا اومالكيا اوشافعيا اوحنبليا فهو سنى: واللّٰه تعالى اعلم

سواد اعظم فرقہ ناجیہ ہے

(۱) امام مناوی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) نے لکھا ﴿فاهل السنة والجماعة هم الفرقة الناجية﴾ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۲ ص۳۴۳- دار الکتب العلمیہ بیروت)

﴿ت﴾ پس اہل سنت وجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہے۔

سواد اعظم کے خلاف افکار ونظریات کی ممانعت

(۱) حافظ محمد بن ابراہیم الکلاباذی (م۳۸۰ھ) نے لکھا۔

﴿قال الشيخ الامام الزاهد رحمه اللّٰه فى قوله (لا تباغضوا) اشارة الى الاهواء

المضلة والأراء المختلفة ونهى عن النحل التى تخالف ما عليه السواد الاعظم وتخرج عن السنة الناطقة والكتاب المحكم-لان المخالفة فى الدين هى العلة الموجبة للتباغض﴾(بحرالفوائدج اص۳۸۴)

〈ت〉امام زاہدرضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی''لاتباغضوا'' کی تشریح میں فرمایا کہ گمراہ گرافکاراور اختلاف پیدا کرنے والے نظریات کی جانب اشارہ ہے،اورسواداعظم کے طریقہ کے مخالف طریقہ اورسنت ناطقہ اورکتاب محکم سے خارج طریقہ سے ممانعت ہے،اس لیے کہ دینی مخالفت آپسی بغض وعداوت پیدا کرنے والاسبب وعلت ہے۔

(۲)امام عبدالرؤف مناوی(۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ)نے لکھا﴿(لاتباغضوا)ای لا تختلفوا فى الاهواء والمذاهب والنحل المخالفة لما عليه السواد الاعظم-لان البدعة فى الدين والضلال عن الصراط المستبين يوجب التباغض بين المومنين﴾

(فیض القدیرشرح الجامع الصغیرج۶ص۵۰۰-دارالکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉آپس میں دشمنی نہ رکھو،یعنی اختلاف کرکے سواداعظم کے مخالف طریق کاراورمخالف مذاہب اورمخالف افکارونظریات کی طرف نہ چلے جاؤ،اس لیے کہ دین میں بدعت(نئی بات) پیدا کرنااورصراط مستقیم سے گمراہ ہوجانا مسلمانوں کے درمیان بغض ودشمنی لاتا ہے۔

سواداعظم کاعقیدہ حق وصحیح

(۱)محدث ابن بطال(م۴۴۹ھ)نے لکھا﴿والجماعة التى امر بلزومها السواد الاعظم-وقالوا:كل ما كان عليه السواد الاعظم من اهل الاسلام من امر دينهم فهو الحق﴾(شرح البخاری لابن بطال ج۱۰ص۳۳-مکتبۃ الرشدریاض)

〈ت〉جس جماعت کولازم پکڑنے کاحکم دیا گیا،وہ سواداعظم(سب سے بڑی)ہے،اورعلمانے فرمایا۔دینی امورمیں سے جس امرپرمسلمانوں کاسب سے بڑاطبقہ ہو،وہ حق ہے۔

(۲)امام شاطبی مالکی(م۷۹۰ھ)نے لکھا﴿اختلف الناس فى معنى الجماعة المرادة

فی هذه الاحادیث علٰی خمسة اقوال-احدها انها السواد الاعظم من اهل الاسلام-وهو الذی یدل علیه کلام ابی غالب-ان السواد الاعظم هم الناجون من الفرق-فما کانوا علیه من امر دینهم فهو الحق-ومن خالفهم،مات میتة جاهلیة-سواء خالفهم فی شئ من الشریعة اوفی امامهم وسلطانهم فهو مخالف للحق-وممن قال بهذا ابومسعود الانصاری وابن مسعود﴾

(الاعتصام ج۲ص ۷۷۱-دارعفان سعودیہ عربیہ)

﴿ت﴾ علمانے ان احادیث مبارکہ میں وادر ہونے والے لفظ''جماعت'' کے معنی مراد کے بارے میں پانچ مختلف اقوال بیان کیا۔ان میں سے پہلا یہ ہے کہ وہ اہل اسلام کا سواداعظم ہے،اورابو غالب کا کلام اسی مفہوم پردلالت کرتا ہے کہ سواداعظم اسلامی فرقوں میں سے نجات پانے والوں کی جماعت ہے،پس سواداعظم اپنے جس دینی عقیدہ پرہو،وہ حق ہے،اور جوان کی مخالفت کرے،وہ جاہلیت کی موت مرا،خواہ شرعی امور میں سے کسی امر کے بارے میں ان کی مخالفت کرے،یا سواداعظم کے امام وسلطان کے بارے میں ان کی مخالفت کرے،پس وہ حق کا مخالف ہے،اور جن حضرات نے یہ قول کیا،ان میں سے حضرت ابومسعودانصاری صحابی اورحضرت عبداللہ بن مسعود صحابی ہیں۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۳)ابن ملقن:سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی (۷۲۳ھ-۸۰۴ھ) نے لکھا﴿الجماعة هی السواد الاعظم وقالوا:کل ماکان علیه السواد الاعظم من اهل الاسلام من امر دینهم فهوالحق الواجب والفرض الثابت الذی لایجوز لاحد من المسلمین خلافه-وسواء خالفهم فی حکم من الاحکام اوفی امامهم القیم بامورهم وسلطانهم فهومخالف للحق﴾

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۳۲ص ۳۳۵)

﴿ت﴾ جماعت''سواداعظم'' ہے۔علمانے فرمایا کہ اہل اسلام کا بڑا طبقہ اپنے دینی معاملہ میں جس طریقہ پرہو،وہ ثابت شدہ فرض ہے،اورمسلمانوں میں سے کسی کوفرض ثابت کی خلاف ورزی

جائز نہیں، خواہ احکام میں سے کسی حکم میں اختلاف کرے، یا مسلمانوں کے امام اور بادشاہ کے بارے میں اختلاف کرے جو مسلمانوں کے امور کو قائم کرنے والا ہو، پس وہ مخالفت کرنے والا حق کا مخالف ہے۔

☆☆☆☆☆

خاتمہ

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

ہندوستان میں مذہب اسلام کوفروغ اولیائے کرام اورصوفیائے عظام کے ذریعہ ملا۔ان میں سب سے زیادہ شہرت یافتہ حضرت خواجہ غریب نواز چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اجمیر معلیٰ) ہیں۔ ان کے دست اقدس پرقریباً ۹۰:ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔بعض روایتوں میں۹۰: نوے لاکھ کا تذکرہ ملتا ہے۔حضرات اولیائے کرام نے تبلیغ دین کے ساتھ شرعی احکام اور دینی تعلیم سے بھی نومسلموں کوروشناس کرایا،اوران کی باطنی تربیت بھی فرمائی۔اکثر اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان تبلیغ دین کے شوق میں بیرون ممالک سے وارد ہند ہوئے۔فروغ اسلام کے لیے ہندوستان آنے والے اولیائے کرام وصوفیائے عظام کی تعدادکئی ہزار ہوگی۔ ہندوستان میں جابجاان کے مقابرومزارات موجود ہیں،گرچہ ان تمام کا تذکرہ تاریخوں میں مرقوم نہیں،لیکن مقامی آبادی کے مسلمان ان کے حالات وواقعات کونسلاً بعدنسل ایک دوسرے تک منتقل کرتے رہے ہیں۔یہی ان مبلغین اسلام کی تاریخ وسوانح ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام کواہل ہندکی جانب سے عمدہ جزاعطافرمائے:ایں دعاءازمن واز جملہ جہاں آمین باد۔

ہندوستان میں سنیوں کی تعداد

(۱) محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی (۱۳۱۱ھ-۱۳۸۱ھ-۱۸۹۴ء-۱۹۶۱ء) تلمیذ امام احمد رضا قادری نے آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآبادمنعقدہ مارچ ۱۹۲۵ء میں فرمایا۔

’’آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیان اسلام میں سے نوکروڑ ہیں‘‘۔

(خطبات علمائے اہل سنت ج اص ۶۲-برکاتی کتاب گھر بریلی)

(۲) عہد حاضر میں وہابیت کے ساتھ طاہری نظریہ بھی زہر قاتل ہے۔ خلیل بجنوری (م ۱۴۱۰ھ ۔ ۱۹۹۰ء) کا بھوت بھی اہل سنت پر دھاوا بول رہا ہے۔ اس افراتفری کے عالم میں بعض افراد حسام الحرمین اور فتاوی الحرمین میں بیان کردہ شرعی احکام پر بھی نکتہ آفرینی کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ شمع حق بجھائی نہ جا سکے گی۔ باطل خود ہی دبیز پردوں میں منہ چھپا لے گا۔

فروغ سنیت کی تدبیر

اب ہماری غفلت شعاری سے ہماری تعداد ہند میں کچھ کم ہوگئی۔ ہر شخص اور ہر طبقہ اپنی طرز پر فروغ سنیت کی کوشش کرے۔ باہمی تنازعات سے پرہیز کیا جائے۔ اتحاد خود بخود قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ ہمارے اصل حریف بد مذہب فرقے ہیں۔ ہر طبقہ خود احتسابی کا طریقہ اختیار کرے۔ جہاں اپنی خطا نظر آئے، خود ہی رجوع فرمالے۔ کرو، اور کرنے دو، کے اصول پر عمل اور فروغ سنیت کا شغل اپنائیں۔

ہندوستان میں بدمذہبیت کا آغاز

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید خاص حضرت امیر خسرو دہلوی (۶۵۱ھ - ۷۲۵ھ) کے زمانے میں ہندوستان میں صرف اہل سنت و جماعت کا طبقہ تھا۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ - ۱۰۳۴ھ) کے عہد سے کچھ قبل شیعہ فرقہ ہندوستان میں داخل ہوا۔ اسماعیل دہلوی نے وہابی فرقہ افکار و نظریات ہندی مسلمانوں میں پھیلا دیا۔ دہلوی کی فتنہ سامانیوں کے بعد مذہبی آزادی کا طوفان برپا ہوگیا۔ نئے نئے افکار و نظریات کے سبب فرقوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ اب حالات قابو سے باہر ہو چکے ہیں۔

شیخ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا۔ ''حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ نے گیارہویں صدی ہجری کے شروع سالوں میں رسالہ ''رد روافض'' لکھا۔ ابتدا میں آپ نے ہندوستان میں اسلام کے پھلنے پھولنے اور مسلمانوں کی یک مذہبی و یک رنگی کا

بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں طوطی ہند حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمہ کے چودہ شعر لکھے ہیں، اور پھر حضرت مجدد نے ہندوستان میں شیعان علی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا، اور نجدی کا رسالہ ''ردالاشراک'' ان کی نظر سے گذرا، اور انہوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلحدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا، وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے، اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علما کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا، اور ان حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو رد کیا۔ اس رسالہ کے اواخر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ فرزند شاہ رفیع الدین کا جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا مخصوص اللہ نے ساتویں سوال کے جواب میں لکھا ہے۔

''اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے، پھر ان کا جھوٹ سن کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے''۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں۔ وہ ''شمع توحید'' کے صفحہ چالیس میں لکھتے ہیں۔

''امرتسر میں مسلم آبادی، ہندو، سکھ وغیرہ کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰) سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے''۔

مولانا ثناء اللہ نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے۔ اس سے اسی سال قبل ۱۸۵۷ء تھا، جبکہ

انگریزوں نے ہندوستان پر غداری سے کامل تسلط حاصل کیا۔محمد جعفر تھانیسری نے اپنی گرفتاری اور بہ عبور دریائے شور کی سزا اور پھر رہائی کا حال تاریخ عجیب (۱۲۹۶ھ) میں لکھا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے، اور اس کتاب کی شہرت ''کالے پانی'' کے نام سے ہے۔اس میں لکھتے ہیں۔

''میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ میں) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے، اور اب (۱۲۹۶ھ میں) دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں''۔

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسماعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے، جو مولانا اسماعیل کے معتقد اور ان کے تذکرہ نگار ہیں''۔

خواجہ خسرو نے ہندوستان کے مسلمانوں کی یک رنگی اور یک مذہبی کا بیان کیا ہے، اور حضرت مجدد نے شیعیت کی آمد سے مطلع کیا، اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محمد جعفر تھانیسری نے وہابیت کے انتشار کی خبر دی''۔(اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹ تا ۱۱۱-شیر ربانی پبلیکیشنز لاہور)

مجدد صدی سیز دہم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ-۱۸۲۳ء) کی وفات کے بعد سال ۱۲۴۰ھ میں اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابی مذہب کی تبلیغ واشاعت شروع کردی۔ رفتہ رفتہ بدقسمت افراد اس مذہب باطل کی طرف مائل ہونے لگے، ورنہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے عہد تک تمام حنفی مسلمان مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم و مستحکم تھے، جیسا کہ شاہ مخصوص اللہ دہلوی (۱۲۷۱ھ-۱۸۵۶ء) نے فرمایا، پھر ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد یعنی جنگ غدر کے بعد ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء سے وہابی مذہب تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، جیسا کہ ثناء اللہ امرتسری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ غدر میں اکثر علمائے اہل سنت انگریزی حکومت سے بغاوت کے جرم میں سزا یافتہ ہو کر جزیرۂ انڈمان بھیج دیئے گئے، تب ہندوستان میں وہابی مذہب برق رفتاری کے ساتھ پھیلتا چلا گیا، کیونکہ اب روک تھام کرنے والے علمائے کرام موجود نہیں تھے، اور انگریز وہابی مذہب کے فروغ میں معاون و مددگار تھے۔

وہابی نظریات کا دفاع

بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے برطانوی جاسوس ہمفرے کی ہدایت پر سال ۱۱۴۳ھ میں ملک عرب میں نجد سے اپنی تحریک وہابیت کا آغاز کیا۔ وہابیت اپنے آغاز کے ستانوے سال بعد ۱۲۴۰ھ میں ہندوستان میں داخل ہوئی۔ ملک ہند میں تحریک وہابیت کا داعی اول اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) ہوا۔ دہلی جامع مسجد میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے مشورہ پر سال ۱۲۴۰ھ میں علمائے اہل سنت نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا۔ وہ لاجواب ہوکر جامع مسجد سے بھاگ نکلا۔ اسماعیل دہلوی کا رفیق کار عبدالحئ بڈھانوی (م۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء) علمائے اہل سنت گفتگو کیا۔ وہ اپنی باتوں کی تاویل کرنے لگا اور بعض باتوں سے رجوع کرلیا۔

اس عہد میں علمائے ہند میں سے علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء)، علامہ فضل رسول بدایونی (۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء) مولانا رشیدالدین خاں (م۱۲۴۹ھ-۱۸۳۳ء) وغیرہم سینکڑوں علمائے اہل سنت ہندوستان بھر میں تحریک وہابیت کے رد وابطال میں لگ گئے۔ قریب تھا کہ وہابیت ہندوستان میں دم توڑ دیتی، لیکن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا نواسہ، اسحاق دہلوی مہاجر مکی (م۱۲۶۲ھ، ۱۸۴۶ء) نے مسائل فرعیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید ظاہری کا روپ اختیار کیا، اور عقائد میں ابن عبدالوہاب نجدی کا مذہب اپنایا، یعنی اسحاق دہلوی مقلد وہابی بن گیا۔ مقلد وہابی کو اس زمانے میں گلابی وہابی کہا جاتا تھا۔ اہل دیوبند نے گلابی وہابیت کو اختیار کیا، اور مسلمانان ہند ان کی ظاہری شکل وصورت دیکھ کر وہابیت کے جال میں پھنستے گئے۔

کاروانِ اہل سنن

امام احمد رضا خاں قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ-۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) اپنے عہد میں علمائے اہل سنت کے سالار کارواں اور قائد اعظم تھے۔ مجدد گرامی سے ماقبل ومابعد اور معاصر علمائے

دین نے وہابی تحریک کے دفاع کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں۔ رد وہابیہ کرنے والے علمائے اسلام کی ایک نا تمام فہرست مرقومہ ذیل ہے۔

(۱) علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء)

(۲) شاہ موسیٰ بن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (م ۱۲۵۹ھ-۱۸۴۳ء)

(۳) شاہ مخصوص اللہ شاہ بن رفیع الدین محدث دہلوی (م ۱۲۷۱ھ-۱۸۵۶ء)

(۴) مولانا منور الدین دہلوی بن قاضی سراج الدین (م ۱۲۷۳ھ-۱۸۵۷ء)

(۵) مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی (م ۱۲۷۷ھ-۱۸۶۰ء)

(۶) مفتی رشید الدین خاں دہلوی (م ۱۲۴۹ھ-۱۸۳۳ھ)

(۷) مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء)

(۸) مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء)

(۹) مولانا کریم اللہ فاروقی دہلوی (م ۱۲۹۱ھ-۱۸۷۴ء)

(۱۰) مفتی نقی علی خاں بریلوی (۱۲۴۶ھ-۱۲۹۷ھ-۱۸۳۰ء-۱۸۸۰ء)

(۱۱) مفتی ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ-۱۸۹۳ء)

(۱۲) شیخ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (۱۲۰۸ھ-۱۳۱۳ھ-۱۸۹۵ء)

(۱۳) مناظر اہل سنت مولانا غلام دستگیر قصوری (م ۱۳۱۵ھ-۱۸۹۷ء)

(۱۴) تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ-۱۹۰۱ء)

(۱۵) مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری چشتی (م ۱۳۲۰ھ)

(۱۶) مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ)

(۱۷) مولانا نذیر احمد رامپوری (م ۱۳۲۳ھ)

(۱۸) مولانا خیر الدین دہلوی (۱۲۴۷ھ-۱۳۲۷ھ-۱۸۳۱ء-۱۹۰۸ء)

(۱۹) مولانا عبد المقتدر بدایونی (م ۱۳۳۴ھ-۱۹۱۵ء)

(۲۰) مولانا وصی احمد محدث سورتی (م ۱۳۳۴ھ-۱۹۱۶ء)

(۲۱) مفتی سلامت اللہ اعظمی رامپوری (م ۱۳۲۸ھ)

(۲۲) پیر طریقت مولانا دیدار علی شاہ الوری (۱۲۷۳ھ-۱۳۵۴ھ-۱۸۵۶ء-۱۹۳۵ء)

(۲۳) قطب الزماں اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی (۱۲۶۶ھ-۱۳۵۵ھ)

(۲۴) پیر طریقت مہر علی شاہ گولڑوی (۱۲۷۵ھ-۱۳۵۶ھ-۱۸۵۹ء-۱۹۳۷ء)

(۲۵) امام المتکلمین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری (۱۸۷۸ء-۱۹۳۹ء)

(۲۶) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں (۱۲۹۲ھ-۱۳۶۲ھ-۱۸۷۳ء-۱۹۴۳ء)

(۲۷) قاضی فضل احمد لدھیانوی (م ۱۹۴۶ء)

(۲۸) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ-۱۸۸۳ء-۱۹۴۸ء)

(۲۹) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۷ھ-۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء)

(۳۰) پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۲۵۷ھ-۱۳۷۰ھ-۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء)

(۳۱) مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۹۵۴ء)

(۳۲) مولانا عبد القدیر بدایونی (۱۳۷۹ھ، ۱۹۶۰ھ)

(۳۳) شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی (۱۳۱۹ھ-۱۳۸۰ھ-۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء)

(۳۴) محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی (۱۳۱۱ھ-۱۳۸۱ھ-۱۸۹۴ء-۱۹۶۱ء)

(۳۵) مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (۱۳۱۴ھ-۱۳۸۰ھ-۱۸۹۶ء-۱۹۶۱ء)

(۳۶) ملک العلما مولانا سید ظفر الدین محدث بہاری (۱۳۰۳ھ-۱۳۸۴ھ-۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء)

(۳۷) مفتی مظہر اللہ دہلوی نقشبندی (م ۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء)

(۳۸) مفتی احمد یار خاں نعیمی (۱۳۲۴ھ-۱۳۹۱ھ-۱۹۰۶ء-۱۹۷۱ء)

(۳۹) حافظ ملت مولانا عبد العزیز محدث مرادآبادی (۱۳۱۲ھ-۱۳۹۶ھ-۱۸۹۴ء-۱۹۷۶ء)

(۴۰) مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن عباسی (۱۳۲۲ھ-۱۴۰۱ھ-۱۹۰۴ء-۱۹۸۱ء)

(۴۱) شمس العلما قاضی شمس الدین جعفری جونپوری (۱۳۲۲ھ-۱۴۰۲ھ-۱۹۰۵ء-۱۹۸۱ء)

(۴۲) مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں نوری (۱۳۱۰ھ-۱۴۰۲ھ-۱۸۹۲ء-۱۹۸۱ء)

(۴۳) مناظر اہل سنت مفتی رفاقت حسین مظفر پوری۔

(۴۴) صدر العلما مولانا غلام جیلانی میرٹھی (۱۳۱۷ھ-۱۳۹۸ھ-۱۹۰۰ء-۱۹۷۳ء)

(۴۵) خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی (۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء)

(۴۶) نائب مفتی اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی (۱۳۳۹ھ-۱۴۲۱ھ-۱۹۲۱ء-۲۰۰۰ء)

(۴۷) مناظر اہل سنت علامہ ارشد القادری (۱۹۲۵ء-۲۰۰۲ء)

(۴۸) شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی مظفر پوری (۱۳۵۳ھ-۱۴۳۳ھ-۱۹۳۴ء-۲۰۱۲ء)

(۴۹) بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی (۱۳۴۴ھ-۱۴۳۴ھ-۱۹۲۵ء-۲۰۱۲ء)

(۵۰) تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری (۱۹۴۲ء-تادم تحریر)

(۵۱) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (۱۳۵۴ھ-۱۹۳۵ء-تادم تحریر)

(۵۲) شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی (۱۳۵۷ھ-۱۹۳۸ء-تادم تحریر)

علامہ فضل حق خیر آبادی اوران کے معاصر علمائے اسلام کے بعد بدایوں وبریلی ودیگر بلاد وامصار کے علمائے دین نے فروغ سنیت میں اہم کردار ادا کیا۔اس فہرست میں چند مشاہیر کے اسمائے گرامی درج کیے گئے ہیں۔ان تمام علماو مشائخ کی خدمات کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ،جنہوں نے بھی اسلام وسنیت کے لیے خدمات انجام دی ہیں۔جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء سے قبل ہی امام احمد رضا خاں قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کی ولادت ہوچکی تھی۔علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کی وفات کے وقت امام احمد رضا قادری چھ،سات کے تھے۔دفاع اسلام و سنیت سے متعلق امام احمد رضا کی خدمات جگ ظاہر ہیں۔امام احمد رضا قادری کے بعدان کے خلفاوتلامذہ اوران کے معاصر علماو مشائخ نے خدمات انجام دیں۔

اعلیٰ حضرت کے خلفاوتلامذہ کے بعدان کے تلامذہ کے تلامذہ کا عہد آیا۔اس دور کے مشاہیر علمائے دین میں حضور مجاہد ملت ،حضور حافظ ملت ،علامہ قاضی شمس العلما جونپوری ،مناظر اہل سنت مفتی رفاقت حسین کانپوری ،علامہ غلام جیلانی میرٹھی وغیرہم ہیں۔ان حضرات اوران کے معاصر علمائے اہل سنت وجماعت نے تحفظ سنیت کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔اس

عہد میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت علمائے دین ومشائخ اہل سنت کی سر پرستی ورہنمائی کرتے رہے۔

مذکورہ بالا محافظین اسلام کے بعد خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، نائب مفتی اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی، مناظر اہل سنت علامہ ارشد القادری، علامہ کامل سہسرامی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی مظفر پوری، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی، اوران کے معاصر علمائے دین اپنی تعلیمی، تصنیفی، تعمیری، تقریری خدمات کے ذریعہ اسلام وسنیت کی ترقی وبقا میں سرگرم رہے، اوراس طبقہ کے باقی ماندہ علمائے کرام تادم تحریر سنیت کی ترویج وارتقا میں مصروف عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے: آمین

اسی عہد میں فروغ سنیت کی وجہ سے بعض علمائے اہل سنت، بد مذہبوں کے ہاتھوں شہید کیے گئے، مثلاً سیف المجاہدین غیظ المنافقین حضرت مولانا عبد الشکور شمسی شہید گیاوی، حضرت مولانا عبد المجتبیٰ رضوی بنارسی مؤلف ''تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ'' - وغیرہم۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے فروغ دین وسنیت کے لیے اپنی جانوں کی قربانی دی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان سرفروشان ملت کی یادوں کو تازہ رکھیں: جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین: آمین

تذکرہ شہدائے اسلام

(۱) حضرت مولانا عبد الشکور شمسی شہید گیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان موضع بھنور ضلع نوادہ: گیا (بہار) کے باشندہ تھے۔ آپ کی ولادت غالباً ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ شہید موصوف کے آباواجداد زراعت پیشہ تھے۔ ان کے گاؤں کے ایک دوست حافظ تجمل حسین صاحب ''جونپور'' میں حضرت قاضی شمس العلما جونپوری کے یہاں زیر تعلیم تھے۔ مولانا موصوف باشعور ہونے کے بعد کسب معاش کے لیے کلکتہ چلے گئے۔ کلکتہ بیچولال روڈ کے ایک بزرگ حضرت برتنی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فرمایا۔ ''بیٹا! تم دین کا علم حاصل کرو، یہ دنیا داری تمہارے لائق نہیں ہے''۔

حضرت برتنی شاہ قدس سرہ العزیز کے فرمان کے بعد ان کے دل میں بھی تعلیم دین کا جذبہ

بیدار ہوتا گیا اور باطن میں انقلاب برپا ہوتا رہا، یہاں تک کہ آپ قاضی شمس العلما جونپوری کی خدمت میں تعلیم دین کے لیے حاضر ہو گئے۔اس وقت حضرت شمس العلما علیہ الرحمۃ والرضوان مدرسہ حنفیہ جونپور میں درس دیتے تھے۔

مدرسہ حنفیہ دراصل نوابوں کا مدرسہ تھا۔ایک زمانہ میں امام المعقولات علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری (م ۱۳۲۶ھ ،۱۹۰۸ء) تلمیذ خاتم الفلاسفہ علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ) وہاں مسند تدریس پر جلوہ گر تھے،اور حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی وہاں زیر تعلیم تھے۔قاضی صاحب فی سبیل اللہ درس دیا کرتے تھے، کیونکہ اب نوابی ختم ہونے کے بعد ادارہ کا کوئی نگہبان نہ تھا۔متقدمین کا یہ اخلاص تھا۔طلبا کے خورد ونوش کے لیے اہل شہر اپنے گھروں میں ایک ایک طالب علم کی ذمہ داری قبول کر لیتے۔اسے جاگیر سسٹم کہا جاتا ہے۔

مولانا شہید کے خورد ونوش کا قاضی صاحب نے اپنے کاشانہ پر انتظام فرمایا، پھر جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس سے قاضی صاحب کو دعوت تدریس آئی۔مولانا شہید بھی اپنے استاذ کے ساتھ بنارس چلے گئے۔جامعہ حمیدیہ رضویہ ہی سے آپ فارغ التحصیل ہوئے۔فراغت کے بعد قاضی صاحب آپ کی دعوت پر آپ کے گھر تشریف لائے ،اور آپ کے والد ملک سخاوت مرحوم سے فرمایا کہ ابھی عبدالشکور کو اور بھی پڑھنا ہے۔حسب ارشاد آپ اپنے شیخ کی خدمت میں اکتساب فیض کرتے رہے۔قاضی صاحب ہی کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے۔بعد میں آپ کے اہل وعیال بھی قاضی شمس العلما قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے۔

قاضی صاحب آپ کو بحیثیت مدرس جامعہ حمیدیہ میں بحال کرنا چاہتے تھے،لیکن آپ نے وہاں بحیثیت استاذ رہنا پسند نہ کیا۔قاضی صاحب نے آپ کو جامعہ عربیہ ناگپور بھیج دیا۔آپ کئی سال تک وہاں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔اس کے بعد بلاس پور (ایم پی) بنگلور (کرناٹک) اور مختلف مقامات پر خدمت دین وسنیت انجام دیتے رہے۔اخیر عمر میں ضلع گیا (بہار) میں مختلف مقامات پر خدمات دینیہ سے منسلک رہے۔

چونکہ آپ متصلب ،راسخ العقیدہ ،حق گو اور بے باک تھے۔آپ کے دم قدم سے گاؤں

اور علاقے میں سنیت کی بہار تھی۔ بدعقیدہ مولویوں پر آپ کا رعب طاری رہا کرتا۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کو آپ کا وجود ہمیشہ کھٹکتا رہتا۔ گاؤں اور علاقہ کے دیابنہ کئی سالوں سے آپ کے قتل کی سازش کر رہے تھے۔ آخر کار سال ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۷ء میں آپ کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا۔ آپ کلکتہ سے گھر واپس آ رہے تھے کہ گاؤں کے قریب ندی کے پاس دیوبندیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام قاتلوں کو دنیا و آخرت میں عبرتناک سزا میں مبتلا فرمائے: آمین

بروز جمعہ ۱۳: ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق ۶: نومبر ۱۹۸۷ء کو بعد عصر آپ واصل الی اللہ ہوئے: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موضع بھنور کے قبرستان میں آپ مدفون ہوئے۔ چند دنوں بعد قبر مبارک پر از خود پھولوں کے نادر و نایاب پودے اگے، پھر ان پودوں میں پھول لگے، وہابیوں کو یہ دیکھ کر اچھا نہیں لگتا۔ وہابیہ پھولوں کے پودے اکھاڑ دیا کرتے۔

احباب واقارب کا انتقام

نوادہ ڈسٹرکٹ کورٹ میں وہابیوں کے خلاف قتل کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ ادھر احباب واقارب نے زور و شور کے ساتھ انتقام کی تیاری شروع کر دیں۔ دیوبندیوں نے انتقام سے بچنے کی بہت کوشش کیں، لیکن رب تعالیٰ نے وہابیوں کی ساری حیلہ سازیوں کو بیکار فرما دیا۔ قتل کے بدلے قتل ہو کر رہا، اور وہابیوں پر دائمی ذلت وخواری مسلط ہوئی: فالحمد للہ تعالیٰ اولاً وآخراً۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان عظیم ہوا کہ آپ کے احباب واقارب خصوصاً آپ کے برادر زادگان نے نو ماہ کے اندر ہی یکم محرم ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۴: اگست ۱۹۸۸ء کو قاتل کو گولیوں اور بموں سے قیمہ بنا کر ہلاک کر دیا۔ انتقام کی خوشخبری سن کر گاؤں وعلاقہ کے اہل سنت وجماعت اور اسی طرح گاؤں وعلاقہ کے ہندوؤں کو بھی بہت خوشی ہوئی۔ دو فرزند اور دو صاحبزادیاں آپ کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے: آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

(۲) حضرت مولانا عبد المجتبیٰ رضوی بنارسی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان نیپال کے متوطن تھے۔ ۲۰: فروری ۱۹۵۵ء کو نیپال میں پیدا ہوئے۔ سال ۱۹۷۴ء میں جامعہ فاروقیہ بنارس سے فارغ

التحصیل ہوئے۔ بعد فراغت مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا بنارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز کے مرید تھے۔انتہائی فعال ومتحرک اورفروغ سنیت کے لیے ہمیشہ مختلف مشاغل میں مصروف وسرگرم رہتے۔آپ کی سب سے مشہور تصنیف ''تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ'' ہے، جسے قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔اس کے علاوہ بھی آپ کی متعدد تصانیف اور مضامین ومقالہ جات ہیں۔تصانیف محررہ ذیل ہیں۔

(۱) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ (۲) کنزالایمان اردو تراجم کی جان (۳) موت کے بعد (۴) دیوبندی عقائد (ہندی) (۵) تاریخ بنارس (۶) ہماری نماز۔

مولانا موصوف کا قتل انتہائی پراسرار طریقہ پر ہوا۔ بنارس کے ایک جلسہ میں تین بجے رات تک اسٹیج پر تشریف فرما رہے، پھر دوسرے دن پولیس والوں نے مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا بنارس میں خبر دیا کہ مولانا صاحب کی لاش رسڑا ضلع بلیا میں لاوارث پائی گئی ہے۔ پولیس نے کہا کہ ان کی جیب سے اس مدرسے کا پتہ ملا ہے۔اگر آپ لوگوں کا تعلق ان سے ہے تو ان کی لاش لے جائیں،اوران کے اہل خانہ کو خبر کردیں۔ یہ اذیت ناک حادثہ ۸: جون ۱۹۹۸ء کو پیش آیا۔اہل رسڑا نے بصد حسرت وغم انہیں سپرد خاک کیا۔

مولانا موصوف بنارس کے جلسہ سے کس وقت اٹھ کر گئے؟ کس کے ساتھ گئے؟ اور کیوں گئے؟ یہ آج تک معلوم نہ ہوسکا۔ چونکہ قاتلوں کا سراغ نہ لگ سکا،اس لیے انتقام کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔ غالب گمان ہے کہ وہابیہ نے آپ کی تحریکی خدمات کو ختم کرنے کے لیے یہ ظالمانہ حرکت کی۔ وہابیہ نے عرب ممالک خصوصاً حجاز مقدس میں بے شمار علما وصالحین کا قتل کیا۔محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) اوراس کے پیروکاروں کی تاریخ اہل سنت وجماعت کے خون سے رنگی ہوئی ہے۔ ملک ہند میں بھی اس قسم کے بہت سے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

وما توفیقی باللہ العلی العظیم:: والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

مؤلف کی تالیف

علوم القرآن

(۱) التوضیح والبیان فی معارف القرآن (موضوعات کثیرہ سے متعلق آیات کریمہ کی جمع وتدوین)

(۲) الکلام المنیر فی اقسام التفسیر (تفسیر قرآن کے اقسام اور شرائط مفسرین کا بیان)

علوم الحدیث

(۳) الفاظ الجرح والتعدیل (جرح وتعدیل کے مراتب اور الفاظ جرح وتعدیل کے معانی)

(۴) احکام التصحیح والتضعیف (احادیث طیبہ کی تصحیح وتضعیف کے احکام)

(۵) الاحکام الصحیحۃ للاحادیث الضعیفہ (حدیث ضعیف کے احکام)

(۶) الکتاب البہیج فی اصول التخریج (تخریج احادیث کے اصول وقوانین)

(۷) کشف المغیث فی علوم الحدیث (حدیث نبوی سے متعلق علوم وفنون کا بیان)

شروح الاحادیث النبویہ

(۸) حدائق الازہار الاربعین من احادیث النبی الامین ﷺ (چالیس احادیث مقدسہ)

(۹) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (ہر عہد میں اہل سنت وجماعت کی کثرت تعداد)

(۱۰) اصلاح المسلمین من احادیث سید المرسلین ﷺ (اصلاح اعمال واخلاق کی احادیث)

(۱۱) تجدید دین ومجددین (مجددین سے متعلق حدیث نبوی کی تشریح اور مجدد کے شرائط)

(۱۲) کتاب الاخلاق والآداب من کلام احب الاحباب ﷺ (احادیث اخلاق کا مجموعہ)

(۱۳) علوم دینیہ اور عالم اسلام (عالمی تناظر میں طلب علم سے متعلق حدیث نبوی کی توضیح)

علوم الفقہ

(۱۴) الفیوضات الصمدیۃ فی القواعد الفقہیہ (فقہ حنفی کے قواعد واصول کا بیان)

(۱۵) فقہ اسلامی میں قول مرجوح کے احکام (مسالک اربعہ میں قول مرجوح پر عمل کا حکم کیا ہے؟)

(۱۶) تحفۃ الفقہاء فی آداب الافتاء (معتمد و مستند کتابوں سے افتا کے آداب و احکام کا بیان)

(۱۷) تقلید و تلفیق کا شرعی حکم (تقلید شخصی سے متعلق علما کے اقوال اور تلفیق کی ممانعت کے دلائل)

(۱۸) جادو کے حقائق و احکام (جادو کا آغاز، اقسام اور شرعی احکام کا بیان)

(۱۹) تصلب و اعتدال: حقائق و احکام (عہد حاضر میں اعتدال پسندی کی غلط تعبیرات کا تعاقب)

(۲۰) فقہی تحقیقات کے مشکل مراحل (فقہی اختلافی مسائل سے متعلق غیر جانبدارانہ مباحث)

(۲۱) قانون شریعت (شافعی) (شافعی مسلک کے مطابق طہارت سے وراثت تک کے احکام)

تصوف و سلوک

(۲۲) التعرف فی احکام التصوف (شریعت پر عمل کے بغیر طریقت کا دعویٰ غلط)

(۲۳) آداب طریقت (مسائل طریقت و احکام تصوف کی تفصیل)

(۲۴) اقسام بیعت و اقسام مشائخ (بیعت برکت و بیعت سلوک و شیخ اتصال و شیخ ایصال کا بیان)

رد و ابطال

(۲۵) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (احادیث طیبہ و فقہ اربعہ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت)

(۲۶) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات (احادیث و فقہ اربعہ سے ایصال ثواب کا ثبوت)

(۲۷) تزکیۃ القلوب والاذہان من اباطیل تقویۃ الایمان (آیات و احادیث سے رد تقویۃ الایمان)

(۲۸) معمولات اہل سنت و رد بدعات و منکرات (فتاویٰ رضویہ سے معمولات و بدعات کے احکام)

(۲۹) الضربات الہندیۃ علی الضلالات النجدیہ (ابن عبد الوہاب نجدی کا نظریاتی تعاقب)

(۳۰) البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ (مسئلہ تکفیر پر انتہائی مفصل کتاب: بزبان عربی)

(۳۱) التحقیقات الجیدۃ لدفع تلبیسات النجدیہ (الملفوظ پر دیابنہ کے اعتراضوں کے جوابات)

(۳۲) الاضافات الجیدۃ علی الصورام الہندیہ (حسام الحرمین کی تصدیقات جدیدہ کا مجموعہ)

(۳۳) مناظرۂ حق و باطل (دیابنہ کے عناصر اربعہ کی کفری عبارات کا مناظرانہ رد و ابطال)

(۳۴) دفع الاعتراضات حول المزارات (مقابر صالحین سے متعلق متعدد سوالوں کے جواب)

(۳۵) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد وتقلید کے موضوع پر ایک وقیع تحریر)

(۳۶) البانی کی علمی خیانت (احادیث طیبہ کی تصحیح وتضعیف میں البانی کی علمی خیانتیں)

(۳۷) اسلام امن وشانتی کا مذہب (اسلام میں دہشت گردی کا جواز نہیں)

(۳۸) عمان اعلامیہ: حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کا مفصل رد وابطال)

فضائل ومناقب، تواریخ وسیر

(۳۹) جامع الاصول فی اوصاف الرسول ﷺ (حضور اقدس ﷺ کے فضائل ومناقب)

(۴۰) فیض رسول جاری ہے (عہد حاضر تک حضور اقدس ﷺ کی فیض رسانی کے متعدد واقعات)

(۴۱) فضائل خلفاء راشدین (احادیث کریمہ سے خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب)

(۴۲) فضائل اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (آیات واحادیث سے اہل بیت نبوی کے فضائل)

(۴۳) تاریخ آمد رسول: ۱۲/ ربیع الاول (بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت مصطفوی ہے)

(۴۴) دلیل الطالبین فی احوال المجتہدین (فقہائے اربعہ کے فضائل ومناقب)

(۴۵) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی علیہ الرحمہ کے فضائل وحالات)

(۴۶) تذکرۂ مجددین اسلام (صدی اول تا صدی چہاردہم مجددین اسلام کا اجمالی تعارف)

(۴۷) کرامات اعلیٰحضرت (امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی کرامتوں کا بیان)

(۴۸) مجدد اسلام کے پانچ سو علوم وفنون (امام اہل سنت کے علوم وفنون کا تذکرہ)

(۴۹) کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار (سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی تاریخ)

(۵۰) تذکرہ فاتح بہار (سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کی تاریخ)

(۵۱) التحقیق الکافی فی احوال الشہید الغازی (سوانح حیات مولانا عبد الشکور شمسی شہید گیاوی)

(۵۲) شہدائے ناموس رسالت (ناموس رسالت پر ہند وپاک کے شہدا کی تاریخ)

(۵۳) ارتقاء الاسلام والمسلمین بین فتن الیہود والمسیحیین (اسلام سے متعلق یہودیوں کی سازشیں)

(۵۴) اکابرین ضلالت (ماضی قریب کے گمراہ گروں کے حالات)

(۵۵) تاریخ کیرلا (ریاست کیرلا کی مختصر اور جامع تاریخ)

(۵۶) دو قومی نظریہ اور تقسیم ہند (دو قومی نظریہ کا آغاز، مسلم لیگ اور تقسیم ہند میں عجلت پسندی)

(۵۷) سلطنت مغلیہ کا زوال اور ہندو تحریکیں (برہمو سماج، آریہ سماج، ہندو مہا سبھا وغیرہ کا بیان)

(۵۸) ہندوستان کی مرکزی حکومتیں (۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۸ء ملک کی مرکزی حکومتوں کے حالات)

(۵۹) بابری مسجد اور اجودھیا (تاریخی حقائق وشواہد، تحریکات، انہدام اور مقدمہ کی تفصیل)

(۶۰) مفتی اعظم ہند کے تاریخ ساز کارنامے (تحریک شدھی ونسبندی کی مخالفت ودیگر کارنامے)

(۶۱) آزادی وطن اور ہندوستانی مسلمان (قوم مسلم کے زوال وپسماندگی کے اسباب وعلل)

(۶۲) ہندوستان میں مذہبی قوانین (اقوام ہند کے پرسنل لا کا تاریخی پس منظر وموجودہ حالات)

(۶۳) سلاطین ہند پر خود ساختہ الزامات (ہندوستان کے مسلم سلاطین پر لگائے گئے الزامات)

(۶۴) ہندو راشٹر اور ہندو قوانین (ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی سازش اور منوسمرتی کے قوانین)

متفرقات

(۶۵) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (ساؤتھ کرناٹکا کی مشترکہ مساجد: مسائل اور ان کا حل)

(۶۶) آؤ مل کر کام کریں (اتحاد اہل سنت اور رفع اختلافات کے لیے کارآمد تحریروں کا مجموعہ)

(۶۷) اکابرین اہل سنت کے قابل تقلید کارنامے (دینی خدمات، اخلاقیات، افکار ونظریات)

(۶۸) مدارس عربیہ کا نظام تعلیم ونصاب تعلیم (اسلامی مدارس کے نصاب ونظام کی اصلاح کی کوشش)

(۶۹) مستشرقین کے خطرناک عزائم (اسلام ومسلمین سے متعلق اہل مغرب کی سازشیں)

(۷۰) مسنون دعائیں (ابتدائی طلبا وطالبات کے لیے دعائیں، چھ کلمے، طریقہ نماز وغیرہ)

(۷۱) جسم اقدس کا انتقال مکانی ناممکن (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو منتقل کرنے کا رد)

(۷۲) آداب عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حب مصطفوی کی تشریح وآداب وحقوق نبوی)

☆☆☆☆☆

''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ'' کے رسائل

(۱) دفع الاذیٰ عن حبیب الوریٰ ﷺ (۲) مقال العرفان فی التصدیق والایمان

(۳) جمع الاقاویل فی احکام التاویل (۴) اقوال المحققین فی ضروریات الدین

(۵) تنقیح الکلام فی قواطع الاسلام (۶) الطامۃ الکبریٰ علی الکفرۃ الفجرہ

(۷) ازالۃ الاوہام عن قلوب الانام (۸) ارشاد الحیران الیٰ فردوس الایمان

(۹) سوط الرحمٰن علیٰ قرن الشیطان (۱۰) السیف العجیب علیٰ شاتم الحبیب ﷺ

موضوعات رسائل ''البرکات النبویة فی الاحکام الشرعیة''

المقدمة :فی بیان فضائل الحبیب صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم

الرسالة الا ولٰی: فی بیان اٰداب حضرة الحبیب ﷺ ومالایجوزفی حقه ﷺ

الرسالة الثانیة: فی بیان اصول التکفیر

الرسالة الثالثة:فی بیان احکام التاویل

الرسالة الرابعة: فی توضیح ضروریات الدین

الرسالةالخامسة :فی تعیین المکفرات وبیان احکام التکفیر

الرسالة السادسة:فی بیان احکام المرتدین الاربع من الدیابنة

الرسالة السابعة:فی بیان احوال حسام الحرمین ودفاع الدیابنة

الرسالة الثامنة:فی دفع ایرادات الدیابنة والمذبذبین وفیه ردخلیل البجنوری

الرسالة التاسعة :فی بیان احکام المبتدعین واحوال الوهابیة والتبلیغیة

الرسالة العاشرة:فی توضیح تکفیرالدهلوی ودفع الایرادات التی تورد علٰی تکفیره الفقهی

الخاتمة: فی بیان اسباب التالیف وبیان سبب تصدیق جدید لحسام الحرمین

☆☆☆☆☆